مفہوم القرآن

جلد چہارم



رفعت اعجاز

بیت القرآن

درستگی اغلاط مفہوم القرآن جلد چہارم

صفحہ نمبر	سورت کا نام	آیت نمبر	غلطی کی درستگی
15	مریم	13	وَزَكٰوةً کے بعد علامت وقف ط نہیں لکھی ہوئی، یہ وَزَكٰوةً ط ہے۔
109	المؤمنون	19	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔
226	القصص	88	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔
236	العنکبوت	41	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔ ''ادارہ بیت القرآن'' ان تمام کوتاہیوں پر آپ سے معذرت خواہ ہے اور آئندہ ایڈیشن میں ان تمام غلطیوں کو صحیح کر دیا جائے گا بلکہ مکمل ایڈیشن دوبارہ تیار کر کے شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [سورۃ القمر ۱۷]

"اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کیلئے بالکل آسان بنادیا ہے پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے"؟

مطالب قرآن آسان زبان میں

مفہوم القرآن

جلد چہارم

﴿ پارہ 16 تا 20 ﴾

رفعت اعجاز

BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاہور۔ پاکستان

نام کتاب .... مفہوم القرآن جلد چہارم ﴿پارہ 16 تا 20﴾

تالیف .... رفعت اعجاز

نظر ثانی .... ابوعکاشہ عبداللطیف حلیم

کمپوزنگ سیٹنگ .... حافظ سعید عمران، مدثر بن یوسف

ایڈیشن دوم .... مارچ 2008

پبلشر .... بیت القرآن لاہور پاکستان

ہدیہ .... 65 روپے

برائے رابطہ

بیت القرآن پوسٹ بکس نمبر 150، جی پی او، لاہور، پاکستان۔

فون: 111 737 111-042 ایکسٹینشن 115 فیکس 111 737 111-042 ایکسٹینشن 111

www.bait-ul-quran.org info@bait-ul-quran.org

پبلشر نوٹ

1. ہر خاص وعام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ ''بیت القرآن'' اپنی مطبوعات پر منافع وصول نہیں کرتا بلکہ اشاعت فنڈ وصول کرتا ہے جو کہ صرف کتاب کی پرنٹنگ، کاغذ اور بائنڈنگ کی لاگت ہے، البتہ تاجران کتب پرنٹ شدہ ہدیہ وصول کر سکتے ہیں۔

2. ''بیت القرآن'' کی مطبوعات منظر عام پر آئیں تو بہت سے حضرات وخواتین نے اس منفرد کام کو سراہتے ہوئے اس کار خیر میں مالی تعاون کی پیشکش کی ہے تو اس حوالے سے عرض ہے کہ ادارے سے مالی تعاون کی بجائے اس کار خیر میں شرکت کی بہترین اور واحد صورت یہ ہے کہ آپ ''بیت القرآن'' کی مطبوعہ کتب خرید کر لوگوں میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

3. ہم نے قرآنی آیات کی طباعت کے وقت ہر صفحہ بغور پڑھا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ان کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں، پھر بھی اگر آپ کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ یقیناً سہواً ہوئی ہے، آپ فوراً ہمیں اطلاع دیں، ہم اسے درست کر دیں گے۔ اور اگر غلطی سے بائنڈر کچھ صفحات آگے یا پیچھے لگا دے یا صفحات کم وبیش ہوں تو ادارہ ایسی غلطی کو بھی درست کرنے کا ذمہ دار ہے، آپ ایسا نسخہ واپس کر کے صحیح نسخہ حاصل کر سکتے ہیں۔ شکریہ

فہرست

قَالَ اَلَمْ پارہ نمبر 16

سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر علیہما السلام کی جدائی

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿75﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ
بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿76﴾ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ
قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ
فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿77﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿78﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
غَصْبًا ﴿79﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿80﴾
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿81﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ
اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ڰ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ
ع 10/12/1 ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿82﴾

اس نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا؟ (75) انہوں نے کہا کہ اگر اس کے بعد پھر کوئی اعتراض کروں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں کیونکہ آپ میری طرف سے عذر قبول کرنے میں انتہا کو پہنچ گئے۔ (76) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں میں پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا۔ انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو اس (خضر) نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو ان سے اس کا معاوضہ لیتے (تا کہ کھانے کا کام چلتا۔) (77) اس نے کہا اب مجھ میں اور تم میں علیحدگی مگر جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکے میں ان کا بھید تمہیں بتائے دیتا ہوں (78) جو کشتی تھی غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت کر کے روزی کماتے تھے اور ان کے سامنے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا اس کو عیب دار کر دوں (تا کہ وہ اس کو چھین نہ سکے۔) (79) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ بڑے نیک لوگ تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ بڑا ہو کر کہیں ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے (80) تو ہم نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ان کو اور

بچہ عطا کر دے جو نیک خصلت ہو اور مخلص ہو۔ ﴿۸۱﴾ اور وہ جو دیوار تھی وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمہارے رب نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ کر اپنا خزانہ لے لیں یہ تمہارے رب کی مہربانی ہے اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیے۔ یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ ﴿۸۲﴾

تشریح: اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ کسی اجتماع میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کسی نے پوچھا کہ کیا آپ سے زیادہ کوئی دوسرا شخص عالم فاضل نہیں ہوسکتا؟ تو آپ نے سادگی یا لاعلمی میں کہہ دیا کہ ہاں مجھ سے زیادہ کوئی اور علم نہیں رکھتا۔ تو اللہ کو یہ ناگوار گزرا، اس لیے آپ کو خضر علیہ السلام کے پاس بھیج دیا تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ سے زیادہ علم رکھنے والا بھی موجود ہے اور پھر سب سے بڑا علیم و حکیم تو صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو جتنا علم دینا چاہے دے دیتا ہے اس میں کسی شخص کا اپنا کوئی کمال نہیں۔ اسی لیے اللہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ دو دریاؤں کے سنگم پر جائیں تو وہاں ان کو ایک شخص ملے گا جو ان سے بھی زیادہ علم والا ہے۔ اس شخص کا نام قرآن پاک میں نہیں بتایا گیا احادیث میں ان کا نام سیدنا خضر علیہ السلام بتایا گیا ہے۔ یہ عبادت اور تقویٰ میں بہت درجہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے۔ قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام اللہ کے نبی تھے کیونکہ ان کا یہ بات فرمانا کہ

"وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ" کہ میں نے اسے اپنی طرف سے نہیں کیا۔" (الکہف)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمام کام انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کیے ہیں اور براہ راست اللہ کی طرف ایسی بات اللہ کا نبی ہی کر سکتا ہے۔ یہاں کشتی میں سوراخ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے کیونکہ بعض اوقات ایک مصیبت آتی ہے تو وہ ایک دوسری بڑی مصیبت کا علاج ہوتی ہے۔

لڑکے کا قتل یہ بتا رہا ہے کہ صبر کا پھل بڑا میٹھا ہوتا ہے۔ نیک والدین کو بری اولاد سے بچا کر نیک، مخلص اور فرمانبردار اولاد عطا ہونے کی خوشخبری سنا دی۔ تیسرے واقعے میں کسی کی نیکی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی نیک کمائی اس کی نیک اولاد تک پہنچانے کا بندوبست کر دیا کہ دفن شدہ خزانے کی نشاندہی کے لیے اس گرتی ہوئی دیوار کو مضبوط کروا دیا تاکہ خزانہ مستحقین تک پہنچ سکے اس وقت جب وہ بالغ ہو جائیں۔

ذوالقرنین کا واقعہ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي
الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ
اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ

اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ
وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا
لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا
يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ
فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ
حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ
عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ
مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾

اور آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ میں اس کا کسی قدر حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں (83) ہم نے
اس کو زمین میں بڑی دسترس دی تھی اور ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا (84) تو اس نے سفر کا ایک سامان کیا۔ (85) یہاں تک کہ جب
سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایسا پایا کہ کیچڑ کی ندی میں ڈوب رہا ہے اور اس ندی کے پاس ایک قوم دیکھی۔ ہم نے
کہا ذوالقرنین! تم ان کو خواہ تکلیف دو، خواہ ان کے بارے میں بھلائی اختیار کرو (دونوں باتوں کی تم کو قدرت ہے۔) (86)
ذوالقرنین نے کہا کہ جو کفر و بدکرداری سے ظلم کرے گا اسے ہم عذاب دیں گے، پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ
بھی اسے برا عذاب دے گا۔ (87) اور جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لیے بہت اچھا بدلہ ہے اور ہم اپنے معاملہ میں
اس سے نرم بات کہیں گے۔ (88) پھر اس نے ایک اور سامان سفر کا کیا۔ (89) یہاں تک کہ سورج کے طلوع ہونے کے مقام پر پہنچا تو
دیکھا کہ وہ ایسے لوگوں پر طلوع ہوتا ہے جن کے لیے ہم نے سورج کے اس طرف کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔ (90) حقیقت الحال یوں تھی
اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم کو سب کی خبر تھی۔ (91) پھر وہ ایک راستہ پر چل نکلا۔ (92) یہاں تک کہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو
دیکھا کہ ان کے اس طرف کچھ لوگ ہیں کہ بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ (93) ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں
فساد کرتے رہتے ہیں بھلا ہم آپ کے لیے خرچ کا انتظام کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں۔ (94)
ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور اللہ نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے تم مجھے قوت بازو سے مدد دو میں تمہارے اور ان کے
درمیان ایک مضبوط اوٹ بنا دوں گا۔ (95) تو تم لوہے کے بڑے بڑے تختے لاؤ تاکہ کام شروع کر دیا جائے یہاں تک کہ جب اس

نے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا حصہ برابر کر دیا اور کہا کہ اب اسے دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو دھونک دھونک کر آگ کر دیا تو کہا کہ اب میرے پاس تانبہ لاؤ کہ اس پر پگھلا کر ڈال دوں (96) پھر ان میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں (97) بولا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہے۔ جب میرے رب کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس کو گرا کر ہموار کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے (98)

تشریح: قرآن پاک کے بیان کے مطابق ذوالقرنین کی تمام علامات خورس میں پائی جاتی ہیں۔مگر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نام کی وضاحت نہیں کی، اس لیے یہ صرف اندازہ ہی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے جس قدر فاتحین گزرے ہیں ان سب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی تمام نشانیاں خورس میں پائی جاتی ہیں۔

خورس ایک ایرانی بادشاہ تھا جس کا عروج 549 قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔اس نے بڑے کم عرصہ میں میڈیا (الجبال) اور لیڈیا (ایشیائے کوچک) کو فتح کرلیا اور پھر بابل کو فتح کرنے کے بعد اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور ترکستان سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور دوسری طرف تھریس اور مقدونیہ تک وسیع ہو گیا۔شمال میں کاکیشیا اور خوارزم تک پھیل گئی۔یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت کی پوری مہذب دنیا کو اس نے فتح کرلیا تھا۔کیونکہ غروب آفتاب کی جو کیفیت قرآن میں بیان کی گئی ہے کہ سورج سیاہی مائل گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔اندازہ ہے کہ اس سے مراد ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل ہے جہاں بحرا ئیجین چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی شکل میں موجود ہے۔اس کا امکان یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے قرآن میں بحر (سمندر) کی بجائے عین (جھیل) یا خلیج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔یہ سب تفہیم القرآن تفسیر کی مدد سے اخذ کیا گیا ہے۔ورنہ قرآن پاک میں صرف ذوالقرنین ہی کہا گیا ہے۔جس کا مطلب ہے دوسینگوں والا یا دوزلفوں والا۔یہ لقب ہے نام نہیں بتایا گیا۔اس قصہ کا ذکر کفار مکہ کے ان تین سوالوں کے جواب میں تیسرا جواب ہے جو انہوں نے آپ ﷺ کا امتحان لینے کے لیے آپ سے کیے تھے۔سورۂ کہف میں انہی تین سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔ذوالقرنین کے بارے میں بڑی وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک فاتح ہی نہ تھا بلکہ پکا مسلمان تھا کیونکہ وہ توحید اور آخرت پر مکمل ایمان رکھتا تھا۔اس نے تین سفر کیے جن کا ذکر ہو چکا مشرق کی طرف، مغرب کی طرف اور پھر کاکیشیا کے شمال میں، بحر خزر کے قریب یاجوج اور ماجوج سے بچاؤ کے لیے مضبوط سیسہ پلائی دیوار بنائی اتنا کچھ کرنے کے باوجود وہ انتہائی منکسر المزاج تھا۔جب اس نے کہا کہ بے شک یہ دیوار انتہائی مضبوط ہے مگر لازوال نہیں۔جب تک اللہ کی مرضی ہے، یہ قائم رہے گی۔اور جب ''وعدے کا وقت'' آئے گا تو پارہ پارہ ہو جائے گی۔یعنی وہ فتح وکامیابی کے نشے میں قیامت اور روز آخر کو بھولا ہوا نہیں تھا۔وہ نیک دل، رحم دل، فیاض، عادل، محنتی اور اپنی رعایا سے محبت کرنے والا اور اللہ پر بھروسہ کرنے والا جنگ جو بادشاہ تھا۔اس میں غرور، لاپرواہی، تن آسانی، حرص اور لالچ کا نام ونشان نہ تھا۔بلکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں، برکتوں اور فضل وکرم کو وہ اللہ کے لیے خرچ کرتا تھا اور اللہ کا شکر گزار بندہ تھا۔اس نے کہا کہ ''یہ میرے رب کی مہربانی ہے جب میرے رب کا وعدہ آ پہنچے گا (قیامت) تو اس کو گرا کر ہموار کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔'' (سورہ کہف آیت:98)

کس قدر خوبصورت کردار کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے رہنما ہمارے لیڈر اور ہمارے سربراہ مسلمان ہیں دعا ہے کہ الہ العلمین آج کے حکمرانوں کے کردار، مزاج اور اخلاق و کارکردگی ذوالقرنین جیسی بنا دے۔ آمین۔

قیامت کی خبر اور کفار کا ٹھکانا

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ
ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ
مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ
اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ
صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ
هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

ع 11/19 2

اس روز ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ روئے زمین پر پھیل کر ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو جمع کر لیں گے۔ ﴿99﴾ اور اس روز جہنم کو کفار کے سامنے لائیں گے۔ ﴿100﴾ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ﴿101﴾ کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا اپنا کارساز بنائیں گے تو ہم خفا نہیں ہوں گے، ہم نے ایسے کافروں کے لیے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔ ﴿102﴾ فرما دیں کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں۔ ﴿103﴾ وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ ﴿104﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کی ملاقات سے انکار کیا تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے، اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے۔ ﴿105﴾ یہ ان کی سزا ہے جہنم اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا، ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی۔ ﴿106﴾

نیک اعمال کرنیوالوں کی مہمانی

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى

اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا
يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع 12 9 3

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کیے عمل ان کے لیے بہشت کے باغ مہمانی ہوں گے۔ ﴿107﴾ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ ﴿108﴾ فرمادیں کہ میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے اگر سمندر سیاہی ہو تو وہ باتیں ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائے اگرچہ ویسا ہی سمندر اور بھی استعمال میں لایا جائے۔ ﴿109﴾ فرمادیں کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ البتہ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ ﴿110﴾

تشریح: یعنی ''قیامت کے روز'' یہ ذوالقرنین کے فقرے ''قیامت کے وعدۂ برحق'' کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ اس پوری سورت میں یہی مضمون تینوں قصوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جو آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے سامنے رکھا، یعنی توحید کفر وشرک، نیکی بدی، دنیا وآخرت، امن وفساد، نفرت ومحبت، بغض وخلوص اور پھر ان کے بدلے میں ملنے والی جنت و دوزخ کا ذکر بڑے ہی احسن انداز سے کیا گیا ہے۔ کاش کہ آج کا مسلمان سچا اور پکا مسلمان بن جائے۔

تعارف سورۂ مریم

یہ مکی سورت ہے ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہوئی اس میں چھ رکوع اٹھانوے آیات ہیں۔ پہلے دو رکوع میں سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ علیہما السلام کا قصہ ہے۔ دوسرے رکوع میں سیدہ مریم اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام کا واقعہ ہے۔ تیسرے رکوع میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے، چوتھے رکوع میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے آخری دو رکوع میں کفار مکہ کی گمراہیوں کا ذکر ہے اور پھر ایمان والوں کے لیے انتہائی کامیابیوں کی خوش خبریاں ہیں۔

آج بھی کچھ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ نجاشی مسلمان نہ تھا تو وہاں مسلمانوں کو کس طرح پناہ مل گئی۔ دراصل مسلمانوں پر انتہا سے زیادہ ظلم اور سختیاں ہونے لگی تھیں جس وجہ سے وہ اپنا وطن چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی بڑا رحم دل اور معقول انسان تھا۔ اس لیے پہلے گیارہ مردوں چار عورتوں نے ہجرت کی۔ جلد ہی ہجرت کرنے والوں کی تعداد 83 مرد گیارہ عورتیں ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف 40 آدمی رہ گئے۔ تو اس پر کفار مکہ کو بڑی سخت پریشانی ہوئی اور انہوں نے مسلمانوں کو وہاں پر تکالیف پہنچانے کے منصوبے بنائے جن میں سے ایک یہ تھا کہ کفار نے اپنے دو بندے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص (کو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے) کو بہت سے تحائف دے کر شاہ نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ تحائف دینے کے بعد اہل دربار اور بادشاہ نجاشی کو مسلمانوں سے متنفر کر کے حبشہ سے نکلوایا جا سکے۔ مگر نجاشی نے اہل دربار کو صبر سے کام لینے کو کہا اور مسلمانوں کو بلوایا سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے حاضر ہوئے۔ ان کو نجاشی نے پوچھا کہ آخر کیا دین ہے تمہارا

کہ جس کی وجہ سے تم اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے؟ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کے متعلق بتایا اور جو کچھ ظلم ان پر ڈھائے گئے یا ڈھائے جا رہے تھے سب کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم نے اس امید پر یہاں ہجرت کی ہے کہ یہاں دستور کے مطابق ہم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس پر نجاشی نے کلام پاک سنانے کو کہا تو سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کا اول حصہ جس میں سیدنا یحییٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا تھا سنایا، نجاشی بڑا نرم دل انسان تھا۔ کلام سنتا رہا اور زار و قطار روتا رہا۔ جب کلام ختم ہوا تو اس نے کہا ''یقیناً یہ کلام اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے دونوں ایک ہی جیسے کلام ہیں، اللہ کی قسم میں تمہیں ان لوگوں کے حوالے نہ کروں گا۔'' پھر دوبارہ دربار میں بلا کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ کے بارے میں پوچھا۔ تو پھر سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ ''وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک روح اور ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا۔'' نجاشی نے اس پر کہا کہ یہ تو بالکل وہی پیغام ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا۔ اور پھر کفار مکہ کے تمام تحائف واپس کر دیے یہ کہہ کر کہ ''میں رشوت نہیں لیتا۔'' اور مہاجرین سے کہا کہ ''تم بالکل اطمینان سے رہو۔''

سورۂ مریم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زادِ راہ کے طور پر دی تاکہ عیسائیوں کو صاف صاف بتا دیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مسلمانوں سے یوں کیا گیا کہ گھبرائیں نہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی انہی حالات میں ہجرت کی تھی اور سر بلند ہوئے اسی طرح تم بھی ہجرت کر کے تباہ نہ ہو گے بلکہ شاندار انجام تمہارے لیے مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور پھر مزید وضاحت کی گئی کہ جو پیغام پہلے انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے وہی پیغام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کامیابی کی خوشخبری بھی دی گئی۔

سیدنا زکریا اور ان کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦

کھٰیٰعص ﴿۱﴾ یہ تمہارے رب کی مہربانی کا بیان ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ ﴿۲﴾ جب انہوں نے اپنے رب کو دبی آواز سے پکارا۔ ﴿۳﴾ اور کہا کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئی ہیں اور سر سفید ہو گیا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ ﴿۴﴾ اور میں اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ

ہے۔تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔﴿5﴾ جو میری اور اولادِ یعقوب کی میراث کا مالک ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنانا۔﴿6﴾

تشریح: سیدنا زکریا علیہ السلام اور ان کے بیٹے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذکر بڑی تفصیل سے سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ بنی ہارون کے 24 خاندان تھے جن میں سے ابیاہ خاندان کے سردار سیدنا زکریا علیہ السلام تھے۔ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے مگر ہدایت خلق کا کام ان کے ذمہ تھا۔ اسی ذمہ داری کو انہوں نے اپنی میراث کہا ہے اسی میراث کو سنبھالنے کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا کہ جو ہدایت خلق کا کام ان کے بعد اچھی طرح سنبھال سکے، حالانکہ آپ اور آپ کی بیوی عمر اور صحت کے لحاظ سے نااہل ہو چکے تھے۔ کیونکہ ایک تو دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اور دوسرا ان کی بیوی قدرتی طور پر بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی، یعنی بانجھ تھیں۔ یہاں اللہ کی قدرت، کبریائی اور طاقت کے مظاہرے ہو رہے ہیں کہ جو کام بظاہر ہر لحاظ سے ناممکن تھا اللہ نے کر دیا جیسا کہ اگلی آیات میں بیان کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

بیٹے کی خوشخبری

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿7﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى
يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿8﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ
قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿9﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ
لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿10﴾ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ
الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿11﴾

اے زکریا! ہم تم کو ایک بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔﴿7﴾ انہوں نے کہا اے اللہ! میرے ہاں کس طرح لڑکا پیدا ہوگا۔ اس حال میں کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔﴿8﴾ حکم ہوا کہ اسی طرح ہوگا تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ آسان ہے اور میں پہلے تمہیں بھی تو پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔﴿9﴾ کہا کہ پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا ''نشانی یہ ہے کہ تم ٹھیک ٹھاک ہونے کے باوجود تین رات لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔﴿10﴾ پھر وہ (عبادت کے حجرے سے) نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کرتے رہو۔﴿11﴾

تشریح: یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ اوپر آیات میں اللہ تعالیٰ اور سیدنا زکریا علیہ السلام کی گفتگو سے ظاہر ہے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام اللہ کے مقبول ترین بندوں میں سے تھے جیسا کہ آیات میں کہا جا رہا ہے۔ کہ آپ تین رات زبان سے کلام نہ

کر سکیں گے۔ کیونکہ آپ ہر روز لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ جب باہر آئے تو وعظ کے لیے زبان نے کام نہ کیا تو سمجھ گئے کہ اللہ نے ان کی دعا پوری کر دی ہے۔ لہٰذا تین دن تک اشاروں سے وعظ کرتے رہے کہ اللہ کا شکر اور ذکر ہر وقت کرتے رہنا چاہیے ہر وقت سبحان اللہ کا ورد زبان پر ہونا چاہیے۔ بہر حال سیدنا زکریا علیہ السلام کی مراد پوری ہوئی اور ان کو اللہ نے ایک انتہائی مبارک بیٹا عطا کیا۔ جن کا نام اللہ تعالیٰ نے خود یحییٰ رکھا تھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نیک پاک اور صاف ماحول میں پلے بڑھے اللہ نے ان کو نبوت عطا کی اور یوں انہوں نے اپنے باپ کی جگہ سنبھالی۔ رب العزت نے فرشتے کے ذریعے آپ کو پیغام دیا کہ آپ کے والد بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ جوان اور مضبوط ہیں۔ پوری طاقت سے والد کی جگہ سنبھالو اور یہ رشد و ہدایت کی جو کتاب آپ کو دی جا رہی ہے۔ اس کو پورے عزم و استقلال سے سنبھال کر پکڑ لو اور پوری طاقت ہمت اور عزم و ارادہ سے لوگوں کو ہدایت دینے کا مقدس کام سنبھال لو کیونکہ تمہارے والد اب عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکے ہیں کہ یہ کام اب ان کے بس میں نہیں۔

سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے اوصاف

يَٰيَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَٰبَ بِقُوَّةٍ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلَٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾

ع 1 15/4

اے یحییٰ (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو اور ہم نے ان کو لڑکپن میں ہی دانائی عطا فرمائی تھی۔ (12) اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی دی تھی اور پرہیزگار تھے۔ (13) اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے، اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ (14) جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے۔ (15)

تشریح: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ کسی قوم میں سے بہترین انسان کو نبوت کے لیے چن لیتا ہے۔ اور وہ انسان بچپن سے ہی نیک خصلت انسان ہوتا ہے۔ اسی طرح سیدنا یحییٰ علیہ السلام انتہائی نیک دل، نرم مزاج، پاکیزہ، نیک نیت، فرماں بردار، مشفق اور مہربان تھے۔ انہوں نے کبھی بھی کسی پر ظلم نہیں کیا تھا والدین کے انتہائی فرماں بردار انسان تھے۔ نہ خود کبھی برائی کی تھی اور نہ کسی کو برائی کا راستہ دکھاتے تھے۔ کیونکہ ان کو اللہ نے کتاب ہدایت دی تھی جو کہ پوری طرح نیکی اور ہدایت کی کتاب تھی اللہ نے آپ کو عطا کی اور حکم دیا کہ اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ یعنی اس میں دیے گئے تمام احکامات پر پوری طرح خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ہدایت کرو۔ آپ اس قدر پاکیزہ صفات کے مالک تھے کہ اللہ نے آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ''جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے۔ (آیت 15: سورۃ مریم)

سیدنا یحییٰ علیہ السلام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے 6 مہینے بڑے تھے۔ آپ دونوں کی مائیں آپس میں رشتہ دار تھیں۔ آپ کو نبوت ملی۔

شرق اردن سے آپ نے تبلیغ شروع کی۔ آپ بہت ہی سادگی پسند تھے۔ اونٹ کے بالوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے، چمڑے کا پٹکا کمر سے باندھتے خوراک میں شہد زیادہ تر معمولی کھانا ہوتا تھا۔ روزے نماز کی تلقین کرتے اور انتہائی سادہ زندگی گزارنے کی نصیحت کرتے تھے۔ آپس میں اتفاق سے رہنے ظلم وستم، لڑائی جھگڑے اور دوسروں کی حق تلفی کرنے سے منع کرتے تھے۔ گناہوں سے بچنے اور توبہ کرنے کا سبق دیتے تھے۔ ان کے عہد کا یہودی فرمانروا ہیرو دوانیٹی تھا۔ جو خود بھی رومی تہذیب میں غرق تھا اور لوگوں کو بھی فسق وفجور کی کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی۔ جب سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے اس کو منع کرنے کی کوشش کی تو اس نے آپ کو قید میں ڈال دیا۔ اور پھر اسی کے ہاتھوں آپ کا قتل بھی ہوا۔

یہودی اور عیسائی ہمیشہ اپنے پیغمبروں کو قتل کرتے رہے اور پھر بعد میں ان کی تعلیمات میں بھی فرق کر ڈالتے تھے۔ اپنے مطلب کی باتیں رکھ کر باقی سب بدل دیتے تھے۔ یہ خاصیت صرف قرآن پاک کی ہی ہے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے کہ قیامت تک اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ہرگز نہ ہو سکے گی یہ جیسا اترا تھا ویسا ہی رہے گا ان شاء اللہ۔ اور پھر قرآن پاک میں پچھلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کی گئی ہے۔ اور تعلیمات بھی ان سے بہت حد تک ملتی جلتی ہیں۔ جیسا کہ جب نجاشی (شاہ حبشہ) کو سورۂ مریم کا پہلا حصہ سنایا گیا تو اس نے کہا کہ یہی تورات میں بھی لکھا گیا ہے۔ اگلی آیات میں سیدہ مریم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور بچپن کی گفتگو

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ
دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۗ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ
بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾
قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ
رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ
فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ
مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ
رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ
وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ

شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَٰٓأُخْتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾
فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ
آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ
وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ
يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ
الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾

اور کتاب (قرآن) میں مریم کا ذکر کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئیں۔ (16) تو انہوں نے ان کی طرف
سے پردہ کر لیا اس وقت ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا جو ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل میں گیا۔ (17) مریم بولیں کہ اگر تم
پرہیزگار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ (18) انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے رب کی طرف سے بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں اور
اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں۔ (19) مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے تو کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور
میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ (20) فرشتے نے کہا کہ یونہی ہوگا، تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے (میں اسے اسی طریق پر پیدا
کروں گا) تاکہ اس کو لوگوں کے لیے اپنی طرف سے نشانی اور رحمت ومہربانی کا ذریعہ بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔ (21) تو وہ اس
بچہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں۔ (22) پھر دردِ زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگیں کہ
”کاش میں اس سے پہلے مر چکتی اور بھول بھال چکی ہوتی۔ (23) اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے آواز دی کہ ”غمگین
نہ ہو تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ (24) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ کھجوریں جھڑ
پڑیں گی۔ (25) تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو، اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا میں نے اللہ کے لیے روزے کی منت مانی ہے کہ
آج میں کسی سے کلام نہیں کروں گی۔ (26) پھر وہ اپنے بچے کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں۔ وہ کہنے لگے کہ ”مریم
یہ تو تو نے برا کام کیا۔ (27) اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی بدکردار تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔ (28) تو مریم نے اس بچے کی
طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے کہ ہم اس گود کے بچے سے کیسے بات کریں؟ (29) اس (عیسیٰ) نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے
مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ (30) اور میں جہاں ہوں جس حال میں ہوں مجھے برکت والا بنایا ہے اور جب تک زندہ ہوں
مجھے نماز کا زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ (31) اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے، سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ (32) اور
جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام ورحمت ہے۔ (33) یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ
ہیں اور یہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ (34)

تشریح: سیدہ مریم کا پورا واقعہ سورۂ آل عمران میں بڑی وضاحت سے گزر چکا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو بیت المقدس میں

عبادت کے لیے بٹھا دیا تھا۔ یہ محراب شرقی حصہ میں واقعہ تھی، جہاں آپ نے ایک پردہ ڈال کر اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا تھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اللہ کی قدرت کی کامل نشانی ہے اور سیدنا مریم علیہا السلام کا انتہائی پاکدامن اور نیک ہونے کے باوجود بغیر کسی مرد کے ملے (نکاح وغیرہ) بیٹا پیدا کرنا بھی اللہ کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے اللہ رحمٰن و رحیم کی قدرتیں، حکمتیں اور طاقتیں انسانی عقل سے باہر ہیں۔ اس نے بغیر ماں باپ کے آدم کو پیدا کیا بغیر ماں کے حوا کو پیدا کیا اور پھر بڑھاپے میں بانجھ ہونے والی ماں کو یحییٰ عطا کیا اور پھر اسی طرح سیدہ مریم علیہا السلام کو بغیر باپ کے اپنی قدرت سے پاکیزہ بیٹا عیسیٰ علیہ السلام عطا کیا جس نے اللہ کی قدرت سے ماں کی بے گناہی، پاکیزگی اور پاکدامنی کا اعلان جھولے میں لیٹے ہوئے اپنی زبان سے کیا۔ یہ ایک بہت بڑا اعلیٰ درجہ کا سائنسی معجزہ ہے جو قرآن پاک میں سورۂ مریم میں بیان کیا گیا ہے۔ اس معجزہ پر تمام سائنسدان دن رات محنت کر رہے ہیں کہ بغیر باپ کے یعنی جنس مخالف کے بغیر بچہ کی پیدائش ہو سکے۔ اس سے ایک مسئلہ تو حل ہو گیا، یعنی جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں وہ کم از کم اس کفریہ یقین سے تو ہٹ گئے ہیں ڈاکٹر نور ہلوک باقی صاحب اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں:

''سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف سیدنا جبرائیل علیہ السلام کا ایک اشعاع Irradiation یا ان پر کسی مقناطیسی ذریعہ سے اثر انداز ہونا اس حقیقت کا ایک بیان ہے۔ ورنہ تو رب جلیل کا ارشاد اس طرح ہوتا کہ ''ہم نے یہ خواہش کی اور عیسیٰ کو مریم کے پیٹ میں پیدا کر دیا۔'' اللہ کی طرف سے جبرائیل کو بیچ میں پڑنے والا واسطہ بنانے کا اعلان، اس حیاتیاتی حقیقت پر زور دیتا ہے کہ خالق مطلق کی بلاواسطہ اور خاص قسم کی دخل اندازی کی ہی ضرورت ہوتی ہے کہ تخم مادہ (اووم) اپنا کوڈ خود ہی کھول دے، اور دوبارہ پیداوار کے عمل کے ذریعے ایک نئے انسان کو وجود میں لے آئے۔'' مزید لکھتے ہیں ''یہ ایک عظیم اور نازک ترین دانائی کی وجہ سے ہے۔ کہ اگرچہ ماں کا تخم خود اپنے تئیں ایک بچہ تشکیل دینے کی اہلیت رکھتا ہے مگر اس کو اس خاص اہلیت کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اصل معجزہ بغیر باپ کے حمل ہو جانا نہیں ہے بلکہ یہ مجبوری ہے کہ بچہ باپ کے ذریعہ ہی پیدا ہو۔ مگر اس کے لیے خالق مطلق کی بلاواسطہ اور خاص قسم کی دخل اندازی ہی کی ضرورت ہوتی ہے کہ تخم مادہ (اووم) اپنا کوڈ خود ہی کھول دے اور دوبارہ پیداوار کے عمل کے ذریعے ایک نئے انسان کو وجود میں لے آئے۔'' (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

جبرائیل علیہ السلام جو اللہ کی طرف سے اہم کام کرنے پر معمور ہیں۔ جب سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس نیک بیٹے کی خوشخبری لے کر انسان کی شکل میں آئے تو انہوں نے انتہائی مختصر بات کرتے ہوئے اللہ کی پناہ چاہی۔ تو یہاں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر بحالت مجبوری کسی غیر مرد سے بات کرنی پڑ جائے تو تمام حدود کا خیال رکھتے ہوئے بڑے ہی پروقار طریقہ سے بات مختصر کرنی چاہیے تاکہ شیطان کا حملہ نہ ہو اور کوئی بھی بدخیالی انسان پر طاری نہ ہو۔ اللہ کا خوف دل میں ہر وقت رکھنا چاہیے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام پیدائش کے وقت بیت اللحم چلی گئیں جہاں سوائے اللہ کے ان کا کوئی مددگار نہ تھا تو اللہ نے ان کے لیے پکی ہوئی کھجوریں مہیا کر دیں اور پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اور پھر فرمایا کہ ''درخت کے تنے کو ہلاؤ

پکی ہوئی کھجوریں تمہارے اوپر گریں گی۔'' خشک تنے سے تروتازہ کھجوریں بھی ایک عجیب معجزہ تھا یعنی جو کام ان کے بس میں تھا کرنے کو کہا گیا۔ اور باقی سب کام اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے لیے آسان کر دیے اور ان کو ایک ایسا نیک اور متقی بیٹا عطا کیا کہ جو جلیل القدر نبی کی صورت میں تا قیامت یاد کیا جاتا رہے گا۔ اور ان دونوں ماں اور بیٹے پر اللہ کی طرف سے بڑی ہی خاص رحمتیں اور برکتیں نازل کی گئیں اور کی جاتی رہیں گی۔ جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جب کہ وہ ابھی چند دن کے بچے تھے۔ ''فرمایا جس دن میں پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام اور رحمت ہے۔'' (آیت 33: سورہ مریم)

ایسے ہی الفاظ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے لیے بھی آئے ہیں۔ سیدہ مریم بی بی جس ثابت قدمی سے اس انتہائی سخت آزمائش میں پوری اتریں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا اور پھر اللہ کی رحمتوں کی خود بھی حق دار بنیں اور آپ کے بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے درجہ کے حق دار بنے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح پیدائش میں یہ حکمت ہے کہ لوگ ان کی پیدائش دیکھ کر اللہ کی قدرت کا ٹھیک اندازہ کر لیں اور خود وہ لڑکا اللہ کی طرف سے دنیا کے لیے رحمت ثابت ہو۔ تو یہی وہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے جس کے بارے میں ہم نے سچی حقیقت بیان کر دی جس میں یہ لوگ جھگڑتے ہیں۔'' کوئی ان کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور کوئی سیدہ مریم علیہا السلام کی شادی کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں سچی بات وہ ہے جو اللہ نے قرآن میں بتا دی ہے۔

اللہ کی شانِ بے نیازی اور قیامت کے برحق ہونے کی دلیل

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝35
وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝36 فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ
بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝37 اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ
يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝38 وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ
الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝39 اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا
ع 2 25 5 وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝40

اللہ کو ضرورت نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے وہ پاک ہے جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔ (35) اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (36) پھر (اہل کتاب کے) فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ تو جو لوگ کافر ہوئے ہیں ان کے لیے بڑے دن یعنی قیامت کے دن حاضر ہونے میں ہلاکت ہے۔ (37) وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے، مگر ظالم آج کھلی گمراہی میں ہیں۔ (38) اور ان کو حسرت و افسوس کے دن سے ڈرائیں جب بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ وہ بھول رہے ہیں اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور

ایمان نہیں لاتے۔﴿39﴾ اور ہم وارث ہوں گے زمین کے اور جو کچھ اس میں ہے اور وہ ہماری ہی طرف پھر آئیں گے۔﴿40﴾

تشریح: یہ آیات ایک تو اللہ کی وحدانیت کو ثابت کرتی ہیں کہ وہ تو کسی کی بھی مدد سے بے نیاز ہے۔ اور جو لوگ پیغمبر کی تعلیمات سے ہٹ کر کفر و شرک کرتے ہیں تو ان کو ہوشیار ہو جانا چاہیے کہ ان کا انجام موت پر ہونے والا ہے جیسا کہ صبح سے شام تک یہ عمل ہو رہا ہے۔ کوئی مر رہا ہے کوئی پیدا ہو رہا ہے، یعنی کوئی آ رہا ہے اور کوئی جا رہا ہے۔ جو جا رہا ہے اس کو سوچنا چاہیے کہ مرنے کا مطلب ہے دوبارہ زندہ ہو کر اس زندگی کے نتائج کے مطابق انعام حاصل کرنا یا پھر سزا پانا۔ ہر ایک کو اس امتحان اور نتیجہ پر نظر رکھ کر عمل کرنے چاہییں۔ یہ لفظ ''ہو جا'' اور فرمان الٰہی کہ ''ہم زمین کے اور جو کچھ اس میں ہے وارث ہوں گے اور وہ ہماری ہی طرف پھر آئیں گے۔'' صاف طور پر سائنٹفک معنوں کی حامل ہے۔ کیونکہ ہر چیز حکم الٰہی ''ہو جا'' کا لکھا ہوا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا پورا پورا پروگرام اس کی اصل میں یعنی ایک بیج میں اس کے پھوٹنے کا وقت بڑھنے پھولنے پھلنے اور پھر ختم ہو جانے کا پورا حساب کتاب رکھ دیا ہوا ہے اسی طرح یہ کائنات اور اس کے اندر موجود ہر چیز صرف اور صرف اللہ کی ہی ملکیت ہے۔ اس نے ہر چیز کو اپنے ہی قبضہ قدرت میں رکھا ہوا ہے مگر کچھ مدت کے لیے ان کو کھلا چھوڑ دیا ہے کہ اپنی مرضی سے زندگی گزارو۔ یہ مرضی کی رعایت صرف انسان کے لیے ہے۔ انسان کی پیدائش، دوران زندگی کے واقعات اور پھر اختتام یہ سب کچھ اس قطرۂ منویہ میں درج کر دیا جاتا ہے جس سے اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ مگر اس کی ابتدا اللہ کے حکم ''ہو جا'' کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ثابت ہو گیا کہ دنیا کی ہر چیز اور خود کائنات کا وجود آسمانوں اور زمین کا وجود سب کچھ اللہ کے حکم ''ہو جا'' سے ہوتا ہے اور جب مدت پوری ہو جائے گی تو پھر دوبارہ اپنے اصلی مالک کی طرف لوٹ کر جانا ضروری ہو گا۔ اور پھر اصل مالک یہ ضرور پوچھے گا کہ بتا جو نعمتیں تجھے دی گئی تھیں ان کو کیسے استعمال کیا؟ ظاہر ہے ہر کسی کو اس کی اپنی ہی زندگی کا حساب دینا ہو گا۔ اصل میں ''ہو جا'' قرآن کے بنیادی قوانین میں سے ایک قانون ہے۔

ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ ''جدید فزکس اور بیالوجی نے ہمیں بتایا ہے کہ کوئی چیز اپنی تخلیق کے ابتدائی ریاضیاتی پروگرام کو تبدیل کرنے سے ہی اپنی ہیئت کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ مثلاً فزکس میں کسی متحرک چیز کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اس نتیجہ سے مطابقت رکھے جو اس کی تیزی (رفتار) یا فریکونسی۔ لہر کے عمل (Wave Length) اور توانائی کے باہمی عمل سے پیدا ہو۔ چنانچہ سورج اور زمین کے درمیان ہزاروں اثرات میں سے گزر کر روشنی کی ایک پہلی کرن، بغیر کسی تبدیلی کے ہماری آنکھوں تک پہنچتی ہے۔'' (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

سلطان بشیر محمود صاحب اس کو کچھ اس طرح لکھتے ہیں: ''سائنس دان یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ ایٹم سے لے کر بڑے سے بڑے ستاروں کے اندر اپنے اپنے کلاک ہیں، جس کے مطابق ان کے فیصلے ہوتے ہیں۔ خود انسان جینز (Genes) کا مجموعہ ہے اور ایک ایک جین کمپیوٹر کی مانند ہے۔ جس پر پیدائش سے موت تک کے تمام پروگرام درج ہیں۔ اور وہ خود بخود زندگی کو اس پہلے سے لکھے ہوئے محفوظ دستاویز کے مطابق چلاتے رہتے ہیں۔'' (قیامت اور حیات بعد الموت)

مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان، زمین اور اس کی ہر چیز اللہ کی حاکمیت میں جکڑی ہوئی ہے۔ جو بھی بندہ اس کی بندگی سے

باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں رسوا ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا حکم ہے اور یہی اس کا قانون ہے۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے ذریعے بتا رہا ہے۔

حدیث ہے: ''اللہ کی قسم مجھے از خود نہیں معلوم، بخدا میں خود نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے معاملے میں آخرت کے روز کیا کیا جائے گا، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہیں۔'' (بخاری) ''اے اللہ ہم سے آسان حساب لینا۔'' آمین۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور اللہ کا ان پر فضل و کرم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا
لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ
كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ
لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ
وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾
وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ
شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ
وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع 3 10 6

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے۔ 41 جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکیں؟ 42 اے ابا جان! مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا تو آپ میرے ساتھ مل جائیں میں آپ کو سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔ 43 اے ابا شیطان کی پوجا نہ کریں بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ 44 اے ابا جان! مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب آ پکڑے تو آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔ 45 اس نے کہا کہ ''ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے؟ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تمہیں سنگسار کروں گا اور تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جا۔ 46 ابراہیم نے سلام علیکم کہا اور کہا کہ میں تو آپ کے لیے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ 47 اور میں آپ لوگوں سے اور جن کو آپ اللہ کے سوا پکارا کرتے ہیں ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو ہی پکاروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ 48 اور جب ابراہیم ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے، الگ ہو

گئے تو ہم نے ان کو اسحٰق اور (اس کے بعد) یعقوب بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔ (49) اور ان کو اپنی رحمت سے بہت سی چیزیں عنایت کیں اور ان کا ذکر جمیل بلند کیا۔ (50)

تشریح: یہاں سے پھر اہل مکہ کو خطاب کیا جا رہا ہے۔ اور ان مسلمانوں کو جو کفار مکہ کی دشمنی کی وجہ سے مکہ کو چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اپنے کردار اور صفات کی وجہ سے یہودی، عیسائی، کفار مکہ اور مسلمانوں میں یکساں طور پر مکرم و محترم سمجھے جاتے ہیں سب ہی مذاہب میں ان کی بے حد بلند جگہ سمجھی جاتی ہے۔

کفار مکہ کو یاد کروایا گیا کہ تم کو جب بتوں کی پوجا سے منع کیا جاتا ہے تو تم لوگ کہتے ہو "ہمارے آباواجداد یہی کرتے آئے ہیں اور ساتھ ہی تم لوگ ملت ابراہیمی کے پیروکار ہونے پر فخر بھی کرتے ہو۔ تو یہ دہری پالیسی کیسے اختیار کیے ہوئے ہو۔ اگر تم لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد مانتے ہو تو پھر بت پرستی کیسی۔ انہوں نے تو بت پرستی کی وجہ سے ہی اپنے ماں باپ، رشتہ دار، عزیز دوست اور اپنا وطن چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا پہلو اس میں ان مسلمانوں کو تسلی دینا مقصود ہے جو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے تھے۔ ان کو مثال دی جا رہی ہے کہ جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑ کر عزت واحترام اور دائمی شہرت اور اللہ کی قربت حاصل کی تمہیں بھی کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ فتح وکامیابی ضرور ملے گی۔ ان شاء اللہ۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیغمبر فطرت ہیں انتہائی نرم مزاج، مستقل مزاج اور معمار کعبہ ہیں اور آپ کو سیدنا محمد ﷺ کا جد امجد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے دین ابراہیمی کی بنیاد رکھی یعنی توحید کا سبق دیا کہ اللہ ایک ہے اس کی عبادت ہی کرو۔ یہی دعوت جب آپ نے اپنے والد کو بڑے احترام سے دی تو انہوں نے بڑی سختی سے انہیں ہجرت کر جانے کو کہا۔ لہٰذا آپ نے ان کو سلام کہا اور مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ کیا اور پھر اپنے آبائی وطن "کلد انیہ" سے ہجرت کر کے ملک شام میں جا آباد ہوئے۔ آپ کی پوری زندگی آزمائشوں میں گزری۔ آپ نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بے شمار قربانیاں دیں۔ یہ ان قربانیوں کا ہی تو انعام ہے کہ ان کی یاد میں ارکان حج کے بے حد اہم رکن قربانی، طواف، سعی اور پھر درود پاک میں آپ کا نام اور آپ کی آل اولاد کا نام ضروری طور پر شامل کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کو ویسے ہی تو نہیں مل گیا۔ ہمیں مسلمانوں کو ان کی پاکیزہ زندگی کا بڑے غور سے مطالعہ کرنا چاہیے اور ان کے اسوہ کو اپنا کر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے اندر سوائے اللہ کے اور کسی کا بھی کوئی خوف پیدا نہ ہونے دیں۔ کسی بھی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے جھکنے کی بجائے پورے یقین اعتماد اور کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اللہ کی راہ اختیار کریں اسی میں کامیابی اور عزت ہے اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کا راز بھی۔ جو شخص یا قوم اللہ پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے شیطان کے خلاف کھڑی ہو جائے اللہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے یہ اس کا وعدہ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی زندگیوں سے ہمیں اسلام کی تبلیغ کرنے کے سلسلے میں چند اصول ملتے ہیں۔

(1) اپنی ذات سے کردار کا نمونہ پیش کیا جائے، یعنی جب اس راہ پر چل پڑیں تو دنیا کی کوئی چیز اس راہ پر چلنے سے ہرگز ہٹا نہ سکے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

''لہٰذا اسی دین کی طرف تم دعوت دو اور جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر ثابت قدم رہو اور کہو کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے اس پر ایمان لایا ہوں۔'' (سورۃ الشوریٰ آیت:15)

(2) دعوت کو انتہائی خوبصورت، آسان، مؤثر اور دلائل کے ساتھ لوگوں کی عقل کے مطابق ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

(3) ظلم وستم، زبردستی اسلام کی دعوت میں ہرگز منع ہے۔ اور فرض کیا گیا ہے کہ جس معاشرے میں بھی مسلمان رہ رہا ہو۔ وہاں کے ہر قانون کی سختی سے پابندی کی جائے۔

(4) صبر وسکون سے ہر مرحلہ طے کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(5) ہجرت۔ جہاں ظلم وستم انتہا سے بڑھ جائیں تو وہاں طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی بجائے ہجرت کر جانا بہتر ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی، سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے کی اور کئی پیغمبروں نے ہجرت کی۔ جیسا کہ قرآن میں اصحاب کہف کے بارے میں آیا ہے:

''بے شک اگر وہ ہمارا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے تو ہم کو سنگسار کر دیں گے یا ہم کو اپنی ملت کی طرف واپس جانے پر مجبور کر دیں گے۔'' (سورۂ کہف آیت: 20)

یہ سب مثالیں صرف اس لیے دی جا رہی ہیں تاکہ یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ دین کو قبول کرنا، اس پر قائم رہنا اور پھر اس کی تبلیغ کرنا آسان کام نہیں۔ اس میں مذکورہ تمام مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔ مگر یہ اسلام کی راہ میں ہرگز مشکل نہیں کیونکہ جب جذبہ سچا ہو اور لگن پاکیزہ ہو اور مقصد بلند ہو، پھر عقیدہ پختہ ہو اور منزل قربت الہ العلمین ہو تو پھر ڈر کیسا؟ پھر تو ہر قدم، ہر سانس، ہر کام عبادت ہی عبادت میں شمار ہو جاتا ہے۔ کیا بہترین طریقہ ہے مسلمان کی کامیاب زندگی کا مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آج کے مسلمان نے اپنی عادات، اعتقادات، معیشت، معاشرت، تمدن اور بود و باش میں قرآنی قوانین کو یکسر بھلا دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم کافی حد تک پستی کی طرف جا رہے ہیں اور اپنی پہچان سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جب کہ ہماری پہچان اقبال رحمہ اللہ کی نظر میں کچھ اس طرح ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

ایک بہت بڑا انعام جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا وہ ہے پاکیزہ اولاد اور پاکیزہ پوتا جن کو نبوت کے بہترین اعزاز سے نوازا گیا۔ دو مسئلے ہمیں ان آیات میں سے اور ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ غیر مسلم کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟

رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو۔ مزید فرمایا: جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں تو تم انہیں صرف ''وعلیکم'' کہا کرو۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

دوسرا مسئلہ ہے کفار کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کا۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں منع فرمایا ہے۔ کیونکہ کفر اتنا بڑا گناہ

ہے کہ اس کی مغفرت ناممکن ہے۔ اللہ نے منع فرمایا ہے کافر کی مغفرت کے لیے دعا کرنے سے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی محبت میں کہہ دیا کہ میں آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا اسی طرح سیدنا محمد ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کی مغفرت کی دعا کرنے کا کہا کیونکہ ان سے بے حد محبت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مشرک کی مغفرت سے منع فرما دیا فرمان رب العلمین ہے۔

''نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔'' (سورۂ توبہ)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے چچا کی محبت سے زیادہ اللہ کی محبت کو جانا اللہ کے حکم کی اطاعت کی اور چچا کی مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دی۔ مشرک کی زندگی میں اس کو توبہ کی ہدایت کرنا اور اللہ سے اس کی ہدایت کے لیے دعا کرنا جائز ہے مگر مرنے کے بعد اس کے لیے معافی کی دعا کرنا بالکل ناجائز اور منع ہے۔

سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام کا تذکرہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کرو بے شک وہ ہمارے برگزیدہ پیغمبر اور رسول تھے۔ (51) اور ہم نے ان کو طور کی داہنی طرف پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک بلایا۔ (52) اور اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون عطا کیا۔ (53)

تشریح: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد کچھ اور پیغمبروں کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر مختصر الفاظ میں یوں کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ ان کے بارے میں تفصیلاً پہلے گزر چکا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے خاص طور پر چن لیا تھا، یعنی رسول بنایا۔ نبی اور رسول کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ نبی کا مطلب ہے خبر دینے والا اور رسول کا مطلب ہے اللہ کا پیغام دینے والا، یعنی ایسا خاص، عالی مرتبہ، نیک خصلت اور پاکیزہ متقی انسان جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے اپنی طرف سے کتاب ہدایت دے کر مقرر کر دے کہ اللہ کے بتائے ہوئے زندگی گزارنے کے بہترین اصول و قوانین لوگوں تک پہنچا دے تاکہ لوگ توحید اور شرک، نیکی اور بدی میں فرق جان لیں اور پھر راہ ہدایت پر چلنے کی کوشش کریں اور آخرت میں جنت حاصل کریں، دوزخ کے عذاب سے بچ سکیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خاص عزت یوں دی کہ آپ کو کوہِ طور پر بلایا اور ان سے کلام کیا۔ یہاں ذکر ہے کہ کوہِ طور کی داہنی جانب بلایا، یعنی پہاڑ کا مشرقی دامن۔ سیدنا موسیٰ مدین سے مصر جاتے ہوئے پہاڑ کے جنوب سے گزر رہے تھے تو یوں کوہ طور کے دائیں جانب مشرق اور بائیں جانب مغرب ہوا۔ لہٰذا طور کے مشرقی دامن کو داہنی جانب کہا گیا، ورنہ پہاڑ کا دایاں، بایاں رخ تو ہوتا نہیں۔ پھر ان پر یہ مہربانی کی کہ مددگار کے طور پر ان کے بھائی ہارون کو بھی نبوت دے کر ان کے ساتھ کر دیا۔ تاکہ دونوں مل کر مصر جائیں اور فرعون کو سمجھائیں کہ ظلم وستم سے باز آ جائے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دے۔ اسی طرح دوسرے کئی نبیوں کا ذکر کیا گیا۔

مختلف انبیاء کا مختصر ذکر

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ
يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
اِدْرِيْسَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۠ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۠ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْرَآءِيْلَ ۠ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا
وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ السجدة

اور کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر بھی کرو کہ وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔﴿54﴾ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے پسندیدہ اور برگزیدہ تھے۔﴿55﴾ اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو، وہ بھی نہایت سچے نبی تھے۔﴿56﴾ اور ہم نے ان کو بلند مقام پر اٹھا لیا تھا۔﴿57﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنے پیغمبروں میں سے فضل کیا، یعنی آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا، جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور روتے رہتے ہیں۔﴿58﴾

تشریح: سیدنا اسحٰق، سیدنا موسیٰ، سیدنا ہارون اور سیدنا اسمٰعیل علیہم السلام کا ذکر بڑے پیارے انداز میں کیا گیا ہے۔ یہ سب انبیاء بڑے ہی نیک، مستقل مزاج اور مقبول الٰہی بندے تھے ان میں سے ایک اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اللہ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "اور بے شک وہ وعدے کے سچے اور ہمارے نبی تھے! اور اپنے گھر والوں کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے رب کے پسندیدہ تھے۔"

سیدنا ادریس علیہ السلام کا زمانہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ تھا۔ آپ کو بھی رب العزت نے ایک خاص مقام دیا تھا آپ بڑے سچے متقی اور علوم و فنون میں بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے۔ یہ سب ایسے اچھے اور بہترین انسان تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے اپنے فضل و کرم سے مالا مال کر رکھا تھا۔ یہ لوگ وعدے کے سچے اور نماز و زکوٰۃ پر سختی سے پابندی کرنے والے اور رشد و ہدایت کی تلقین کرنے والے متقی لوگ تھے۔ یہ تمام لوگ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے چنے ہوئے خاص لوگ تھے اور یہ لوگ ان برگزیدہ لوگوں کی نسل میں سے تھے جن کو طوفان نوح سے بچانے کے لیے کشتی میں سوار کروا دیا گیا تھا۔ ان لوگوں میں اللہ کا خوف اور انکساری اس قدر موجود ہے کہ جب بھی ان کے سامنے اللہ کی نازل کردہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ عجز و انکسار سے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زار و قطار روتے ہیں یہ سب اللہ کے خوف اور اس کی بندگی کا نشان ہے۔ یہ آیت 58 سورۂ سجدہ کی

آیت ہے یعنی جو بھی کوئی اسے پڑھے یا سنے سجدہ ادا کرے۔ مطلب یہ ہے کہ عاجزی وانکساری انسان کی بہت بڑی صفت ہے۔ کسی بھی صورت سے چاہے مالی ہو، روحانی ہو عزت ووقار کا معاملہ ہو کبھی بھی غرور نہیں کرنا چاہیے۔ غرور وتکبر اور اللہ سے دوری، غفلت کسی صورت میں اللہ رب العزت کو پسند نہیں۔

نماز چھوڑنے اور گمراہ ہونے والے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾

پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا، (گویا اسے کھو دیا) اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے، سو عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔ ﴿٥٩﴾

تشریح: سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک لوگوں کا یہی دستور رہا ہے کہ اپنے بھیجے ہوئے نبی کی تعلیمات کو اتنی دیر یاد رکھا جتنی دیر نبی موجود رہے سوائے آخری نبی اور آخری کتاب قرآن پاک کے باقی تمام انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں کو ہی بدل دیا گیا اور پھر فسق وفجور میں ایسے گم ہوئے کہ آخرت کا خیال ہی نہ رہا۔ نماز کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے کہ جو زندگی کی مصروفیات میں اعتدال پیدا کرتی ہے اور دن کے ہر اہم حصہ میں یاد دلاتی ہے کہ اپنے رب کو یاد کرو۔ اس سے ملاقات کرو۔ اس سے مدد مانگو (کسی اور سے مدد مت مانگو) وہ تم پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش کر دے گا۔ اگر کوئی گناہ ہو گیا ہے تو بھی اللہ کے آگے جھکو اور فوراً توبہ کرلو غرض نماز ہماری زندگی کی سلوٹیں نکال دیتی ہے۔ اور تازہ تازہ استری شدہ زندگی ملتی رہتی ہے۔ جبکہ نماز سے دوری انسان کو نفسانی خواہشات میں پھنسا کر اتنی دور لے جاتی ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور صرف خواہشات کے پیچھے ہی بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ اور پھر اسے اپنی اصل منزل یعنی موت، قبر اور قیامت سب کچھ بھول جاتا ہے۔ خواہشات کا نشہ اس کے اوپر جن کی طرح سوار ہو جاتا ہے ایک نشہ کی طرح اس کو مدہوش کر دیتا ہے۔ اور جب وہ مرتا ہے تو سب کچھ یہاں چھوڑ کر گندا اعمال نامہ لے کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ تو اس کو وہاں کیا ملے گا۔ بہت برا بدلہ اور بہت برا ٹھکانا۔ اور یہ بہت جلد ہونے والا کام ہے۔ کیونکہ زندگی کی مدت زیادہ طویل نہیں ہوتی۔ اور یوں سمجھ لیں کہ یہ مہلت بڑی ہی تھوڑی ہے۔ یہ رابطہ جو نماز کے ذریعہ انسان کو ملا ہوا ہے اللہ کے ساتھ جڑنے کا، اس سے لاپرواہی سراسر نقصان کا ہی باعث ہے۔ اگر دنیا ہی میں اس کا احساس ہو جائے تو عیش ہی عیش ہیں۔ دنیا اور آخرت میں بھلائی حاصل ہوتی ہے۔

نیک لوگوں کے لیے انعامات

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ
الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

ہاں! جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا۔ (60)
ہمیشہ رہنے والی جنت جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے۔ اور جو ان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے بے شک اس کا وعدہ (نیک لوگوں کے سامنے) آنے والا ہے۔ (61) وہ اس میں سلام کے سوا کوئی بیہودہ کلام نہ سنیں گے اور ان کے لیے صبح وشام کا کھانا تیار ہوگا۔ (62) یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو مالک بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا۔ (63)

تشریح: ان آیات میں ایسے لوگوں کے انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوئے اور پوری شرائط کے ساتھ توبہ کر لی اور پھر کبھی غلط راستوں کا رخ نہ کیا تو ان لوگوں سے ایسی بہشت کا وعدہ کیا گیا ہے جو بہترین زندگی کا نمونہ ہوگی یہ تو راز کی بات ہے کیونکہ کسی نے اپنی آنکھوں سے اسے نہیں دیکھا یہ تو اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اور اس جنت کو حاصل کرنا آسان کام نہیں اس کے لیے پوری زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزارنی ضروری ہے۔ جس سے جنت حاصل ہوگی۔

جنت کا تصور ہی انسان کو باغ و بہار کر دیتا ہے۔ اور پھر سونے پہ سہاگہ کہ یہ دنیاوی عیش وآرام کی طرح نہ ختم ہوگا اور نہ ہی اس عیش وآرام سے انسان اکتائے گا۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ مگر صرف پرہیزگاروں کے لیے ہوگا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ کسی انسان کا نہیں کہ پورا ہونے میں شک وشبہ ہو۔

فرشتے حکم الٰہی کے پابند ہیں

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ
رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ
ع 4/15/7 هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

اور فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ ہم تمہارے رب کے حکم کے بغیر اتر نہیں سکتے، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے، سب اسی کا ہے اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں۔ (64) آسمان اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ بھلا تم کوئی اس کا ہم نام جانتے ہو۔ (65)

تشریح: فرشتوں کا ذکر یہاں اچانک آ رہا ہے۔ حدیث صحیح بخاری میں اس کا شان نزول (نازل ہونے کا مقصد) یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ ذرا زیادہ آیا کرو، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں جبرائیل علیہ السلام نے اپنی حیثیت، اپنا کام اور اللہ کی حاکمیت اور قدرت کا اظہار پوری طرح سے کر دیا کہ میں آپ اور سب چیزیں تمام

مخلوقات صرف اسی کے حکم کی پابند ہیں، اس لیے اس پر مکمل بھروسہ رکھو۔ دل و جان سے صرف اسی کی ہی عبادت کرو۔ اور غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا نام اور اس کے تمام صفاتی نام صرف اسی کے ہی ہیں۔ کوئی شخص کوئی طاقت اور کوئی چیز اس کے کسی نام میں نہ مقابلہ کر سکتی ہے نہ ہم معنی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کبھی ہو سکے گی۔ اللہ کے صفاتی نام 99 ہیں اور ان تمام ناموں میں کون ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے مثال کے طور پر الہ کا مطلب ہے معبود (جس کی عبادت کی جائے۔) عبادت کس کی ہونی چاہیے؟ کس کے سامنے سجدہ کر کے اپنی حیثیت کی نفی ہو سکتی ہے۔ (یعنی اپنے کو کم ترین، کمزور ترین، بے بس اور لاچار سمجھنا) اور پھر اس سے ہر طرح کی مدد مانگی جا سکتی ہے۔ اس کو اپنا سب سے بڑا مددگار رحیم و کریم اور مہربان سمجھا جا سکتا ہے۔ کون ایسا ہو سکتا ہے جو ہمیں پیدا کر سکتا ہے؟ کیا ہماری پیدائش کا ذریعہ اللہ اور اس کی پیدا کی ہوئی ماں کے سوا کسی بھی اور طریقہ سے ہو سکتی ہے؟ کیا ہمیں ماں جیسی مہربان ہستی اللہ کے سوا کوئی اور دے سکتا ہے؟ اور پھر ہماری ساری زندگی کے سامان، زندہ رہنے کے سامان، ہوا، پانی، روشنی، پھول، پھل، رہنے کو زمین اور حفاظت کے لیے آسمان (آسمان بہت زیادہ فضائی مشکلات سے ہمیں بچاتا ہے۔ سورج کی بے پناہ تپش اور ہر وقت شہاب ثاقب کی بارش اور بے شمار فضائی آفات سے آسمان کا غلاف ہمیں بچاتا ہے) کیا یہ سارا بندوبست اللہ کے سوا کوئی اور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں دنیا کی کوئی طاقت یہ سب کچھ تو بڑی بات ہے، ایک تنکا تک نہیں بنا سکتی خود اپنی قدرت سے۔ تو پھر کون سے ایسے جذبات ہیں جو لوگوں کو اس خالق و مالک کی عبادت سے روک کر انسانوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتے ہیں؟ حاجت روائی کے لیے پتھروں، بتوں، پہاڑوں، دریاؤں، سورج، چاند، ستاروں، دیوی دیوتاؤں اور طاقتور ملکوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتے ہیں؟ آخر لوگوں کا یقین اللہ پر اس قدر مضبوط کیوں نہیں ہو جاتا کہ اللہ رب العلمین ہی کو پکاریں۔ اس اللہ کو پکاریں جس کے علاوہ کوئی الہٰ ہی نہیں۔ الہ کا مطلب ہے خاص وہ جو حاجت پوری کرتا ہے، پناہ دیتا ہے، سکون دیتا ہے۔ جو سب سے بالاتر ہے۔ جو بالا دستی دیتا ہے۔ شرک کیا ہے؟ صرف یقین کی کمزوری جو انسان کو بلندی سے پستی میں گرا دیتی ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انسان کو ذلیل و خوار کر دیتی ہے۔ کیوں نہ قرآن کی ہدایات پر عمل کر کے اپنے آپ کو شرک کی غلاظت سے پاک صاف رکھا جائے۔ قرآن پاک میں بار بار اللہ کی وحدانیت پر زور دیا گیا ہے شرک سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔ ''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہٰ کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔ (سورۂ قصص آیت: 88) دلوں کو سکون صرف اللہ ہی بخشتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

''اور وہ ذات باری ہے جو انسانوں کے دلوں پر سکون اتارتی ہے تا کہ وہ اپنے ایمان میں اضافہ کریں۔'' (سورۃ الفتح آیت: 4)

ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ جب بھی ہم کسی دوسرے شہر یا ملک کے لیے سفر پر نکلتے ہیں تو ہم وہاں کے موسم، رسم و رواج اور راستہ کی طوالت (دوری) کے مطابق بندوبست کرتے ہیں سامان اور کھانے پینے کا بندوبست اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ راستہ میں اور وہاں پہنچ کر کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ اسی طرح یہ زندگی بھی ایک سفر ہے اور ہماری منزل قبر ہے۔ جبکہ قبر صرف جسم کی پناہ گاہ ہے روح کی پناہ گاہ دوسری دنیا میں موجود ہے۔ پہلے عالم برزخ اور پھر قیامت یوم الحساب، پھر سزا یا جزا۔ اس منزل کو آسان ترین اور بہترین کرنے کے لیے ہم نے اللہ کو وسیلہ بنا لیا ہے جو کہ سب سے بہترین وسیلہ ہے اس نے ہمیں قرآن کتاب

ہدایت دے دی ہے اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں (اینٹیں) یہ ہیں۔ (1) الٰہ۔ (2) رب۔ (3) عبادت۔ (4) دین۔
یہی پیغام فرشتے نے آنحضرت ﷺ اور پورے ابن آدم کو دیا ہے۔ ''تمہارا رب بھولنے والا نہیں۔ آسمانوں اور زمین کا اور جوان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے، تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ بھلا تم کوئی اس کا ہم نام جانتے ہو۔''؟ (سورۂ مریم آیت:65)

اس سے زیادہ اور کیا وضاحت ہو سکتی ہے؟ سمجھنے والے کے لیے تو صرف ایک لفظ ''اللہ'' ہی جھک جانے کے لیے کافی ہے نہ سمجھنے والوں کے لیے آپ کچھ بھی کر لو جھک نہیں سکتے۔ ایسے ہی بدنصیب لوگوں کے بارے میں اگلی آیات میں وضاحت کی گئی ہے۔ اور قیامت کے احوال ہیں۔

دوبارہ زندہ ہونا، قیامت اور پل صراط کا بیان

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا
خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ
حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ
لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ
حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

اور کافر کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ (66) کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی چیز نہ تھا۔ (67) تمہارے رب کی قسم ہم ان کو جمع کریں گے اور شیطانوں کو بھی، پھر ان سب کو جہنم کے گرد جمع کریں گے اور وہ گھٹنوں پر گرے ہوئے ہوں گے۔ (68) پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو اللہ سے سخت سرکشی کرتے تھے۔ (69) اور ہم ان لوگوں سے خوب واقف ہیں جو اس میں داخل ہونے کے بہت لائق ہیں (زیادہ لائق ہیں)۔ (70) اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا، یہ تمہارے رب پر لازم اور مقرر ہے۔ (71) پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے۔ اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔ (72)

تشریح: جب کفار نے دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب کتاب کے بارے میں سنا تو بولے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا آسان سا جواب ہے اگر اللہ نے ہمیں یہاں زندگی دی ہے جو کہ یقینی طور پر موت آنے پر ختم ہو جائے گی تو سوچنے کی بات ہے کیا اللہ نے ہمیں بے مقصد پیدا کیا ہے؟ ہرگز نہیں ہمیں ضرور پوچھا جائے گا کہ دنیا میں کیا کیا؟ اور یہی حساب کا دن ہوگا۔ اور اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے۔ ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (مریم آیت:72)

یہ سب غائب کی باتیں ہیں جن کے بارے میں ہمیں پہلے سے بتا دیا گیا اور مہلت بھی دی گئی ہے۔ انسانی عقل ان غائب کے معاملات کو، اللہ کی ذات کو صرف اتنا ہی جان سکتی ہے جتنا اللہ نے اس کو بتا دیا ہے۔ اس سے آگے انسان مجبور و بے بس ہے۔ ڈاکٹر کامنے ڈونوائے نے اپنی کتاب The Human Destuny میں لکھا ہے۔ ''اگر ہم سائنس کے جمع شدہ سرمایہ کا تنقیدی مطالعہ کریں اور اس سے منطقی اور عقلی نتائج جمع کریں تو یہ نتائج لازمی طور پر ہمیں اللہ تک لے آتے ہیں۔''

(The Observer London 13 April 1930. از)

اس لیے اللہ کی نشانیاں جو ہمارے چاروں طرف بکھری پڑی ہیں ان سے اللہ کو پہچان کر اس کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر نجات حاصل کرنے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ آیت نمبر 1 تا 7 میں پل صراط کا ذکر ہے، یعنی جہنم کے اوپر جو پل قائم کیا جائے گا اس پر سے ہر ایک نے گزرنا ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے پوچھا کہ پل صراط کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ (صحیح بخاری)

غلط لوگوں کی اچھی امیدیں باندھنا

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ
خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا
وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ
اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾
اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ
عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ
مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ
سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ ع 5 17 8
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ
الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ
الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں۔ (73) اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں وہ لوگ ان سے ٹھاٹھ اور نمود میں کہیں اچھے تھے۔ (74) کہہ دو کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے، اللہ اس کو آہستہ آہستہ مہلت دیے جاتا ہے یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ عذاب، خواہ قیامت تو اس وقت جان لیں گے کہ مکان کس کا برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے۔ (75) اور جو لوگ ہدایت پاتے ہیں اللہ ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ تمہارے رب کے صلے کے لحاظ خوب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ (76) بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ اگر میں دوبارہ زندہ ہوا بھی تو یہی مال اور اولاد مجھے وہاں ملے گا۔ (77) کیا اس نے غیب کی خبر پالی ہے یا اللہ سے عہد لے لیا ہے؟ (78) ہرگز نہیں یہ جو کچھ کہتا ہے ہم اس کو لکھتے جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ عذاب بڑھاتے جاتے ہیں۔ (79) اور جو چیزیں یہ بتاتا ہے ان کے ہم وارث ہوں گے اور یہ اکیلا ہمارے سامنے آئے گا۔ (80) اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے عزت اور مدد کا سبب بنیں۔ (81) ہرگز نہیں وہ جھوٹے معبود ان کی عبادت سے انکار کر دیں گے اور ان کے دشمن اور مخالف ہوں گے۔ (82) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطان کو کافروں پر مقرر کر رکھا ہے کہ ان کو برائی پر اکساتے رہتے ہیں۔ (83) تو آپ ان پر عذاب کے لیے جلدی نہ کرو اور ہم تو ان کے لیے دن شمار کر رہے ہیں۔ (84) جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ کے سامنے مہمان کے طور پر حاضر کریں گے۔ (85) اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لیں گے (لیے جائیں گے) (86) تو لوگ کسی کی سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے مگر جس نے اللہ سے اقرار لیا۔ (87)

تشریح: ان آیات میں فخر و غرور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ رب العلمین ہے، رازق ہے، وہ ہر کسی کو چاہے کوئی مومن ہو چاہے کافر سب کو رزق دیتا ہے اور رزق تقسیم کرنے کا اس کا اپنا ہی انداز ہے۔ جس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ رزق، مال اور اولاد صرف فخر کرنے کی چیز نہیں بلکہ شکر کرنے کی چیز ہے۔ اور یہ دنیا میں بڑی آزمائش کی چیزیں ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔'' (صحیح مسلم)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا کی وقعت اللہ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ (جامع ترمذی)

کفر و شرک تو خیر ہیں ہی ناقابل معافی گناہ یہاں دنیا میں ان کو بڑی مہلت دی جاتی ہے تاکہ ان کو توبہ کرنے، غور کرنے اور ایمان کو سمجھنے اور قبول کرنے کا خوب موقع مل جائے کیونکہ قیامت اور یوم الحساب میں تو پھر سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہ ہوگا اور پھر وہاں ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ فائدے میں کون تھا اور نقصان میں کون رہا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ اللہ کے ہاں اگر کوئی چیز عزت کا باعث ہے تو وہ صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ اللہ پاک کا کلام سن کر اور اس کی بے شمار نشانیاں دیکھ کر جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ آخرت میں اپنا علیحدہ علیحدہ حساب ضرور دیں گے۔ یہ سب قرآن کی برکات ہیں کہ جو ہمیں ہر صورت

خبردار کررہا ہے۔اصل میں قرآن ایک ایسا دریچہ ہے جس سے ہم اگلی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہاں کے عذاب اور ثواب کو بڑے ہی مفصل طریقہ سے بتادیا گیا ہے۔ جوبھی شرک کررہے ہیں عذاب دردناک کے لیے تیار ہو جائیں اور جو اللہ کے عبادت گزار نیک بندے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ کے خاص مہمان ہوں گے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ''ان کے گناہوں کا کفارہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سولی پر چڑھ کر ادا کر دیا ہے وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ ان کی سفارش سے بخش دیے جائیں گے۔ حالانکہ یہ تو شرک ہے۔ بخشے صرف وہی جائیں گے جو توحید کے ماننے والے نیک، سچے اور پکے مسلمان ہیں۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں سے وعدہ کیا ہے ''جس دن ہم پرہیز گاروں کو اللہ کے سامنے مہمان کے طور پر حاضر کریں گے۔'' (آیت:85)

اللہ تعالیٰ رشتے ناتے سے بے نیاز ہے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ
وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي
لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ
عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ إِنَّ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ
قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع 16 6 9

اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ (88) ایسا کہنے والو یہ تو تم بری بات زبان پر لاتے ہو۔ (89) قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔ (90) کہ انہوں نے اللہ کے لیے بیٹا تجویز کیا۔ (91) اور اللہ کے شایاں نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ (92) تمام لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے سامنے بندے ہو کر آئیں گے۔ (93) اس نے ان سب کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے اور ایک ایک کو شمار کر رکھا ہے۔ (94) اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر کیے جائیں گے۔ (95) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ ان کو محبت عطا فرمائے گا۔ (96) (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے یہ قرآن آپکی زبان میں آسان نازل کیا ہے تا کہ آپ اس سے پرہیز گاروں کو خوشخبری پہنچا دیں اور جھگڑالو لوگوں کو ڈر سنا دیں۔ (97) اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے بھلا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا کہیں ان کی بھنک سنتے ہو۔ (98)

تشریح: یہودی اور عیسائی مشرک ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی تعلیمات جو کہ توحید کا سبق دیتی ہیں ان کو چھوڑ کر پیغمبروں کو ہی اللہ اور اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ شرک اس قدر شدید گناہ ہے کہ اس سے دنیا تہس نہس ہو سکتی ہے۔ اللہ کیونکہ غفور الرحیم ہے، اس لیے وہ

گنہگاروں، مشرکوں اور کافروں کو فوراً عذاب نہیں دیتا، مگر ان کے برے انجام کے بارے میں قرآن میں بار بار اعلان کیا گیا ہے۔ اسی طرح توحید کی خصوصیات، نیک اور بدلوگوں کا انجام بہت دفعہ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر طارق السویڈان بیان کرتے ہیں۔

(1) دنیا اور آخرت 115 دفعہ قرآن میں آیا ہے۔

(2) فرشتے اور شیطان 88 دفعہ قرآن میں آیا ہے۔

(3) زندگی اور موت 145 دفعہ آیا ہے۔

(4) نفع نقصان 50 دفعہ آیا ہے۔

(5) لوگ اور پیغمبر 50 دفعہ آیا ہے۔

(6) شیطان اور شیطان سے پناہ 11 دفعہ آیا ہے۔

(7) آفات اور نعمتیں 75 دفعہ آیا ہے۔

(8) مسلمین اور جہاد 41 دفعہ آیا ہے۔

(9) زکوٰۃ و برکات 32 دفعہ آیا ہے۔

(10) آزمائش اور صبر 114 دفعہ آیا ہے۔

(11) محمد ﷺ اور شریعت محمدی 4 دفعہ آیا ہے۔

(12) مرد اور عورت 24 دفعہ آیا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل انٹرنیٹ ویب سائٹ سے لی گئی ہے جس کا ایڈریس مندرجہ ذیل ہے۔

(از WWW.ISGR.DRG/QRSTATS.HTML   WWW.UMMAH.NET/LIBRARY/MIRQURAN2/RIGHT.HTML.)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اے پیغمبر ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں آسان نازل کیا ہے تاکہ تم اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری پہنچادو اور جھگڑالو لوگوں کو ڈر سنادو۔" (آیت:97)

تعارف سورۂ طٰہٰ

یہ سورۂ مبارکہ بیسویں ہے۔ اس میں آٹھ رکوع 135 آیات ہیں یہ مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ آپ ﷺ کیونکہ تن تنہا تبلیغ اسلام کے لیے مقرر کردیے گئے تھے اس لیے باوجود اللہ کی خاص مدد کے پھر بھی اکثر اوقات کفار قریش کی مخالفت اور ظلم وستم کی وجہ سے گھبرا جاتے تھے تو ان کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تسلی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے۔ کہ دیکھو انہوں نے بھی تو اکیلے ہی فرعون جیسے ظالم بادشاہ کا مقابلہ کیا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا کی تو آپ ﷺ بھی اللہ پر بھروسہ کریں۔ آپ کو بھی بہترین کامیابیاں ملیں گے ان شاء اللہ۔

اس کے بعد بت پرستی کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟ یہاں سامری کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں ایک اور اخلاقی نکتہ سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ کے ذریعے واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ جس طرح انہوں نے غلطی کا اعتراف کر کے مغفرت کی دعا کی اسی طرح انسان کے لیے معافی کا دروازہ اللہ نے کھول رکھا ہے۔

آخر میں انسان کی غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لیے بڑے مؤثر انداز میں کئی بہترین حقائق بیان کر دیے گئے ہیں۔

نزول قرآن کا مقصد اور صفات باری تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰهٰ ﴿١﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ﴿٢﴾ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿٣﴾ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ﴿٤﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰی ﴿٦﴾ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ یَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰی ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ﴿٨﴾

طٰہٰ: (1) (اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جاؤ۔ (2) بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لیے نازل کیا ہے جو خوف رکھتا ہے۔ (3) یہ اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے۔ (4) وہ رحمٰن عرش پر قائم ہے۔ (5) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ زمین کی مٹی کے نیچے ہے سب اسی کا ہے۔ (6) اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔ (7) اللہ وہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے سب نام اچھے ہیں۔ (8)

تشریح: کیونکہ آنحضرت ﷺ رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے اور قرآن پڑھتے رہتے تو عبادت کا طریقہ اللہ نے یوں مقرر کر دیا کہ اس میں میانہ روی اختیار کریں اور اس بات کو خاص طور سے ذہن میں رکھیں کہ آپ کا کام ہے تبلیغ، یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایات لوگوں تک پہنچائیں یہ نہیں کہ رات بھر عبادت کرتے رہیں۔ تو اس کے بعد سے آپ ﷺ رات کے پہلے پہر آرام کرتے اور پچھلے پہر اٹھ کر عبادت کرتے اور دن بھر درس و تدریس اور اشاعت دین میں مشغول رہتے۔ قرآن ایک بہترین ہدایت کی کتاب ہے۔ یہ کتاب کسی معمولی ہستی کی بھیجی ہوئی نہیں۔ یہ کتاب اس رب جلیل، مالک الملک، رب العلمین کی بھیجی ہوئی ہے جو پوری کائنات کا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کے حکم اور قبضہ میں ہے اسی لیے اس وحدہٗ لاشریک لہ کو اپنی ضرورتوں، دعاؤں، مشکلات، نجات اور عبادت کا منبع سمجھ کر اسی کے سامنے مسلمان جھکتا ہے۔ رکوع و سجود صرف اسی کے لیے خاص ہیں اور کوئی بھی اس کے قابل نہیں اسی لیے تو فرمایا گیا۔ ''اس کے سب نام اچھے ہیں۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، آزمائش، معجزات اور ہدایت

وَهَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ﴿۹﴾ اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّىۡۤ
اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰٮهَا نُوۡدِىَ يٰمُوۡسٰى ؕ﴿۱۱﴾ اِنِّىۡۤ اَنَا
رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ؕ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا
يُوۡحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِىۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِىۡ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ
اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ
بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ فَتَرۡدٰى ﴿۱۶﴾ وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا
عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلۡقٰٮهَا
فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡ ٚ سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضۡمُمۡ
يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ۙ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا
الۡكُبۡرٰى ۚ﴿۲۳﴾ اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع 1 24 10

اور کیا آپ کو موسیٰ کے حال کی خبر ملی ہے۔ (9) جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، میں وہاں جاتا ہوں شاید اس میں سے میں تمہارے پاس انگاری لاؤں یا آگ کے مقام کا رستہ معلوم کرسکوں۔ (10) جب وہاں پہنچے تو آواز آئی۔ (11) موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں تم اپنا جوتا اتار دو تم یہاں پاک میدانِ طویٰ میں ہو۔ (12) اور میں نے تم کو چن لیا ہے۔ تو جو حکم دیا جائے اسے سنو! (13) بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میری عبادت کیا کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔ (14) قیامت یقیناً آنے والی ہے، میں اس کو ظاہر کرنے والا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ ملے جو اس نے کمایا ہے۔ (15) تو جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے کہیں تمہیں اس کے یقین سے روک نہ دے تو اس صورت میں تم ہلاک ہو جاؤ۔ (16) اور اے موسیٰ! یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ (17) انہوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں۔ (18) فرمایا: موسیٰ! اسے ڈال دو۔ (19) انہوں نے اس کو ڈال دیا اور وہ اسی وقت دوڑتا ہوا سانپ بن گئی۔ (20) اللہ نے فرمایا کہ ”اسے پکڑ لو اور ڈرنا مت ہم ابھی اس کو پہلی حالت پر لوٹا دیں گے (21) اور اپنا ہاتھ بغل سے نکالو وہ کسی بیماری یا عیب کے بغیر سفید چمکتا دمکتا نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ (22) تا کہ ہم تمہیں اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں (23) تم فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ (24)

تشریح: تمام نبیوں کو نبوت ملنے کے مختلف طریقے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو تسلی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ مختصراً اس واقعہ کو بیان فرماتا ہے جس کا تعلق سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک مصری ہلاک ہو گیا اور آپ گرفتاری سے بچنے کے لیے مصر سے بھاگ کر مدین جلاوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد واپس مصر کی طرف جا رہے تھے کہ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے سے گزرتے ہوئے دور سے آگ نظر آئی۔ آگ کی ضرورت تھی، اس لیے لینے چلے گئے اور وہاں ان کو اللہ نے نبوت عطا کر دی اور حکم دیا کہ توحید پر یقین رکھو اور نماز کا حکم دو اور آخرت پر یقین رکھو اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا اور نہ پیدا کرنے کے بعد بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ جسمانی نشوونما کے لیے کائنات کا ہر ہر ذرہ مددگار ہے اور روحانی نشوونما کے لیے ہر زمانے اور ہر جگہ پیغمبر اور رسول بھیجے گئے جو ہمیشہ اللہ کی وحدانیت یعنی توحید کی تعلیم دیتے رہے پھر اللہ کی عبادت اور زندگی کو بہترین طریقہ سے گزارنے کی تعلیم دیتے رہے اور پھر یہ بتاتے رہے کہ یہ زندگی بے کار، کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ اس کا گزرا ہوا ہر ہر لمحہ، ہر ہر قول اور عمل باقاعدہ ریکارڈ ہو رہا ہے فلم بن رہی ہے ہماری پوری زندگی کی۔ کیونکہ یہ زندگی تو صرف عمل کرنے کی زندگی ہے ایک امتحان کا پرچہ ہے جس کا ٹائم بھی مقرر کر دیا گیا ہے ہر چیز کا وقت اللہ نے اپنے پاس مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔ جونہی امتحان کا وقت ختم ہو گا ایک زوردار بگل بجے گا اور تمام مخلوقات اور پوری کائنات ختم ہو جائے گی، پھر دوبارہ ایک بگل بجے گا تو تمام مخلوقات اپنے اپنے امتحان کے پرچے یا وڈیو فلمز لے کر اللہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے اور ہماری زندگی کا مقصد ہی یہی ہے۔ اس لیے ہر شخص کو بڑی احتیاط اور دین اسلام کے طریقوں کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنی چاہیے۔ یہ امتحانی زندگی بڑی مختصر ہے جبکہ دوسری آنے والی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔ کبھی ختم نہ ہونے والی ہو گی۔ یہی پیغام تمام نبیوں اور تمام رسولوں نے دیا ہے۔

یہی احکامات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے۔ لوگوں کو یقین دلانا بڑا مشکل کام ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے ان کو کچھ مختلف قسم کے معجزات دیے جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دو بہت بڑے معجزے دیے گئے۔ اور پھر حکم دیا گیا کہ جاؤ فرعون کے پاس اور اس کو توحید کی دعوت دو۔

فرعون کو دعوت توحید دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ وہ تو خود اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا اور سو شیطانوں کا ایک شیطان تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ قصہ بیان کیا کہ آپ ان کفار مکہ، مشرکین، یہود اور نصاریٰ سے ہرگز پریشان نہ ہوں اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو آپ بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ ان کے ساتھ تھا اور اللہ آپ کے ساتھ بھی ہے۔ آپ کا کام ہے لوگوں کو نیکی کرنے کی تعلیم دینا پھر حساب کتاب کر کے ان کو سزا و جزا دینا ہمارا کام ہے۔ یہ قرآن کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس ساری بات کو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک چھوٹی سی آیت میں بیان کر دیا ہے۔ فرمایا ''بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنے والی ہے، اللہ تعالیٰ اسے ایک وقت مقرر پر ظاہر کرے گا تاکہ ہر شخص کو بدلہ ملے جو اس نے کمایا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ وہ گھڑی یا ساعت کوئی حادثہ نہیں ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے باقاعدہ پروگرام کے تحت اس دنیا کو دوسری دنیا کی

شکل میں تبدیل کرنے کا زبردست عمل ہوگا۔ آج کی ایجادات اور سائنسی ترقی نے اس بات کو ماننا بہت آسان کر دیا ہے کہ ہمارے اعمال چاہے صرف سوچ کی حد تک ہوں یا نیت کی حد تک ہوں یا پھر عمل میں آ چکے ہوں وہ ضرور ہم خود اپنی تیار کی گئی فلم وڈیو فلم، ٹیلی ویژن یا ریڈیو سے کسی بھی ایکٹر، ایکٹریس، بوڑھے بچے یا جوان عورت ہو یا مرد کی فلم تیار کر کے مدتوں بعد تک محفوظ کر سکتے ہیں تو اللہ جس نے یہ کائنات بڑے عظیم سائنسی حساب کتاب سے بنائی ہے اور اس میں آواز کی لہروں اور شعاؤں کا اس قدر منظم اور محکم بندوبست کر رکھا ہے کہ کسی شخص کی کوئی حرکت کوئی خیال اور کوئی نیت اس سسٹم سے اوجھل نہیں جو ہمارے چاروں طرف پھیلا دیا گیا ہے۔ عمل تو فلم میں آ گیا اب بندہ سوچتا ہے کہ نیت، ارادہ اور خیال کس طرح ریکارڈ ہو سکتا ہے؟ وہ اس طرح ریکارڈ ہو جاتا ہے جس طرح خاموش ایکٹنگ چہرے کے تاثرات سے ادا کی جاتی ہے۔ ہمیں یہ یقین کر لینے میں ہرگز کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہوا کی لہریں اور حرارتی لہریں ہمیں ہر طرف سے ہر وقت گھیرے رکھتی ہیں جن سے ہم بچ نہیں سکتے چاہے ہم اندھیرے میں ہوں، اجالے میں ہوں، کھلے میدان میں ہوں، کمرے میں ہوں یا کہیں انتہائی پوشیدہ جگہ میں ہوں۔ ہم ان سے بچ نہیں سکتے بس یہی قدرت کا کمال ہے۔ اللہ کے حکم سے یہ نظام کائنات ہر وقت ہر صورت باقاعدہ چلتا رہتا ہے اسی لیے قرآن میں آتا ہے ''نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ اس کو نیند آتی ہے۔'' (آیت الکرسی)

اب دیکھیں یہ بات سمجھ لینی کس قدر آسان ہے کہ ہم ضرور مریں گے کیونکہ یہ عمل تو دن رات ہمارے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ پھر زندہ کیے جائیں گے پھر اللہ کے حضور اپنے وڈیو فلم کے ساتھ حاضر ہو کر اپنا انعام یا سزا پائیں گے۔ سبحان اللہ۔ دعا ہے

اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا يَسِيْرًا۔ ترجمہ: ''اے اللہ میرا حساب آسان کر۔'' آمین۔

سیدنا موسیٰ کی دعاؤں کی قبولیت اور بچپن کی یادیں

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾
يَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾
وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا
بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ
اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِی الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ
بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى
عَيْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ
كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾
اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ
اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا
رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ
وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ
وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾

کہا میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے (25) اور میرا کام آسان کر دے (26) اور میری زبان کی گرہ کھول دے (27) تا کہ
وہ میری بات سمجھ سکیں (28) اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما۔ (29) یعنی میرے بھائی ہارون کو۔ (30)
اس سے میری قوت کو مضبوط کر (31) اور اسے میرے کام میں شریک کر (32) تا کہ ہم تیری بہت پاکی بیان کریں (33) اور تجھے کثرت
سے یاد کریں۔ (34) تو ہم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ (35) فرمایا موسیٰ! تمہاری دعا قبول کی گئی۔ (36) اور ہم نے تم پر ایک اور بھی
احسان کیا تھا۔ (37) جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کے ذریعے پیغام بھیجا۔ (38) (وہ یہ تھا) کہ موسیٰ کو صندوق میں رکھو اور
صندوق کو دریا میں ڈال دو تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا، اور میرا اور اس کا دشمن اسے اٹھا لے گا اور موسیٰ! میں نے تم پر اپنی
طرف سے محبت ڈال دی اس لیے کہ تم پر مہربانی کی جائے اور اس لیے کہ تم میرے سامنے پرورش پاؤ۔ (39) جب تمہاری بہن
(فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسا شخص بتاؤں جو اس کو پالے، تو اس طریقہ سے ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس
پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنج نہ کرے اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تو ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور ہم نے
تمہاری کئی بار آزمائش کی، پھر تم کئی سال اہل مدین میں ٹھہرے رہے، پھر اے موسیٰ تم تقدیر کے مطابق ٹھیک اپنے وقت پر یہاں
پر آ پہنچے (40) اور میں نے تم کو اپنے کام کے لیے بنایا ہے۔ (41) تو تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں
سستی نہ کرنا۔ (42) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ (43) اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر
جائے۔ (44) دونوں کہنے لگے کہ ہمارے پروردگار ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر ظلم کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے (45) اللہ نے فرمایا
ڈرومت میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں (46) اچھا تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے
ہوئے ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجیے اور انہیں عذاب نہ کیجیے۔ ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی
طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو۔ (47) ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے یا منہ
پھیرے اس کے لیے عذاب تیار ہے۔ (48)

تشریح: اصل اور مکمل واقعہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا سورۂ قصص میں ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ یہاں بہت مختصر بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اصل میں تو آنحضرت ﷺ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تبلیغ کے لیے کیا کچھ ضروری اور کیا کچھ مشکلات پیش آتی ہیں جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی نبوت کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اور ان کو کئی مشکلات سے اپنی حکمت سے بچائے رکھا۔ مثلاً اللہ نے فرمایا: جو سال بچوں کے قتل کا تھا اس سال آپ کی پیدائش ہوئی۔ قتل کر دیے جانے کے خوف سے تیری ماں نے اللہ کے حکم سے تجھے صندوق میں بند کر کے سمندر میں ڈال دیا، پھر اسی کے دل میں تیرے لیے محبت ڈال دی جو تیرا اور میرا دشمن تھا اور اسی نے تیری پرورش کی۔ تمام دایاؤں کا دودھ تجھ پر حرام کر دیا اور اپنی قدرت سے تیری ماں کو ہی تیرے دودھ پلانے پر مقرر کروا دیا، پھر تیرے ہاتھوں ایک قبطی کا قتل ہو گیا تو وہ لوگ تجھے قتل کر دینا چاہتے تھے تو اس پر بھی اللہ نے تجھے بچا لیا اور تو کئی سال مدین میں رہتا رہا۔ یہ سب اس لیے اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیونکہ اس نے تم سے ایک بہت بڑا کام لینا تھا اور وہ تھا تبلیغ کا۔ اور پوری آزمائشوں کے بعد اب تم میرے پاس آئے ہو جب نبوت کے فرائض کو پورا کرنے کے تم اہل ہو چکے ہو۔

اب جو مکالمہ اللہ تعالیٰ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوا اس سے وہ تمام فرائض آنحضرت ﷺ کو سمجھانے مقصود ہیں جو ایک مبلغ کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

پہلا: داعی الی اللہ (مبلغ) کو کسی وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

دوسرا: مبلغ کو بہت نرم مزاجی، شفقت اور محبت سے بات چیت کرنی چاہیے۔ سخت لہجہ میں نہیں بولنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح لوگ دور بھاگتے ہیں۔

تیسرا: مبلغ کو صبر و سکون، ثابت قدمی، مضبوط ارادے، اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے بالکل نڈر ہو کر اپنا کام کرنا چاہیے۔

چوتھا: مبلغ کو اس انداز میں بات کرنی چاہیے کہ سننے والا ڈر کر یا سمجھ کر ایمان لے آئے۔

یہ تمام ہدایات اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیں اور کہا کہ اب جاؤ فرعون کے پاس کہ اس نے بہت زیادہ طوفان اٹھا رکھا ہے۔ جب کوئی پیغمبر اس کی راہ میں نکلتا ہے تو اللہ ہر لحظہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جو بھی دعائیں کیں اللہ نے ان کو پورا کر دیا۔

پہلی دعا: میرا سینہ کھول دے یعنی نبوت کے اتنے بڑے کام کے لیے مجھے فہم و فراست اور عقل سمجھ عطا کرے۔

دوسری دعا: میری زبان صاف کر دے۔ کیونکہ آپ کی زبان میں زیادہ فصاحت نہ تھی بلکہ لکنت تھی کہ صاف طور سے بات چیت سمجھا سکیں۔

تیسری دعا: میرے گھر والوں میں سے میرا بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دے۔ (سیدنا ہارون آپ سے بڑے تھے) تاکہ ہم مل کر تمام کام کر سکیں اور تیری حمد و ثنا کر سکیں۔

چوتھی دعا: تو سنتا جانتا ہے جس طرح بچپن سے تو نے ہم پر احسانات کیے اب بھی ہم پر احسانات کی بارش کیے رکھ۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ
فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ
فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ ع 2 30 11
اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ
يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ
اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾

اس نے کہا کہ ''موسیٰ تمہارا پروردگار کون ہے؟ ﴿49﴾ کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل صورت بخشی پھر راہ دکھائی۔ ﴿50﴾ کہا تو پہلی جماعتوں کا کیا حال؟ ﴿51﴾ کہا کہ ان کا علم میرے رب کو ہے جو کتاب میں لکھا ہوا ہے، میرا رب نہ بھولتا ہے نہ چوکتا ہے۔ ﴿52﴾ وہ وہی تو ہے جس نے تم لوگوں کے لیے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے رستے جاری کیے اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس نے قسم قسم کی نباتات پیدا کیں۔ ﴿53﴾ کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ، بے شک ان باتوں میں عقل والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔ ﴿54﴾ اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے۔ ﴿55﴾ اور ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلاتا رہا اور انکار ہی کرتا رہا۔ ﴿56﴾ کہنے لگا موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو؟ ﴿57﴾ تو ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کرلو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم اور یہ مقابلہ ایک ہموار میدان میں ہوگا۔ ﴿58﴾ موسیٰ نے کہا کہ آپ کے لیے یوم زینت کا وعدہ ہے اور یہ کہ لوگ اس دن چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں۔ ﴿59﴾

تشریح: ان آیات میں فرعون اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے اللہ کے حق ہونے اور شیطان کے باطل ہونے کا اظہار اس طرح ہوتا ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کا ذکر بڑے ہی دانشمندانہ انداز میں کرتے ہیں۔ انہوں نے ان نکات کو بیان کردیا جن کی تصدیق بیسویں صدی کے سائنسدانوں نے اس طرح کی ہے۔ ''ہر ایک ایٹم کی فطرت میں یہ اصول یا پروگرام فٹ کر دیا گیا ہے کہ وہ خالق حقیقی کو پہچانتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق حرکت کرتے ہیں۔ یہی پہچان ہی زندگی کی روح ہے، لہٰذا اس کائنات میں کوئی چیز بھی مردہ نہیں۔ ہر چیز کا مادی وجود کمپیوٹر کی مانند ہے جو بجلی کی طاقت سے چلتا ہے۔ مگر پروگرام جو اس میں بھر دیا جاتا ہے

اصل چیز وہ پروگرام ہی ہے۔ کیونکہ ہر حرکت اس پروگرام کے تحت ہی ہو سکتی ہے۔ اس پروگرام کو ہم روح، اللہ کی رحمت اور اللہ کا حکم کہہ سکتے ہیں۔ پھر اس پوری کائنات کے ہر ذرے نباتات، حیوانات، جمادات غرض ایک ایک چیز کا علم حساب کتاب ان کا عمل اور انجام ہر نقطہ اللہ کے علم میں موجود ہے اسی لیے وہ علیم وحکیم سمیع وبصیر کہلاتا ہے۔ (جاننے والا، حکمت والا، سننے والا، دیکھنے والا) لوگوں کو اس نے پہلے مٹی سے، پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر مر کر مٹی میں شامل ہو جاتے ہیں، پھر دوبارہ اسی مٹی میں سے ہماری پیدائش ہوگی۔ اور اللہ کے سامنے حاضری ہوگی، جنت ودوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ یہی تو ایمان ہے جو آج بھی مشکل سے کفار کی سمجھ میں آتا ہے جیسا کہ فرعون کو اس بات کی سمجھ نہیں آئی بلکہ وہ اکڑ گیا اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ جشن کے دن سب لوگوں کے سامنے ایک کھلے میدان میں دونوں کا مقابلہ ہو جائے۔ جو جیت گیا وہ سچا۔ اب اصل میں یہاں مقابلہ جادو اور معجزات کا تھا۔ اگلی آیات میں یہ منظر بیان کیا گیا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی فتح اور جادوگروں کا ایمان لانا

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ
وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ
اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ
اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا
تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ
مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ
اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ
اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾
قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ
اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا

عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝٧٣ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا
يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝٧٤ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ
الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝٧٥ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا
ع 3 22 12 مَنْ تَزَكّٰى ۝٧٦

فرعون لوٹ گیا اور اپنے سامان جمع کر کے پھر آیا۔ (60) موسیٰ نے ان جادوگروں سے کہا کہ "ہائے تمہاری کمبختی اللہ پر جھوٹا بہتان نہ
باندھو، کہ وہ تمہیں عذاب سے فنا کر دے گا، اور جس نے جھوٹ گھڑا وہ نامراد رہا۔ (61) تو وہ آپس میں جھگڑنے اور چپکے چپکے سرگوشی
کرنے لگے۔ (62) کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں اور
تمہارے اچھے مذہب کو ختم کر دیں۔ (63) تو تم جادو کا سامان اکٹھا کر لو، اور پھر قطار باندھ کر آؤ۔ آج جو غالب رہا وہی کامیاب
ہوا۔ (64) بولے کہ موسیٰ یا تو تم اپنی چیز ڈالو یا ہم اپنی چیزیں پہلے ڈالتے ہیں۔ (65) موسیٰ نے کہا نہیں تم ہی ڈالو، جب انہوں نے
چیزیں ڈالیں تو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں ایسی نظر آنے لگیں کہ وہ میدان میں ادھر اُدھر دوڑ رہی ہیں۔ (66)
اس وقت موسیٰ نے اپنے دل میں خوف معلوم کیا۔ (67) ہم نے کہا خوف نہ کر بلاشبہ تم ہی غالب ہو۔ (68) اور جو چیز (یعنی لاٹھی)
تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے یہ تو جادو
گروں کے مکر ہیں اور جادوگر جہاں جائے فلاح نہیں پائے گا۔ (69) (القصہ یوں ہی ہوا) تو جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے
لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔ (70) فرعون بولا پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے
آئے بے شک وہ تمہارا بڑا ہی استاد ہے۔ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ سو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں جانب خلاف (یعنی سیدھا
ہاتھ تو الٹا پاؤں) سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنے پر سولی چڑھا دوں گا، اس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ
سخت اور دیر تک رہنے والا ہے۔ (71) انہوں نے کہا جو دلائل ہمارے پاس آ گئے ہیں، ان پر اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اس پر ہم
آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔ تو آپ کو جو حکم دینا ہے دے دیجئے اور آپ جو حکم دے سکتے ہیں وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں
دے سکتے ہیں۔ (72) ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے، تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے بھی جو آپ نے زبردستی
ہم سے جادو کروایا، اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ (73) جو شخص اپنے رب کے پاس گنہگار ہو کر آئے گا تو اس کے لیے جہنم ہے،
جس میں نہ مرے گا اور نہ جیئے گا۔ (74) اور جو اس کے سامنے مسلم ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لیے
اونچے اونچے درجے ہیں۔ (75) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس شخص کا
بدلہ ہے جو پاک ہو۔ (76)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزے اور عام جادو کا فرق ہر شخص کی اپنے مذہب سے محبت اور

پھر اللہ کی محبت اور قدرت کا مظاہرہ کہ کفر کی محبت کس طرح ایمان اور اللہ کی محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جشن کے دن چاشت کا وقت مقابلہ کے لیے مقرر کیا تو اس میں بھی تدبیر یہ تھی کہ جشن کی وجہ سے ہر قسم کے لوگ جمع ہوں گے جن کے سامنے کفر و ایمان کا مقابلہ اور آپ علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے اور چاشت کا وقت اس لیے کہ یہ سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد کا وقت ہوتا ہے۔ لوگ تقریباً اس وقت اپنے ضروری کام نمٹا کر تازہ دم ہوتے ہیں۔ فراغت، توجہ اور شوق سے مظاہرہ دیکھ سکیں گے۔ سو سب سے پہلے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے چھوٹا وعظ کیا جس میں اللہ کی بڑائی کفر کے نقصانات اور اللہ پر ایمان کی اچھائیاں بیان کیں جن سے سننے والے اور جادوگروں کے دل میں ایمان کی محبت اور آپ کی عزت پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ سے ان کے درمیان کسی حد تک پھوٹ پڑ گئی۔ کیونکہ ہر انسان کو اپنا مذہب ہی اچھا اور سچا لگتا ہے جیسا کہ انسانی فطرت ہے ہر دور میں دیکھنے میں آیا ہے لوگ اپنے مذہب اور عقائد سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس حقیقت کو قرآن نے بھی واضح کیا ہے۔ ''ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے، اس پر خوش ہو رہا ہے۔'' (سورۃ الروم آیت: 32)

اسی لیے لوگوں کو کفر سے ہٹانے کے لیے انبیاء کو بڑے مشکل حالات سے گزرنا پڑتا ہے کیونکہ ان کو اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کو کسی حد تک مطمئن کرنے کے لیے اللہ ان کو کچھ ایسے کمالات عطا کر دیتا ہے کہ جو بظاہر عام حالات میں ممکن نہیں ہوتے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے پوچھا کہ ''آپ پہلے کمال دکھائیں گے یا ہم؟ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مصلحتاً ان کو پہلے ڈالنے کو کہا۔ وہ لوگ جادو کا فن جانتے تھے۔ انہوں نے نظر بندی سے کام لے کر جادو دکھایا۔

جادو اور نظر بندی ہو سکتی ہے اس کا ذکر قرآن میں بھی آ چکا ہے اور نئی سائیکالوجی بھی جادو کی یہی تعریف کرتی ہے کہ قوت خیال یعنی سوچ نظر اور ذہن کو متاثر کرتا ہے۔ اس طرح متاثر کرتا ہے کہ کرنے والا جو چاہتا ہے دیکھنے والے کو جاگتی آنکھوں سے وہی نظر آتا ہے۔

بہر حال مقابلہ کا جو نقشہ آیات میں بیان کیا گیا ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی جو اس طرح ظاہر ہوئی کہ تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور فوراً ایمان لے آئے۔ یہ شکست فرعون کے لیے بڑی تکلیف دہ بات تھی تو اس نے ان جادوگروں کو خوب ڈرایا اور دھمکایا، سزا اور عذاب کا ڈراوا دیا مگر وہ تو اللہ کی محبت میں رنگے جا چکے تھے اور ان کو فرعون کا ڈرانا دھمکانا ایمان سے کسی صورت ذرہ برابر بھی ہٹا نہ سکا۔ کیونکہ توحید کی روشنی انسان کے دل کو اس طرح منور، مضبوط اور مسحور کر دیتی ہے کہ پھر اس کو ہر طرف، ہر چیز میں نور الٰہی نظر آتا ہے۔ کیونکہ نور تو صرف ایک ہی ہے اور وہ ہر چیز سے بے نیاز کر کے صرف ایک ہی طرف لے جاتا ہے۔ جب کہ کفر کے راستے بے شمار ہیں، یعنی ناجائز خواہشیں، تکبر، بے یقینی، ریا، نفاق، لالچ، بے صبری، شکوک و شبہات اور بے سکونی۔ یہ تمام اوصاف کفر و شرک کے ہیں۔ جن کو دور کرنا اور ایمان کی طرف لانا کسی بھی بشر کے لیے آسان کام نہیں۔ لیکن جب کوئی شخص یا کوئی قوم نور ایمانی سے منور ہو جاتے ہیں۔ ذکر الٰہی ان کا محور بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور وہ آدمی جو یاد الٰہی سے غافل

ہو،ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (صحیح بخاری)

یعنی جو ذکرالٰہی میں وقت گزارتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکرالٰہی سے دور رہتا ہے اس کا دل مر جاتا ہے۔ تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ذکرالٰہی سے دور رہنے والا انسان دنیا وآخرت کی آفات کے وبال میں پھنسا رہتا ہے اور پھر یوں اللہ کا بندہ کہلانے کے قابل نہیں رہتا بلکہ خواہشات کا بندہ بن جاتا ہے۔ جبکہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کا نام زبان پر ہو، جو بھی کام کرے اللہ کے ذکر سے دل اور زبان دور نہ ہوں۔ اس طرح مومن کے چہرے سے نور ایمانی دکھائی دینے لگتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری

خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

دریا کا پھٹنا، فرعون کا غرق ہونا، من وسلویٰ کا نزول اور بچھڑے کی پوجا

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا
تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا
غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ
عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ
غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ
اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ
لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ
مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ
اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ
مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ
الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ
فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا

ع 4 13 13

يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ
وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ
حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ
اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ
تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾
قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا
وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا
مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ
لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جا، پھر ان کے لیے دریا میں لاٹھی مار کر خشک رستہ بنا دو پھر تم کو نہ تو فرعون کے آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ غرق ہونے کا ڈر۔ ﴿77﴾ فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو دریا کی موجوں نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانک لیا۔ (یعنی ڈبو دیا) ﴿78﴾ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستے پر نہ ڈالا۔ ﴿79﴾ اے آل یعقوب! ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تورات دینے کے لیے تم سے کوہ طور کی داہنی طرف مقرر کی اور تم پر من اور سلویٰ نازل کیا۔ ﴿80﴾ اور حکم دیا کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ۔ اور ان میں حد سے نہ نکلنا ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔ ﴿81﴾ اور جو توبہ کرے ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے رستے چلے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔ ﴿82﴾ اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم سے آگے چلے آنے میں جلدی کیوں کی؟ ﴿83﴾ کہا وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور اے میرے رب میں نے تیرے پاس آنے میں اس لیے جلدی کی کہ تو خوش ہو۔ ﴿84﴾ فرمایا "ہم نے تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔ ﴿85﴾ موسیٰ غصہ اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے "کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا میری جدائی کی مدت تمہیں لمبی معلوم ہوئی؟ یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو؟ اور اس لیے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا۔ ﴿86﴾ وہ کہنے لگے کہ "ہم نے جان کر تم سے وعدہ خلافی نہیں کی بلکہ ہم لوگوں کے زیورات کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے پھر ہم نے اس کو آگ میں ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔ ﴿87﴾ تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا (یعنی گائے کا بت بنا دیا) جس میں سے گائے کی آواز

نکلتی تھی (ہوا کے گزرنے سے) تو لوگ کہنے لگے کہ یہی تمہارا معبود ہے اور یہی موسیٰ کا معبود ہے، مگر وہ بھول گئے ہیں۔ 88 کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ 89 اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو! اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا رب تو اللہ ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو۔ 90 وہ بولے کہ جب تک موسیٰ ہمارے پاس نہ آئے ہم تو اس کی پوجا پر قائم رہیں گے۔ 91 پھر موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ اے ہارون! جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا۔ 92 اس بات سے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ بھلا تم نے میرے حکم کے خلاف کیوں کیا؟ 93 کہنے لگے کہ بھائی میری ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑیے میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔ 94 پھر سامری سے بولے سامری تیرا کیا حال ہے؟ 95 اس نے کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے فرشتے کے قدم سے ایک مٹھی مٹی کی بھر لی، پھر اس کو اس (بچھڑے کے) بت میں ڈال دیا اور مجھے میرے دل نے اس کام کو اچھا بتایا۔ 96 موسیٰ نے کہا جا تجھ کو دنیا کی زندگی میں یہ سزا ہے کہ کہتا رہے "مجھ کو ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لیے ایک اور وعدہ ہے عذاب کا جو ٹل نہ سکے گا اور جس معبود کی پوجا پر تو قائم اور معتکف تھا اس کو دیکھ، ہم اسے جلا دیں گے، پھر اس کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بہا دیں گے۔ 97 تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ 98

تشریح: ان آیات میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصے کا وہ حصہ بیان کیا گیا ہے۔ جس میں آپ کو حکم دیا گیا کہ "میرے بندوں کو،، اس سے مراد بنی اسرائیل اور مسلمان ہیں۔ ان لوگوں پر فرعون حد سے زیادہ ظلم کرتا تھا لے کر نکل جاؤ، لہٰذا سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کو اکٹھا کیا اور رات کی تاریکی میں نکل پڑے جب سمندر کے کنارے پہنچے تو فرعون کا لشکر ان کے تعاقب میں آ پہنچا۔ ظاہر ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خطرے اور پانی کے ڈر سے گھبرائے تو اس وقت ایک اور بہت بڑا معجزہ وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاٹھی پانی پر مارو۔ تمہارے لیے خشک راستہ پیدا ہو جائے گا اور یہی ہوا۔ جب پانی دونوں طرف اللہ کے حکم سے کھڑا ہو گیا تو خشک زمین پر سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کا لشکر آرام سے گزر گئے۔ جب وہ گزر چکے تو فرعون نے بھی راستہ دیکھ کر اپنی فوج سمیت گزرنا چاہا۔ اللہ کی قدرت سے جب وہ عین درمیان میں پہنچ گیا تو دونوں طرف کا پانی چلنے لگا۔ اور یوں فرعون اپنی پوری فوج سمیت غرق ہو گیا۔ "درس قرآن" میں ہے کہ یہ واقعہ بحر قلزم میں ہوا۔ مصر سے نکل کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے لوگوں کے ساتھ دشت سین میں ایلیم اور سین کے درمیان ٹھہر گئے۔ وہاں صحرا تھا تو ان کے کھانے پینے کا بندوبست اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یوں کیا کہ من وسلویٰ آسمان سے اتار دیے اس کی تفصیلات سورۃ البقرہ کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نیکی کرنے حرص اور لالچ سے بچنے کی تاکید کی اور ڈرایا کہ نافرمان لوگوں کو اللہ کے غضب سے کوئی نہیں بچا سکتا اور ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور بنی اسرائیل کو اپنی ان تمام نعمتوں کی یاددہانی کروائی جو ان پر کی گئی تھیں مثلاً پہلے فرعون کے ظلم وستم سے نجات دلائی، پھر آسمانی کتاب تورات دی اور من وسلویٰ کی نعمت عطا کی۔ اس کے بعد اللہ سبحانہ و

تعالیٰ اپنی ایک اور بڑی عنایت کا ذکر فرماتے ہیں ''اور اس پر میری بڑی بخشش ہے جو توبہ کرے اور ایمان لائے نیک کام کرے اور اس پر قائم رہے۔'' (سورۂ طٰہٰ آیت:82) یعنی ایمان چار باتوں سے مکمل ہوتا ہے۔

(1) کفر وشرک اور گناہ سے توبہ۔(2) مکمل طور پر ایمان لانا۔(3) نیک عمل۔(4) راہ راست پر قائم رہنا۔

ہر شخص کو اپنی زندگی کا معیار ان چاروں کے مطابق رکھنا چاہیے۔ یہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا۔ سیدنا ہارون کی سربراہی میں قوم کا گوسالہ پرستی کرنا اور سامری کے غلط کام کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ واقعہ سورۂ الاعراف اور سورۂ بقرہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مختصراً بیان کرتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام حسب وعدہ کوہ طور پر گئے وہاں چالیس دن رہے تو آپ کو آسمانی کتاب تختیوں کی صورت میں دی گئی۔ جس کا نام تورات ہے اور اس میں احکامات الٰہی لوگوں کو بتائے گئے ہیں۔ یوں ہوا کہ سیدنا موسیٰ طور پر جاتے ہوئے اپنے سیدنا بھائی ہارون علیہ السلام کو قوم کا سربراہ بنا گئے۔ ایک شخص بڑا چالباز، مکار اور فریب کار تھا اس نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا اس کا نام قرآن پاک میں سامری بتایا گیا ہے۔ (آیت:85) اسی شخص کی شرارت سے لوگوں کی گائے پرستی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

گو کہ اس شرک میں سیدنا ہارون علیہ السلام کا کوئی ہاتھ نہ تھا مگر کیونکہ وہ نائب پیغمبر کی حیثیت سے وہاں موجود تھے اس لیے ان سے بڑی سخت پوچھ گچھ کی گئی اس کی تفصیل سورۂ الاعراف میں گزر چکی ہیں۔

بہرحال قوم کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا اور تورات کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ تو لوگوں کو سمجھ آ گئی کہ واقعی عبادت اور دعا تو اس سے کرنی چاہیے جو سب سے زیادہ طاقتور ہو۔ یہ بچھڑا تو ہرگز عبادت کے لائق نہیں یہ تو خود بے حس وحرکت بے جان چیز ہے اس کی عبادت شرک ہے اور شرک ناقابل معافی گناہ ہے اور پھر انہوں نے اس کفر کا الزام سامری پر لگایا۔ سامری نے کہا کہ بھئی اس بچھڑے میں سے گائے کی آواز نکلتی ہے جس کی وجہ وہ مٹی ہے جو سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے میں نے مٹھی بھر کر اٹھائی تھی اور اس بت میں ڈال دی۔ اپنی طرف سے اس نے لوگوں کو یہ ایک معجزہ دکھایا تھا جس سے لوگ اتنے مرعوب ہوئے کہ اس کی پوجا شروع کر دی۔

یہاں یہ سبق ملتا ہے کہ کبھی بھی آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے نہیں لگ جانا چاہیے۔ بلکہ اپنی عقل سمجھ اور پوری تحقیق کے بعد کسی پر یقین کرنا چاہیے۔ سامری نے لوگوں کو اس طرح بے وقوف بنایا کہ بچھڑے کا ڈھانچہ اندر سے خالی تھا اور اس کے منہ اور دم پر سوراخ تھا۔ جب ہوا اس میں سے گزرتی تو گائے جیسی آواز نکلتی جیسا بگل کا اصول ہوتا ہے۔ بہرحال اس نے اپنی بدفطرت کی وجہ سے شرک جیسا ظلم لوگوں میں پھیلا دیا۔ سیدنا موسیٰ نے اس کو قتل کرنے کا سوچا اور قوم کو توحید کی تعلیم دی اور اللہ کی تمام نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے قوم کو کامیابی اور نجات کی راہیں دکھائیں اور توبہ کرنے کی تلقین کی۔ جس پر لوگ ایمان لے آئے۔ اور سامری کو اس کے اس گناہ کی سزا سنائی۔ آپ نے کہا کہ یہ بڑا ظلم تم نے کیا ہے ہم اس بچھڑے کے بت کو ابھی جلا کر راکھ کر دیں گے اور اس کی راکھ پانی میں بکھیر دیں گے اور تیری سزا اس دنیا میں یہ ہے کہ تو پکارتا رہے گا ''مجھے مت چھونا۔'' کیونکہ اس کو چھونے والا بخار

میں مبتلا ہو جاتا اور وہ خود بھی بخار میں مبتلا ہو جاتا۔ غرض اس تکلیف دہ حالت سے نجات پانے کے لیے وہ جنگل میں نکل گیا۔ یہ تو دنیا میں سزا تھی آخرت میں تو اس کی سزا بڑی ہی دردناک ہوگی۔ اور پھر لوگوں کو بتایا ''تمہارا معبود تو وہی ہے جس کے سوا کسی کی بندگی جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ کے علم میں ہر چیز سما گئی ہے۔'' (سورۃ طٰہٰ آیت:98)

قصص بیان کرنے کا مقصد، قیامت کے دن کا منظر

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ
اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ
بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ
لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا ع 5 15/14
صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ
وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا
مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

اس طرح ہم آپ پر وہ حالات بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں۔ اور ہم نے اپنے پاس سے آپ کو نصیحت کی کتاب عطا فرمائی ہے۔ ﴿99﴾ جو شخص اس سے منہ پھیرے گا وہ قیامت کے دن گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔ ﴿100﴾ ایسے لوگ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لیے برا ہوگا۔ ﴿101﴾ جس روز صور پھونکا جائے گا اور ہم گنہگاروں کو اکٹھا کریں گے اور ان کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی۔ ﴿102﴾ تو وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم دنیا میں صرف دس ہی دن رہے ہو۔ ﴿103﴾ جو باتیں یہ کریں گے ہم خوب جانتے ہیں اس وقت ان میں سے اچھی راہ والا (یعنی عقل مند اور) کہے گا کہ نہیں بلکہ صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو۔ ﴿104﴾ اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرما دیں کہ اللہ ان کو اڑا کر بکھیر دے گا۔ ﴿105﴾ اور زمین کو ہموار اور میدان کر دے گا۔ ﴿106﴾ جس میں تم نہ نشیب دیکھو گے نہ ٹیلا۔ ﴿107﴾ اس روز لوگ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے

انحراف نہ کر سکیں گے اور اللہ کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی (اللہ کے ڈر سے) اور سوائے ہلکی آہٹ کے کچھ سنائی نہ دے گا۔ 108 اس روز کسی کی سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔ 109 جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے اور وہ اپنے علم سے اللہ کے علم پر احاطہ نہیں کر سکتے۔ 110 اور اس زندہ وقائم کے سامنے چہرے جھک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔ 111 اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔ 112 اور ہم نے اس کو اسی طرح کا قرآن عربی نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح کے ڈراوے بیان کر دیے ہیں تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں یا اللہ ان کے لیے نصیحت پیدا کر دے۔ 113

تشریح: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یہاں ختم ہوتا ہے اور اب اس سورت کے آغاز کی طرف اشارہ کرنے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کیوں بیان کیا گیا۔ شروع سورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ (سورۃ طٰہٰ آیت: 2)

بلکہ یہ تو نصیحت کی ایک کتاب آپ کو دی گئی ہے اس کو پھیلانا سمجھانا آپ کا کام ہے جو کہ مشکل ہے کیونکہ آپ سے پہلے جتنے نبی آئے انہوں نے یہی سبق دیا اور اسی طرح نیکی کی ہدایت کی اور ان کو بھی اس کام میں بڑی ہمت، استقلال اور جرأت سے کام لینا پڑا تھا جیسا کہ یہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا پورا واقعہ اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جو خاص خاص باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں وہ سب توحید، نماز، آخرت اور یقین کے گرد ہی گھومتی ہیں یہی سبق بار بار قرآن پاک میں دہرایا گیا ہے اور انسان کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ قبول کر کے ان پر قائم ہو جائے یا قبول نہ کرے۔ دونوں صورتیں اس کے اختیار میں ہیں۔ اس حقیقت کو قرآن بار بار دہراتا ہے کہ جو نصیحت نہیں مانے گا اس کو عذاب آخرت ضرور ہوگا جو مان کر پھر اس پر عمل نہ کرے گا اس پر اور بھی سخت عذاب ہوگا۔ جبکہ ایک سچے اور پکے مسلمان کے لیے دنیا میں سکون اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔

یہاں آخرت کا راز بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ غیر مسلم کے لیے ناقابل یقین ہے۔ مگر اب ماہرین اس کی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مولانا وحید الدین صاحب لکھتے ہیں:

''سائی کیکل تحقیقات (Phychied Research) کے نتائج جو سامنے آئے ہیں وہ بھی خالص تجرباتی اور مشاہداتی سطح پر موت کے بعد زندگی کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔'' (از مذہب اور جدید چیلنج)

جدید نفسیات بھی اب اس بات کی طرف آ رہی ہے کہ روح قائم رہتی ہے اور دنیا فنا ضرور ہوگی۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے آیات 99 سے 113 میں کس قدر خوفناک نقشہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جب ایک مسلمان ان آیات کو پڑھتا ہے تو پھر کس طرح وہ قرآنی احکامات سے ہٹ کر زندگی گزار سکتا ہے۔ اللہ کا خوف ایسی زنجیر ہے جو نفس کو سرکشی سے روکتی ہے اور قوانین کی پابندی پر مجبور کرتی ہے اگر کسی وقت نفس اپنی اصل سے اِدھر اُدھر ہونے لگتا ہے تو تقویٰ ہی اس کو خبردار کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید ہی مومن کا سب کچھ ہے۔ جب ایک مومن آخرت کا تصور کرتا ہے جو کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے اور پھر میدان محشر اور اللہ کے

سامنے حاضری کے تصور سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عقیدۂ آخرت کی دعوت تمام انبیائے کرام نے دی ہے۔ کیونکہ امتحان کا ڈر ہی انسان کو سیدھا رکھتا ہے۔ جب ہم قرآن اور حدیث کے پیغام کو پوری توجہ سے پڑھتے اور سنتے ہیں تو ہمارے لیے ایمان بالغیب کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تو ہے ہی اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اس نے جو کتاب قرآن دیا تو اس میں تمام نصیحت، ڈر، خوف اور خوشخبریاں بڑے آسان الفاظ میں سمجھا دی گئی ہیں اور پھر کتاب جس پر نازل کی گئی اور جس کو سمجھانے کے لیے بھیجا گیا وہ بھی کوئی عام انسان نہیں۔ انسان تو ہے مگر خاص الخاص اور پھر اس کی تبلیغ میں زور پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی قدرت اور طاقت اور غیب کی گئی باتیں آنکھوں سے دکھا دیں۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو موت کے بعد زندگی کا مظاہرہ چار جانوروں کو ذبح کرنے اور پھر ان کو اکٹھا کر کے زندہ کرنے سے کروا دیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے دوران حالاتِ آخرت، جزا و سزا، دوزخ اور جنت یعنی غیب کی وہ باتیں اس زندگی میں ہی دکھا دیں اور ایک بہت بڑا راز یہ بھی ان کو بتا دیا کہ زمان و مکان کی قید جو اس دنیا میں رکھی گئی ہے اگلی دنیا میں اس کا حساب کتاب کچھ اور ہی انداز میں ہوگا۔ جیسا کہ آپ اتنا طویل سفر معراج کر کے واپس بھی آ گئے جبکہ اس دنیا کی رات کا ایک بہت ہی معمولی وقت گزرا تھا۔ قرآن پاک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی میں انسانی شعور جاری رہے گا۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال کے مطابق بڑے انصاف سے اپنے انعامات یا سزائیں حاصل کریں گے۔ ان کو اپنے کیے گئے اعمال بالکل یاد ہوں گے۔ اصل میں قرآن انسانی رہنمائی کے لیے ہی نہیں بھیجا گیا بلکہ اس میں سدا بہار تروتازہ علوم کا خزانہ بھی موجود ہے جیسا کہ آیت 103 اور 104 میں لوگوں کی آپس کی کھسر پھسر کچھ یوں بتائی گئی ہے۔ ''تم دنیا میں صرف دس ہی دن رہے ہو۔،، تو ہوشمند، عقل مند شخص کہے گا۔ ''نہیں صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو۔'' (سورۂ طٰہٰ)

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ کرۂ ارض پر وقت کی رفتار بے حد سست ہے۔ یہاں علم طبیعیات کے ایک نئے قانون کی طرف اشارہ ملتا ہے اس موضوع پر ان شاء اللہ سورۂ سجدہ اور المعارج میں مکمل بحث کی جائے گی۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ مادی چیزوں کی رفتار نسبتاً بہت سست ہوتی ہے جبکہ غیر مادی، مثلاً روحیں اور فرشتے بے حد تیز رفتاری سے سفر کرتے ہیں۔ پھر لوگوں کی ہیبت ناک خاموشی کہ اتنے زبردست ہجوم میں صرف پاؤں کے چلنے کی آواز آئے گی۔ چہروں کا جھکا ہوا ہونا اور آنکھوں کا نیلا ہو جانا یہ سب اللہ سبحانہ تعالیٰ کے رعب داب اور شان و شوکت کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے پھر انہی آیات میں آگے چل کر ان مومنین و صالح لوگوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے ''اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔'' (آیت 112 سورۂ طٰہٰ)

آخر میں اللہ کی اس نعمت، قرآن پاک کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر ہر صورت مہربان ہے اسی لیے اس نے ہدایت کے لیے اور آخرت میں عذاب سے بچانے کے لیے قرآن نازل فرما دیا اور فرمایا ''تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں یا اللہ ان کے لیے نصیحت پیدا کر دے۔'' (طٰہٰ:113)

''اے ہمارے رب! جب تو ہمیں ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔'' آمین۔ (سورۂ آل عمران:8)

سیدنا آدم علیہ السلام کا قصہ اور نافرمانوں کا انجام

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ
ع 6/11/15 رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ
قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ
لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا
تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ
هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ
فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ڏ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ
ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ
اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ
تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ
وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ
ع 7/13/16 فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ
مُّسَمًّى ۭ ﴿۱۲۹﴾

تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے عالی قدر ہے اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے پڑھنے
کے لیے جلدی نہ کیا کرو اور دعا کرو کہ میرے رب! مجھے اور زیادہ علم دے ﴿114﴾ اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ اسے بھول
گئے اور ہم نے ان میں صبر وثبات نہ دیکھا ﴿115﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ ”آدم کے آگے سجدہ کرو“، تو سب سجدے میں گر
پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا ﴿116﴾ ہم نے کہا کہ آدم یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ تم دونوں کو کہیں بہشت سے نکلوا نہ دے،
پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ ﴿117﴾ یہاں تمہیں یہ آسائش ہے کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے ﴿118﴾ اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ ﴿119﴾ تو

شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ آدم بھلا میں تم کو ایسا درخت بتاؤں جو ہمیشہ کی زندگی کا ثمرہ دے اور ایسی بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو۔ (120) تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے بدنوں پر پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیا تو وہ اپنے مطلوب سے بہک گیا (121) پھر ان کے رب نے ان کو نوازا تو ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی۔ (122) فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا (123) اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (124) وہ کہے گا میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟ (125) اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی چاہیے تھا تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اسی طرح آج ہم تم کو بھلا دیں گے۔ (126) اور جو شخص حد سے نکل جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے ہم اس کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیر رہنے والا ہے۔ (127) کیا یہ بات ان لوگوں کے لیے ہدایت کا موجب نہ ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے فرقوں کو ہلاک کر چکے ہیں، جن کے رہنے کے مقامات پر یہ چلتے پھرتے ہیں؟ عقل والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (128) اور اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے پہلے صادر اور جزائے اعمال کے لیے ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو عذاب کا نازل ہونا لازم ہو جاتا۔ (129)

تشریح: پچھلی آیات میں اللہ کی قدرت کا بیان بڑی تفصیل سے دیا گیا ہے اور پھر یہ بتایا گیا کہ اللہ تمام بادشاہوں کا ایسا بادشاہ جو ہر طرح مکمل اور لافانی ہے۔ یہاں سب سے پہلے تو آنحضرت ﷺ کو نصیحت کی گئی ہے کہ آپ وحی کے نزول کے وقت الفاظ کو دہرایا نہ کریں بلکہ آرام سے توجہ سے سنتے رہا کریں۔ یاد کروانا اور دل و دماغ میں جما دینا ہمارا (اللہ کا) کام ہے۔ علم میں زیادتی کی دعا کیا کریں۔ اس کے بعد سیدنا آدم علیہ السلام کے قصے کا وہ حصہ جس کی یہاں مثال دینے کی ضرورت ہے بیان کیا گیا ہے جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ حسب ضرورت بیان کیا گیا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کا مکمل قصہ سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف، سورۂ حجر اور سورۂ کہف میں گزر چکا ہے اور حسب ضرورت آئندہ سورۂ ص میں بیان کیا جائے گا۔ یہاں انسانی فطرت، اس کی کمزوریاں اور اس کی اچھائیاں اور کامیابیاں نیز سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ان کا جنت میں قیام، پھر غلطی کی وجہ سے زمین پر اتر نا ذکر کیا گیا ہے تا کہ آنحضرت ﷺ اپنی تبلیغ کے دوران انسانی فطرت کا خیال رکھیں اور پریشان نہ ہوں اور تمام انسانوں کو بھی خوب اچھی طرح سمجھانا مقصود ہے کہ انسان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ مگر انسان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ وہ بھول جاتا ہے اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر غلطی کر بیٹھتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے غلطی کی۔ دوسری کمزوری: انسان کی یہ ہے کہ وہ صبر واستقامت میں کمزور ہے۔ انسان کو اپنے اوپر پورا کنٹرول ہونا چاہیے۔ نفس امارہ کو ہر صورت اپنے زیر رکھنا ضروری ہے۔

تیسری کمزوری: دنیاوی خواہشات، عیش، لالچ، مال و اولاد کی طمع اور عارضی خوشیاں۔ جو ان تمام چیزوں کی رغبت میں ڈوب جائے وہ اللہ سے دور اور شیطان کے قریب ہو جاتا ہے۔ جیسے سیدنا آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا کر اللہ کی نافرمانی

کی۔اور یہ نافرمانی شیطان کے بہلانے پھسلانے سے کی۔

چوتھی کمزوری: مغرور اور ناشکرا انسان بجائے معافی مانگنے کے اکڑ جاتا ہے جیسا کہ ابلیس اور فرعون نے کیا۔ابلیس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے سجدہ نہ کرنے سے کیا اور پھر پوری زندگی کے لیے اس پر لعنت بھیج دی گئی اور برے کاموں کا سردار بنا دیا گیا۔پھر اسی قصہ آدم علیہ السلام سے اللہ کی مہربانی جو انسان پر کی جاتی رہی ہے اس کا ذکر ہے۔

(1) جو اس سے بھول چوک ہو جانے پر معافی مانگے ، سچی معافی۔اللہ اس کو نہ صرف یہ کہ معاف کر دیتا ہے بلکہ اس کے لیے نیک ہدایت اور نیک راہیں بھی کھول دیتا ہے۔جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے فوراً اپنے گناہ پر معافی مانگ لی تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کو جنت سے تو نکال دیا مگر زمین پر رہنے کے لیے اور کائنات کی تمام چیزیں کھانے پینے اور پہننے کے لیے عطا کر دیں۔

(2) اللہ نے رہنمائی دی۔عقل، ارادہ، سمجھ اور مدد کی نعمت دی۔

(3) زندگی گزارنے کی چار نعمتیں انسان کو مفت فراہم کی ہیں، یعنی کھانا، پینا، لباس اور ٹھکانا۔

(4) شوہر کو بیوی پر فوقیت دی کیونکہ بیوی کے نان نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہی بنایا گیا ہے۔آخر میں سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعے کو بیان کر کے انسان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ دشمن یعنی شیطان کے چکر میں آ کر جو بھی گمراہی اختیار کرے گا وہ دنیا میں تو بے سکونی اور بے آرامی کی صورت میں عذاب اٹھائے گا ہی مگر آخرت میں بھی اس کو شدید مشکلات اور عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔جیسا کہ آیات 123 سے 127 تک وضاحت سے اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے انجام کا ذکر کیا ہے۔اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا ہے کہ گزری ہوئی تمام قومیں اور ان کے اجڑے ہوئے شہر، بستیاں ان اہل عرب اور تمام انسانوں کو دکھائی نہیں دیتیں کہ اللہ کا عذاب نافرمانوں کو کس طرح نیست و نابود کر دیتا ہے۔پھر اہل مکہ اور تمام انسانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے کہ ''اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے پہلے صادر اور جزائے اعمال کے لیے ایک معیاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو عذاب کا نازل ہونا لازمی ہو جاتا۔'' (سورۃ طٰہٰ آیت:129)

صبر، نماز قائم کرنے اور گھر والوں کو اس کا حکم دینے کا حکم

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ
وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا
مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ
وَّاَبْقٰی ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ
وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَیِّنَةُ مَا فِی

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع 8 7 17

پس جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔ اور رات کے پہلے پہر میں اس کی تسبیح کیا کرو اور دن کی اطراف (یعنی دوپہر کے قریب ظہر کے وقت بھی) تا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ ﴿130﴾ اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے مالا مال کیا ہے تا کہ ان کی آزمائش کریں، ان پر نگاہ نہ کرنا اور تمہارے رب کی عطا کی ہوئی روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ ﴿131﴾ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں بلکہ تمہیں روزی دیتے ہیں۔ اور نیک انجام اہل تقویٰ کا ہے۔ ﴿132﴾ اور کہتے ہیں کہ "یہ پیغمبر اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے"؟ کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی؟ ﴿133﴾ اور اگر ہم ان کو پیغمبر بھیجنے سے پیشتر کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے، "اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام و احکام کی پیروی کرتے۔ ﴿134﴾ کہہ دو کہ سب نتائج اعمال کے منتظر ہیں سو تم بھی انتظار کرو۔ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ دین کے سیدھے رستے پر چلنے والے کون ہیں۔ ﴿135﴾

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور یہ خطاب تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔ کہ دنیا میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی چھوٹا بڑا دشمن مختلف صورتوں اور حالات میں ضرور ہوتا ہے۔ تو اس کی تکلیف دہ باتوں ایذا رسانیوں، چالبازیوں، شرارتوں خباثتوں اور نفرتوں سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے صبر اور صلوٰۃ، یعنی اپنے نفس پر قابو رکھتے ہوئے انتقام کے چکر میں نہ پڑنا اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں مشغول ہو جانا۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا مصیبت میں پرسکون رہنا سیدنا یعقوب علیہ السلام کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے بیٹوں کو معاف کر دینا۔ صبر و شکر عفو و درگزر، اللہ کی حکمت اور اسباب پر بھروسہ کرنا ہی بندگی اور سکون و چین کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ کی یاد تسبیح و تقدیس کا طریقہ بتایا گیا ہے جو کہ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کا تعین کیا گیا ہے۔ ویسے تو ہر وقت ہی اللہ کی یاد کو دل میں بسائے رکھنا چاہیے مگر خاص طور سے روحانی، جسمانی اور اخلاقی طور پر اللہ کا ذکر نماز کے ذریعہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ ذریعہ انسان کے لیے واقعی نعمت سے کم نہیں۔ اس کے بعد لالچ، حسد، بغض اور طمع سے منع کیا گیا ہے۔ قناعت بہت بڑی تونگری (امارت) ہے کیونکہ اس سے انسان اپنے رزق مال و دولت سے اتنا زیادہ مطمئن اور راضی ہو جاتا ہے کہ اس کو دوسروں کے عیش مال و دولت ہرگز مرعوب نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ نے جس قدر روزی رزق اس کے لیے مناسب سمجھا تھا اس کو دے دیا ہے۔ الحمدللہ۔ وہ دوسروں سے نہ جلتا ہے نہ بے سکون ہوتا ہے۔ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت اور اولاد اللہ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش ہیں کیونکہ ان کے نشے، ان کے سمیٹنے اور ان کی حفاظت میں وہ اس قدر

مشغول ہو جاتے ہیں کہ نیکی، بدی، صوم وصلوٰۃ اور اللہ کی قربت یا دسب کچھ بھول جاتے ہیں۔ آخرت کو بھی بھول جاتے ہیں۔ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ یہ زندگی مال، آل اولاد اور جائیداد سب عارضی اور ساتھ نہ دینے والی چیزیں ہیں۔ اگر کوئی ساتھ جانے والی اور نیک انجام تک پہنچانے والی چیز ہے تو وہ صرف نیک اعمال اور تقویٰ ہے، اس لیے حکم الٰہی ہے کہ خود نماز قائم کرو اور گھر والوں کو بھی اس کی تاکید کرو۔ اس سے نہ تو اللہ کو کوئی فائدہ ہوگا نہ پیغمبر کو ہوگا بلکہ اس کا فائدہ صرف اور صرف انسان کو خود ہوگا۔

پھر اللہ رب العزت ان خود سر کفار اور مشرکوں کا ذکر کرتے ہیں کہ یہ تو کسی صورت بھی ایمان لانے والے نہیں۔ معجزہ دیکھیں یا پچھلی آسمانی کتابیں دیکھیں۔ یا گزری ہوئی امتوں کی تباہی کے آثار۔ ایمان لانے والے نہیں۔ قرآن پاک بذات خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ یہ تو صرف حیل وحجت کرنے والے لوگ ہیں۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ بہت جلد قیامت آنے والی ہے اور پھر یہ اپنی آنکھوں سے اپنا انجام اور نیک لوگوں کا انجام دیکھ لیں گے۔ مگر اس وقت کچھ نہ ہو سکے گا۔

جیسا کہ آخری آیت 135 میں سارے معاملے کو چند الفاظ میں یوں سمیٹ دیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

''کہہ دو کہ سب نتائج اعمال کے منتظر ہیں سو تم بھی انتظار کرو۔ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ دین کے سیدھے رستے پر چلنے والے کون ہیں؟ (سورۃ طٰہٰ آیت 135) الحمدللہ سورت کا اختتام ہوا۔

اس سورت میں بے شمار اخلاقی، روحانی اور عملی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے نصیحتیں مثالوں کے ساتھ بتائی گئی ہیں مثلاً:

(1) دنیا کے مال ودولت اور عزت پر مغرور ہو جانا منع ہے کیونکہ غرور کی وجہ سے شیطان پر لعنت ہوئی اور یہی غرور انسان کو خوار کرتا ہے۔

(2) انسان کو عاجزی انکساری کے ساتھ آخری کتاب قرآن پاک پر ایمان لانا اور اس پر سختی سے عمل کرنا نجات دلا سکے گا۔

(3) نماز پر پابندی سے قائم رہنا شکر ودعا کا بہترین ذریعہ ہے۔

(4) مسلمانوں کے لیے دنیا وآخرت میں بہترین انعامات اور کامیابیوں کا وعدہ اور خوشخبری ہے۔

(5) آخرت، حساب کتاب اور سزا وجزا کا اعلان سچ ہے اور اس پر ایمان لانا بھی نجات کا ذریعہ ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ پارہ نمبر 17

تعارف سورۃ الانبیاء

یہ سورت قرآنی ترتیب سے اکیسویں سورت ہے یہ مکی سورت ہے مکی زندگی کے دوسرے دور کے آخر اور تیسرے دور کے شروع میں یہ سورت نازل ہوئی اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں بہت سے انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ان تمام انبیاء اور ان کی قوموں کے طرز عمل اور انجام سے کفار مکہ کو اور تمام زمانوں کے منکرین توحید کو عملی ثبوت دیا گیا ہے کہ جو بھی لوگ توحید الٰہی اور دوبارہ زندہ کیے جانے عقیدہ آخرت پر اعتراضات کرتے ہیں اور اپنے انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں تو ان کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ یہ عقیدہ انتہائی خطرناک اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ اصل میں آخرت کے عقیدہ سے انکار ہی کی وجہ سے انسان ہر قسم کی گمراہی' غفلت اور بدعملی کا شکار ہو جاتا ہے۔یہ کافر کا ہی عقیدہ رہا ہے کہ انسان رسول نہیں ہوسکتا اور پھر اس پر آسمانی کتاب بھی نازل نہیں ہوسکتی اور اسی طرح دنیا کی زندگی بس کھیل تماشہ ہے۔ یعنی کھاؤ پیو اور عیش کرو۔ نہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور نہ حساب کتاب ہوگا۔اس سورت میں ہر طرح سے اس غلط عقیدے کی تردید اور صحیح دین کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس کا نام دین اسلام ہے۔دین اسلام اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے ،زندگی کا مقصد اور زندگی گزارنے کے طریقوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔کہ دنیا میں عمل کرنے کو بھیجا گیا ہے اور وہاں تمام کیے گئے اعمال کے مطابق حساب کتاب کے ساتھ انعام یا سزا ضروری دی جائے گی اور سب سے زیادہ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ زندگی ہمیشہ رہے گی۔وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ان تمام باتوں پر پختہ یقین کروانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انبیاء بھیجے اور ان کو اللہ کا پیغام' آسمانی کتابوں کی صورت میں دیا گیا تاکہ لوگوں کو اس عالم الغیب کے بارے میں خوب اچھی طرح وضاحت سے سمجھا دیں اور یوں لوگ دنیا و آخرت کی مشکلات سے بچ کر دنیا میں سکون اور آخرت میں جنت حاصل کرسکیں۔قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے یہ بڑی نعمت ہے جو اللہ نے انسانوں کو قبل از وقت خبردار کرنے کے لیے بھیجی ہے۔تاکہ حساب کے وقت انسان یہ نہ کہے کہ مجھے تو معلوم ہی نہ ہوا اللہ بڑا انصاف کرنے والا مہربان' قدرت والا اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔اس کی کاری گری اور اس کے کمالات ہمارے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔چاہیے کہ ان پر غور کریں اور اللہ تک پہنچ جائیں۔اور پھر اسی کے نور میں گم ہو جائیں۔

غافل لوگ، عقیدہ آخرت اور انبیاء کا رد کرنیوالوں کا انجام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ
رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۤ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۤ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ
رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ
اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ
قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ
اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ
الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا
الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ وَكَمْ قَصَمْنَا ع ۱۰
مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۱۱ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ
مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝۱۲ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۱۴ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ
حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝۱۵ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۱۶ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ
نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۤ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۷ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ
فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ يُسَبِّحُوْنَ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱ لَوْ كَانَ
فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۲۲ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا

يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ
مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا
اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ
يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ
مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ
ع 2/19/2 كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

لوگوں کے حساب کا وقت ان کے قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں پڑے اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔(1) ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں۔(2) ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالم لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں کہ "یہ شخص کچھ بھی نہیں مگر تمہارے جیسا آدمی ہے تو تم آنکھوں دیکھتے جادو کی لپیٹ میں کیوں آتے ہو۔(3) پیغمبر نے کہا کہ "جو بات آسمانوں اور زمین میں کہی جاتی ہے میرا رب اسے جانتا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔(4) بلکہ وہ کہنے لگے کہ یہ (قرآن) پریشان خواب ہیں نہیں بلکہ اس نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے نہیں' بلکہ وہ شاعر ہے تو جیسے پہلے پیغمبر نشانیاں دے کر بھیجے گئے تھے اسی طرح یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے۔(5) ان سے پہلے جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا' وہ ایمان نہیں لاتی تھیں تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے۔(6) اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی پیغمبر بنا کر بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں ان سے پوچھ لو۔(7) اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔(8) پھر ہم نے ان کے بارے میں اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ تو ان کو اور جس کو چاہا نجات دی اور حد سے نکل جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔(9) ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟(10) اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو گمراہ (ستم گار) تھیں ہلاک کر دیا ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیے۔(11) جب انہوں نے ہمارے عذاب کے آثار دیکھے تو لگے بھاگنے۔(12) مت بھاگو اور جن نعمتوں میں تم عیش و آرام کرتے تھے ان کی اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ شاید تم سے اس بارے میں دریافت کیا جائے۔(13) کہنے لگے "ہائے شامت بے شک ہم ظالم تھے۔"(14) تو وہ ہمیشہ اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھیتی کی طرح کاٹ کر اور آگ کی طرح بجھا کر ڈھیر کر دیا۔(15) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو مخلوقات ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کھیل تماشہ کے لیے پیدا نہیں کیا۔(16) اگر ہم چاہتے کہ کھیل کی چیزیں (یعنی عورت اور فرزند) بنائیں اور اگر ہم کو کرنا ہی ہوتا تو ہم

اپنے پاس سے بنا لیتے۔(17) نہیں' بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت مٹ جاتا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو ان سے تمہاری ہی خرابی ہے۔(18) اور جو لوگ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اسی کی ملکیت اور اسی کا مال ہیں اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ جھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔(19) رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ تھمتے ہیں۔(20) بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے بعض کو معبود بنا لیا ہے تو کیا وہ ان کو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کریں گے؟(21) اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب اس سے پاک ہے جو وہ بیان رکھتے ہیں۔(22) وہ جو کام کرتا ہے اس کی اس سے پوچھ نہیں ہوگی اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی ان سے پرسش ہوگی۔(23) کیا لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لیے ہیں کہہ دو کہ اس بات پر اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ ذکر (قرآن) ان کے لیے نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں اور یہ ذکر (تورات و انجیل وغیرہ) ان کے لیے بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حق بات کو نہیں جانتے اور اس لیے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔(24) اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔(25) اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں۔(26) وہ اس کے سامنے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔(27) جو کچھ ان کے آگے ہو چکا اور جو کچھ پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ اس کے پاس کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔(28) اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔(29)

تشریح: ان آیات میں ان عربی بدوؤں کے اعتقادات' اعتراضات' ہٹ دھرمی اور دین سے نفرت کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو نبوت دی گئی اور اس کے بعد تمام انبیاء نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا اور سب سے آخر میں سیدنا محمد ﷺ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی توحید کا ہی سبق دیا۔ جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا تھا کہ جب بھی کوئی نبی اور رسول کسی قوم کی طرف بھیجا جاتا تو لوگوں میں تین گروہ پیدا ہو جاتے یعنی مومن کافر اور منافق۔ منافقین دونوں طرف گھومتے رہتے کفار اعتراضات اور مخالفت رسول میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے جیسا کہ کفار مکہ نے آپ کو اس لیے رسول ماننے سے انکار کیا کہ آپ عام لوگوں کی طرح انسان ہیں۔ قرآن مجید پر یوں اعتراض کرتے کہ یہ تو شائد خیالی اور جنونی باتیں ہیں یا پھر اشعار ہیں جو آپ سناتے رہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک دنیا کی سب سے بہترین کتاب کتاب اور رشد و ہدایت کا مجموعہ ہے کیونکہ جن و انس کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اور روحانی اور اخلاقی تربیت دینے کے لیے نبی بھیجے اور یہی علم و معرفت ہی تو ہے جس نے انسان کو تمام مخلوقات بلکہ فرشتوں پر بھی برتری دلائی۔ تسبیح و تقدیس تو فرشتے بے حد کرتے رہتے ہیں۔ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد بہت بڑا ہے یونہی کھیل تماشہ کے لیے دنیا نہیں بنائی گئی۔ انسان کو حق و باطل' نیکی و بدی اور عمل و بے عملی کے میدان میں آزمانے کے لیے

پیدا کیا گیا ہے۔ اور ہمیں باخبر کر دیا گیا ہے جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو شیطان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرنا ہر بندے کی اپنی ہی بہتری کے لیے ہے ایک جاہل سے جاہل آدمی بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ اتنی بڑی کائنات اور اس کا اتنا بڑا انتظام جو بغیر کسی انجینئر مستری اور دکھائی دینے والے کاریگر کے چل رہا ہے یہ صرف کسی ایک ہی طاقت کا کام ہے اور وہ طاقت ہے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ایک معمولی گھر دو سربراہوں کے کنٹرول میں نہیں چل سکتا تو یہ اتنا بڑا انظام دو ہستیاں یا زیادہ کیسے چلا سکتی ہیں۔ توحید کے ثبوت کے لیے یہ ایک عمدہ مثال ہے کہ اللہ واحد ہے، پھر جب وہی ایک ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور یہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان والی ساری چیزیں پیدا کیں تو پھر ضروری ہے کہ صرف اسی کا ہی شکر ادا کیا جائے۔ شکر ادا اسی طرح ہوسکتا ہے کہ اسی کو مدد کے لیے پکارا جائے مدد مانگی جائے اپنی تمام ضرورتوں کامیابیوں اور صحت وتندرستی کے لیے صرف اللہ کو پکارا جائے۔ پکارنے اور مدد مانگنے کے طریقے قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں اب جو خوش نصیب ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کو تو غیب کی باتیں بھی معلوم کروائی جاتی ہیں کہ اس زندگی کے بعد تم دوبارہ ضرور زندہ کیے جاؤ گے اس لیے یہ عارضی زندگی بڑی ہی احتیاط سے گزارو۔ کیونکہ یہاں گزارے ہوئے ہر لمحہ کا حساب لے کر آخرت میں ٹھکانا ملے گا۔ اچھے کاموں کا اچھا بدلہ۔ اور برے کاموں کا برا بدلہ۔ قرآن کو غور سے پڑھو کائنات کے ذرے ذرے پر اور خود اپنے آپ پر غور کرو تمہیں اللہ اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب نظر آئے گا۔ انسانی تاریخ اور خاص طور سے قرآن نے جو گزری ہوئی قوموں کا ذکر کیا ہے وہ صاف طور پر یہی خبر دی گئی ہے کہ وہی قومیں پھلتی پھولتی ہیں جو اللہ کی نشانیوں پر غور وفکر کر کے ان سے نئی نئی ایجادات کرتی ہیں اور اللہ کے سامنے سجدۂ شکر ادا کرتی ہیں۔ اور جو قومیں غفلت، بدکرداری، نفرت، حسد اور بغض میں بے ترتیب زندگیاں گزارتی ہیں تو ان کی انہی بدفعلیوں کی وجہ سے ان کو عذاب کے طور پر نیست ونابود کر دیا جاتا ہے اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو آباد کر دیا جاتا ہے۔ آج کل تو سائنسی ترقی کا زمانہ ہے اور سائنسی ترقی کی تو بنیاد ہی قرآن ہے۔ آج کا سائنسدان آخرت کو ماننے پر تیار ہو رہا ہے جب وہ ویڈیو فلم بنا کر اس کو دیکھتا ہے تو اسے یقین ہونے لگتا ہے کہ واقعی ہماری تمام زندگی فلم کی شکل میں ہمارے سامنے ضرور چلائی جاسکتی ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے اب تو قدم قدم پر نت نئی ایجادات دکھائی دیتی ہیں۔ جن کی خبر چودہ سو سال پہلے قرآن پاک میں دی جا چکی ہے۔ کچھ ملحد تو ان کی وجہ سے ایمان کی روشنی سے فیض یاب ہو چکے ہیں اور کچھ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ یہ خبر ملی ہے کہ مئی 1969ء میں امریکی محکمہ ڈاک نے اپالو ہشتم کی خلائی پرواز کی یاد میں ڈاک ٹکٹ جاری کیا ان پر چاند کے مدار سے لی گئی زمین کی تصویر دکھائی گئی تھی اور ان پر یہ عبارت بھی درج تھی ''خدائے عظیم جس نے زمین وآسمان پیدا کیے۔'' یہ سائنسدان اللہ کو مان گئے اس کی عظمت کو مان گئے اور اس کی خلاقی (پیدا کرنے کی طاقت) کو بھی مان گئے مگر دل سے ایمان لانے والے ان میں کتنے ہوئے! یہ معلوم نہیں۔ غرض سب کچھ اللہ نے ہر شخص کو دے رکھا ہے۔ اس کے دیے ہوئے اختیارات کو بندہ اگر صحیح طور پر استعمال کرتا ہے تو اچھے نتائج نکلتے ہیں۔ اگر غلط سمت میں استعمال کرتا ہے تو ظاہر ہے اس کے برے نتائج نکلتے ہیں۔ مگر ہر کام میں اخلاص اور صراط مستقیم پر چلنے سے ہی اللہ راضی ہوتا ہے۔ برکت دیتا ہے ورنہ کفر کو ظلم کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔'' (سورۃ الانبیاء آیت 29)

کائنات اور انسان کی پیدائش کے راز

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣١﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿٣٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے جدا جدا کر دیا اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔(30) اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ وہ لوگوں کے بوجھ سے ہلنے اور جھکنے نہ لگے اور اس میں کشادہ رستے بنائے تا کہ لوگ ان پر چلیں۔(31) اور آسمان کو محفوظ چھت بنایا اس پر بھی وہ ہماری نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں۔(32) اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن' سورج اور چاند کو بنایا یہ سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔(33) اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ زندہ نہیں رکھا۔ بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔(34) ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسائش میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے۔" (35)

تشریح: یہ آیات سائنسی نکات اور بڑے بڑے رازوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ جبکہ بظاہر تخلیق کائنات، تخلیق حیوانات، جمادات، نباتات اور تمام اجرام فلکیات کا ذکر ہے کہ یہ سب اللہ نے بنائے ہیں۔ انسان کی آزمائش کے لیے اس کو نعمتیں دیں اور پھر بتایا کہ زندگی ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور پھر آخرت کا بھی بتا دیا کہ مرنے کے بعد تم کہاں جاؤ گے اور اس نے ذرے سے لے کر آسمان تک ہر چیز کا حساب کتاب بڑی وضاحت سے اپنے پاس لکھ رکھا ہے۔

آیت 30 میں بہت بڑا انکشاف ہے۔ کہ زمین آسمان جڑے ہوئے تھے تو ان کو ہم نے علیحدہ کر دیا۔ علم فلکیات نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعی زمین و آسمان جڑے ہوئے تھے۔ ہوا ایسے کہ سورج کے پاس سے کوئی سیارہ اسقدر زبردست طاقت سے گزرا کہ اس نے سورج کے کچھ حصہ کو اڑا دیا وہ تمام ذرات جو سورج سے علیحدہ ہوئے زمین اور بے شمار سیاروں میں تبدیل ہو گئے اور سورج کے گرد چکر لگانے لگے۔ کیونکہ یہ آگ کے گولے تھے اس لیے ان کا اوپر کا حصہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے لگا

اوراس حصہ کوقرش الارض زمین کا چھلکا (اوپری تہہ) کہتے ہیں۔

آیت میں فتق کا لفظ اور رتق کا لفظ یہ بیان کر رہا ہے کہ دو جڑی ہوئی چیزیں علیحدہ علیحدہ کر دینا۔ یعنی زمین و آسمان کا جڑا ہوا ہونا اور پھر بعد میں تخلیقی کارروائی سے ان کو جدا جدا کرنا۔ تخلیقی کارروائی مختصراً اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ آج کے تمام سائنس دان اب تک صرف یہی جان سکے ہیں کہ زمین کی ابتدا ہوئی جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ''آج کے Cosomolodists یہ کہتے ہیں کہ زمین کا وجود آج سے تقریباً دس سے بیس ارب سال پہلے ایک دھماکے سے وجود میں آیا۔ اس دھماکے کے بعد ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ سے قبل کائنات بلند توانائی کی روشنی پر مشتمل تھی۔ اس کا درجہ حرارت 10^{12} کیلون سے زیادہ اور کثافت (Denstiy) 5×10^{13} گرام فی مکعب سینٹی میٹر تھی۔ یہ روشنی بہت چھوٹی طول موج کی گاما شعاعوں پر مبنی خیال کی جاتی ہے جس کی توانائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ ہم اس قلیل ترین لحہ وقت سے جب کائنات کا آغاز ہوا شروع نہیں کر سکتے۔ بلند توانائی کی روشنی (گاما شعاعوں) کے ذرات فوٹانوں کے باہمی تصادموں سے مادہ اور ضد مادہ کے ذرات وجود میں آئے یعنی پروٹان اور اینٹی پروٹان اور نیوٹران اور اینٹی نیوٹران' مگر ایک ذرہ جب اپنی ضد ذرہ سے ٹکراتا ہے تو دونوں ختم ہو کر روشنی (گاما شعاعوں) کے فوٹان بنا دیتے ہیں۔ اس ادنیٰ درجہ حرارت (گاما شعاعوں) نے الیکٹرانز اور مخالف ذرات پازیٹرانز پیدا کیے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس گیسی آمیزے کا درجہ حرارت گرتا گیا اور بگ بینگ کے کوئی ایک ارب سال کے اندر مادے نے کہکشاؤں کی شکل میں آنا شروع کیا اور ستارے تشکیل دیے۔'' (از کتاب کائنات قرآن اور سائنس)

اس آیت کے درمیانی حصہ میں پانی کی افادیت بڑے ہی خوبصورت جامع اور معنی خیز انداز میں بیان کی گئی ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کی وضاحت بڑے پیارے انداز سے کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

''یہ معلوم ہو چکا کہ حیات کی بنیادی اکائی یعنی اس کا نمائندہ ایک سالمیہ ہے جسے (D N A) کہتے ہیں۔ قوت حیات صرف اس سالمیے میں ہوتی ہے' اگر یہ سالمیہ صرف پانی ہی کے سالمیے سے پیدا ہوتا تو یہ آیت اس طرح سے ہوتی۔ ''ہم نے تمام زندہ چیزوں کو پانی سے پیدا کیا'' جبکہ قوت حیات ایک نئے اور ایک ہی جیسے سالمیے کی بناوٹ ہے جس نے نامیاتی کیمیا (Chemicals) اصلی یا ابتدائی سالمیے سے حاصل کیے ہوتے ہیں۔

جدید علم حیاتیات نے یہ ثابت کر دیا کہ پانی کے سالمیوں کے h^+ اور OH^- آئن (ION) (یا رواں برقی پاروں کے جواہر) کے ذریعے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر (N T P) جو فاسفورس' امینو ایسڈ اور شکر کا مرکب ہوتا ہے کی آمیزش کے عمل میں h^+ آئن ہی استعمال ہوتا ہے' تابکار ہائیڈروجن (Tritum) کے ساتھ تجربات نے یہ ثابت کیا ہے کہ (D N O) سالمیے ہائیڈروجن (ION) صرف پانی ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی تجربے نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ ہائیڈروجن آئن جسے ''حرکت پذیر ہائیڈروجن'' کہتے ہیں رائبوز (Ribose) شکر اور امینو ایسڈ نکلائیڈ کے درمیان ایک مسلسل برقی میدان پیدا کرتا ہے۔ اس طرح وہ بنیاد تیار ہوتی ہے جس پر قوت حیات برقرار رہتی ہے۔ یہ اصول تمام قسم کے جسیموں (Organisums) کے

متعلق بھی اسی طرح ہے۔ یعنی خلیے (Cells) صرف ہائیڈروجن کی مدد سے ہی اپنی مصروفیات یا حرکت جاری رکھ سکتے ہیں۔ خلیوں کی کیمسٹری پر تحقیق نے یہ ظاہر کیا ہے کہ تمام برقی سلسلے خلیے میں لائسوسوم (Lysosome) اور پانی کے برقی چارج (IONS) کی مدد سے قائم رہتے ہیں۔ مزید یہ تمام کیمیائی سلسلے' خلیاتی لیبارٹری جسے ہم مٹوکونڈیا (Mitochondria) کہتے ہیں' پانی کے آئن (IONS) کی وساطت سے ہی کارگر ہوتے ہیں۔ یہ ثابت ہوا ہے کہ پانی کا سالمہ جسم میں سات سے چودہ دن تک رہتا ہے پھر خارج ہو جاتا ہے۔ اور پانی کے نئے آئن (IONS) اس کی جگہ لے لیتے ہیں اس طرح پانی نئی اور تازہ قوت حیات مہیا کرنے کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسے پانی کے ختم ہو جانے (شدید پیاس) کو برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ پانی زندگی کی جیب (Genesis) اور قوت حیات کی بنیاد ہے۔ پھر اس کے بعد آیت اس اعلان پر ختم ہوتی ہے کہ ''پھر وہ کیوں نہیں مانتے؟'' یہ بات خاص طور سے ہمارے موجودہ دور کے کفار کے لیے ہے اس لیے کہ ابھی صرف تیس پینتیس سال قبل ہی قوت حیات کے لیے پانی کے ناگزیر ہونے کی حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔'' مختصر یہ ہے ''درحقیقت ہر جسیمہ اپنی مختصر سی لیبارٹری میں پانی کو نقدی کی طرح خرچ کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے جسم میں گلینڈز میں خاص قسم کے ہارمون پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو خلیوں کے اپنے اندر اور ایک دوسرے کے درمیان پانی کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔ جسم میں موجود بہت سے مراکز بدن کی رطوبت کو جدا کرنے والے گلینڈز سے ایک کمپیوٹر جیسے نظام کے ذریعے منسلک ہیں۔ مثلاً بخار سے پہلے فالتو پانی نکل جاتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ جسم اس قسم کی مدافعتی جنگ میں مصروف ہے جس میں بیکٹیریا کی موجودگی یا حملہ مشکل ہو جائے۔ ہمارے جسم نقصان دہ جراثیم کو زندہ رہنے کی مہلت نہیں دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل اس آیت کریمہ کے راز کے احساس کے تحت ہی وقوع پذیر ہے۔ چنانچہ یہ عظیم معنی ہیں جو اللہ کے اس کلام میں پوشیدہ ہیں کہ ''ہم نے تمام زندہ چیزوں کو پانی کے توسط سے پیدا کیا۔'' (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

اگلی آیت میں پہاڑوں کا ذکر ہے۔ پہاڑوں کے بے شمار فائدے ہیں جن میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ واقعی زمین پر میخوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ زمین کی اوپری تہہ صرف 40 میل ہے جو کہ گرم ترین لاوہ سے بھری ہوئی ہے۔ پہاڑ زمین کے اندر تک بہت گہرائی تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں جو زمین کو توازن اور مضبوطی دے کر محفوظ رکھتے ہیں۔ ورنہ تو لاوے کا زور مسلسل زلزلے پیدا کرتا رہتا۔ پھر انسان کی سہولت کے لیے پہاڑوں کے درمیان میں بڑے بڑے راستے (درے) بنا دیے کہ انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں پورا پہاڑ پھاند کر عبور نہ کرنا پڑے اور آسانی سے سفر ہو سکے اسی طرح اگلی آیت 32 میں بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت آسمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ آسمان بے شمار حفاظتوں کے لیے بنایا گیا ہے اسی لیے اس کو چھت کہا گیا ہے۔ جس طرح چھت انسان کو آندھی طوفان سردی گرمی اور بارش سے محفوظ رکھتی ہے اسی طرح آسمان بھی کچھ ایسی حکمت اور حفاظت کے لحاظ سے بنایا گیا ہے کہ اس نے زمین کو ہر طرف سے پوری طرح لپیٹ رکھا ہے۔ اور یوں فضا سے سورج سے نقصان دہ اور گرم ترین شعاعوں اور مسلسل شہاب ثاقب کی بارش سے زمین کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ تو بڑی ہی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ مگر کفار پھر بھی نہ دھیان کرتے ہیں اور نہ سوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح اگلی آیت 33

میں اللہ کی بہترین تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔یعنی دن رات اور ان سے متعلقہ سورج اور چاند انسان کے لیے بنا دیے تا کہ اس بہترین سسٹم سے انسان کو آرام اور کام کی زبردست سہولت مل سکے۔اور اس میں بھی کئی سائنسی نکات بیان کر دیے گئے ہیں۔

مثلاً چاند سورج' ستارے اور زمین کا آپس میں ربط کے ساتھ چکر لگانا جوان کی آپس میں کشش کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ کشش اس قدر مناسب اور ٹھیک طریقہ سے بنائی گئی ہے کہ ان کی گردش سے لوگ وقت' دن' ہفتے' مہینے اور سال کی گنتی کرتے ہیں اور پھر راستے یعنی سمت بھی انہی سے معلوم کرتے ہیں۔اس کام میں ہمارے مسلمان سائنس دانوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں مثلاً ''ابوالفتح عمر بن ابراہیم خیام۔عالی دماغ فلسفی' شاعر' علم فلکیات اور ہیئت کا زبردست عالم' ماہر ریاضی دان' شمسی اور قمری تاریخوں کی تحقیق کر کے ان میں مفید اصلاحات کرنے والا۔دونوں قسم کی تاریخوں میں مطابقت پیدا کرنے والا' ماہر موسمیات' شمسی مہینوں کو درست کر کے دینی کاموں کے لیے قمری سال اور سرکاری دفاتر میں شمسی سال کو حکومت کے ذریعے رائج کرنے والا لیپ سال کا موجد۔ایک عام انسان تھا مگر اس نے اللہ کے حکم کو مانتے ہوئے کائنات کی ہر چیز پر غور و فکر کر کے یہ کمال حاصل کیا کہ دنیا کو قرآن کی روشنی میں علم کے خزانے اور علم کی چکا چوند روشنی عطا کی۔تو کیا یہ کفار اتنی سی سمجھ بھی نہیں رکھتے کہ اس دن رات اور چاند سورج ستاروں کے بنانے والے کو ہی پہچان سکیں اور ہدایت دینے والے کی نصیحت پر غور کر کے نیکی کی راہ اختیار کر سکیں۔ قرآن پاک میں 750 آیات میں کائناتی مظاہر پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔کیا یہ لوگ اتنے ہی بے عقل ہیں کہ اللہ کی ذات کو کسی صورت بھی پہچان نہیں سکتے۔

جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں بھی اللہ کی مخلوقات جس شکل میں بھی ہوں اور سب ہی اللہ کے حکم کے مطابق ایک خاص مضبوط نظام کے تحت اپنی اپنی جگہ کام میں مصروف ہیں۔جس کو جب اللہ چاہتا ہے اپنی طرف بلا لیتا ہے کسی کو بھی طاقت حاصل نہیں کہ اس کے حکم کے مطابق نہ چلے اور ہمیشہ اس دنیا میں باقی رہ سکے۔آیت 34 اور 35 میں یہی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ زندہ ہونا' مر جانا اور پھر زندہ ہونا یہ اصول ہر مخلوق کے لیے ضروری ہے اور اٹل ہے۔یہاں اس دنیا میں برائی اور بھلائی' نیکی اور بدی' صحت و بیماری' عزت و دولت' امیری اور غریبی۔غرض ہر قدم پر انسان کو آزمایا گیا ہے۔کہ صبر و شکر سے کام لیتا ہے یا کہ سرکشی اور غفلت میں پڑ کر زندگی گزارتا ہے؟ اور یہی زندگی کا مقصد ہے کیونکہ جب آخر میں اللہ کے حضور حاضری ہوگی تو اسی گزرے ہوئے وقت کے مطابق ہمیشہ والی زندگی دی جائے گی۔اچھی یا بری۔یہ سب کچھ رب ذوالجلال اپنے پیارے رسول کی ہمت بندھانے کے لیے بار بار فرما رہا ہے۔کہ بدفطرت انسان کو راہ راست پر لانا بہت مشکل کام ہے۔اس لیے آپ ان سے پریشان نہ ہوں۔

حضور ﷺ سے کفار کی بدتمیزی اور ان کے لیے عذاب کی خبر

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ
وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا
تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ
يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ ع 3/12/3
رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ
اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ
اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ
نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ
لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا
بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور جب کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تم سے ہنسی مذاق کرتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود رحمٰن کے نام سے منکر ہیں۔ (36) (انسان کچھ ایسا جلد باز ہے) گویا انسان جلد بازی ہی سے بنایا گیا ہے۔ میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو تم جلدی نہ کرو۔ (37) اور کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا آپ کہتے ہیں وہ کب آئے گا؟ (38) اگر یہ منکر لوگ اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے منہ کے سامنے سے آگ کو روک سکیں گے نہ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اور نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا۔ (39) بلکہ قیامت اچانک ان پر آ وارد ہوگی اور ان کے ہوش کھو دے گی پھر نہ وہ اسے روک سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ (40) اور تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھے ہو چکے ہیں۔ تو جو لوگ ان میں سے

تمسخر کیا کرتے تھے ان کو اسی عذاب نے جس کی ہنسی اڑاتے تھے آ گھیرا۔(41) کہو کہ رات اور دن میں (اللہ کے غضب) سے تمہیں کون بچاتا ہے؟ اصل میں وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں۔(42) کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو ان کو مصائب سے بچا سکیں وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہم سے بچانے کے لیے کوئی ان کی مدد کر سکے گا۔(43) بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو عیش دیا یہاں تک کہ اسی حالت میں ان کی عمریں بسر ہو گئیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں۔(44) کہہ دو کہ میں تم کو حکم الٰہی کے مطابق نصیحت کرتا ہوں اور بہروں کو جب نصیحت کی جائے تو وہ پکار کو سنتے ہی نہیں۔(45) اگر ان کو تمہارے رب کا تھوڑا سا عذاب بھی پہنچے تو کہنے لگیں کہ ہائے کمبختی ہم بیشک گنہگار تھے۔(46) اور ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو رکھیں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہو گا تو ہم اس کو سامنے لائیں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔(47)

تشریح: مندرجہ بالا آیات میں شروع میں ہی اللہ رحمٰن و رحیم اپنے آخری رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو ان لوگوں کی حرکتوں، بدتمیزیوں سے ہرگز پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کافر شخص یہی کر سکتا ہے کہ رسول کا مذاق اڑائے کیونکہ رسول ہمیشہ کفر اور برائی سے منع کرتا ہے۔ اسی لیے وہ رسول کے مخالف ہو جاتے ہیں اور ہر صورت رسول کو تنگ کرتے ہیں کیونکہ وہ کفر و شرک میں اس قدر پھنس چکے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے ذکر سے ہی دور بھاگتے ہیں اور پھر اسی لیے ہر وقت اس عذاب کے مطالبہ کرتے رہتے ہیں جس سے آپ انہیں ڈراتے ہیں۔ اس سے ایک تو ان کی حق سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرے انسان کی اس فطرت کا اظہار ہوتا ہے کہ جو اللہ نے انسان کو دے رکھی ہے باقی بہت سی فطری عادات کے ساتھ ایک جلد بازی کی صفت بھی اللہ نے انسان کی عادات میں ڈال رکھی ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس عذاب کے جلد نہ آنے کے بارے میں کئی بار فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے پاس مقرر کیے گئے وقت پر ضرور آ جائے گا اور پھر یہ بھی آ چکا ہے کہ آخری نبی قیامت کے قریب آئیں گے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ وقتِ عذاب اس قدر سخت اور دردناک ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس کے بارے میں ذرا سا نقشہ بھی دکھا دیا جائے تو یہ لوگ ہرگز اس کے لیے جلدی نہ مچائیں جیسا کہ آیات 39 اور 40 میں بڑی تفصیل سے عذاب کا بیان کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت اس قدر اچانک آنے والا حادثہ ہے کہ انسان اس کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ تمام واقعات جو کہ غیب سے تعلق رکھتے ہیں نبیوں، پیغمبروں اور رسولوں کے ذریعے لوگوں کو بتا دیے ہیں مگر ہر زمانے میں جھٹلانے والوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ نبیوں کا مذاق اڑاتے رہے اس لیے رسول کریم ﷺ کو یہی تاکید کی جا رہی ہے کہ آپ ان لوگوں کی ہرگز پرواہ نہ کریں اور ہر صورت نیکی راست بازی اور توحید کا سبق برابر ان کو دیتے رہیں۔ اور اللہ کی طاقت اور قدرت کا سبق ان کو دیتے رہیں۔ جیسا کہ اللہ کی رحمتوں، برکتوں اور احسانات کا ذکر آیات 30 سے 33 تک میں بڑی وضاحت سے کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح آیت 44 میں ایک بہت بڑی حقیقت کا اشارہ موجود ہے جس کو آج کی سائنس بھی ماننے کو تیار ہو چکی ہے۔ کیا یہ قرآن کے آسمانی کتاب

ہونے اور اللہ کے قادر مطلق ہونے کی ایک مضبوط دلیل نہیں ہے۔ فرمایا ''ہم زمین کو اس کے کناروں سے سکیڑ رہے ہیں۔'' آیت 44 زمین کی تخلیق پھر اس کا پھیلنا اور پھر سکڑ کر ختم ہو جانا۔ سکڑنے کا پیغام اس آیت سے صاف طور پر مل رہا ہے۔ ڈاکٹر دلدار احمد صاحب اس کو یوں بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''انتہائی طاقتور جدید ترین آلات اور وسیع تحقیقات نے سائنسدانوں کو اس نتیجے پر پہنچایا ہے کہ ستاروں کو بھی پیدائش' نشوونما' زوال اور موت کے لازمی مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ ستاروں کے اندر مرکزائی تعاملات (Nuclear Reaction) ہوتے ہیں جن میں ہائیڈروجن' ہیلیم تبدیل ہوتی ہے۔ ہر ستارے کی زندگی میں ایک مقام ایسا آتا ہے جب اس کی ساری ہائیڈروجن ختم ہو جاتی ہے اور یوں ستارہ ختم ہو جاتا ہے۔

کسی ستارے کا وجود دو چیزوں کے توازن پر مبنی ہوتا ہے۔ ایک کشش ثقل جو ستارے کے حجم کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری گیسوں کے ذرات کی حرکت جو کشش ثقل کے خلاف عمل کرتی ہے اور ستارے کی جسامت کو بڑا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب ستارے کا ایندھن یعنی ہائیڈروجن ختم ہو جاتا ہے۔ تو وہ ٹھنڈا ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ کشش ثقل حرکی توانائی پر غالب آ جاتی ہے اور ستارہ سکڑنے لگتا ہے اور بالآخر موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔'' از (کائنات قرآن اور سائنس)

یہ تمام سائنسی کمالات چودہ سو سال پہلے قرآن میں بیان کر دیے گئے جب کہ اس وقت علوم فلکیات' فلسفہ' سائنس اور طب کے میدان میں لوگ بالکل لاعلم تھے۔ بعد میں قرآن پاک میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر علوم وفنون کی بنیادی اصلاحات نکالی گئیں اور ان پر تحقیقات کر کے بے شمار بڑی بڑی ایجادات کی گئیں۔ کیا یہ سب قرآن کے کتاب الٰہی ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی رسول خدا ہونے کی بہت بڑی دلیل نہیں؟ بے شک اللہ کے پیدا کیے ہوئے بندوں کو ہوش میں آ کر اللہ ہی کی بندگی کرنی چاہیے اور عیش و عشرت کی زندگی میں کھو کر اللہ جل شانہ' کو بھلا نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے صرف اسی کے سامنے جھکنا چاہیے۔

پھر بار بار اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول کو یہی کہتے ہیں کہ آپ میرے پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں۔ ''الٰہ ایک ہے میں اس کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور یہ قرآن اللہ کا بھیجا ہوا پیغام ہے خبردار ہو جاؤ۔ ان کو بتاؤ کہ تم جو نیکی کے پیغام کی طرف سے اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہو' اگر تمہیں اس سزا کی ایک جھلک بھی دکھا دی جائے تو تم چلانے لگو' ''ہائے کم بختی ہم بے شک گنہگار تھے'' اور پھر آخری آیت میں اعلان کر دیا گیا۔ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو رکھیں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہو گا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔'' (آیت 47)

اب تو سائنس نے بھی اس حقیقت کو مان لیا ہے کہ ہمارے اعمال کی ویڈیو تیار ہو رہی ہے۔ ہر شخص اس قدرتی نظام میں جکڑا ہوا ہے۔ کوئی شخص اس نظام الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔ جب ہم دل سے اس حقیقت کو مان لیں تو پھر کون ہے جو غلط کام کرنے کا سوچ بھی سکے۔ اللہ ہمیں ایمان ویقین کی دولت عطا کرے۔ آمین۔

تورات کی صفات اور قرآن مجید کا بابرکت ہونا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو ہدایت اور گمراہی میں فرق کر دینے والی روشنی اور نصیحت کی کتاب عطا کی پرہیز گاروں کیلئے۔(48) جو بغیر دیکھے ہوئے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے خوف کھاتے ہیں۔(49) یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔؟(50)

تشریح: جیسا کہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا پھر برے بھلے کی تمیز دی، یعنی عقل سمجھ اور علم عطا کیا۔ مگر کیونکہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ بھول جاتا ہے غلطی کر بیٹھتا ہے تو اس کو خبردار کرنے کے لیے اللہ کی خاص رحمت اس پر یہ بھی نازل کی گئی کہ وقتاً فوقتاً اس کی ہدایت کے لیے انبیاء بھیجے گئے اللہ ان انبیاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کیونکہ انہوں نے اولاد آدم کو سیدھی راہ پر چلانے اور برائیوں سے بچا کر تقویٰ کی روشنی کی طرف بلانے کے لیے بے حد تکالیف' پریشانیاں اور مصائب برداشت کیے اسی لیے یہ برگزیدہ لوگ اللہ کے مقبول ترین لوگ ہیں ان کی تعلیمات ہمیشہ ایک ہی رہی ہیں۔ یعنی توحید اور تقویٰ۔ تقویٰ کے اندر سیرت و کردار کی تمام خوبیاں آ جاتی ہیں۔

اب یہاں سے انبیاء کا ذکر شروع ہو رہا ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ رشد و ہدایت کی تعلیم دینے کے لیے کن کن مشکلات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی جو کہ رشد و ہدایت کی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی قوم بنی اسرائیل مصر سے آزاد ہو کر جزیرہ نمائے سینا میں آباد ہوئی۔ آپ کو اللہ سے کلام کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ سیدنا ہارون علیہ السلام کو نبوت دے کر آپ کا معاون بنایا گیا۔ آپ کی امت بہت زیادہ تھی۔ آپ کو جہاد کا حکم ہوا۔ آپ کو معجزات دیے گئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش فرعون کے محل میں ہوئی۔ کیونکہ آپ کی والدہ نے فرعون کے حکم سے ڈرتے ہوئے آپ کو تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا جو فرعون کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے ان کو خود ہی پرورش کیا۔ اس کی تفصیلات گزری چکی ہیں۔ بہر حال آپ کی قوم بڑی عجیب قوم تھی اپنی ہٹ دھرمی' نافرمانی اور بے راہروی کی وجہ سے اللہ کے غضب کا شکار ہو گئی اور نبوت بھی ان سے منتقل ہو کر قریش کے قبیلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئی۔ آپ پر قرآن پاک نازل ہوا۔ جو رشد و ہدایت' اور جامعیت کا خزانہ ہے اس میں ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ ''تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو''؟ آیت 50 یعنی قرآن مجید تمام پہلی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ اس لیے اس پر ایمان لانا نہ صرف اچھا ہے بلکہ دنیا و آخرت میں کامیابیاں حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ ان کے بعد جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات اور لوگوں کا ردعمل

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرٰهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عٰلِمِينَ ﴿٥١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا
هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عٰبِدِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ
كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِينَ ﴿٥٥﴾
قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۖ وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِنَ
الشّٰهِدِينَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا
إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿٥٨﴾ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ
الظّٰلِمِينَ ﴿٥٩﴾ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرٰهِيمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلٰى
أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾ قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يٰإِبْرٰهِيمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ
بَلْ فَعَلَهُ ۖ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا إِلٰى أَنْفُسِهِمْ
فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ
يَنْطِقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾
أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا
آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلٰمًا عَلٰى إِبْرٰهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ
كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا
لِلْعٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ ۖ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ
أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ ۚ
وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ ﴿٧٣﴾

اور ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت دی تھی اور ہم ان کے حال سے واقف تھے۔(51) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم بندگی کے لیے جمے بیٹھے ہو۔(52) وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے دیکھا ہے۔(53) ابراہیم نے کہا کہ تم بھی گمراہ اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں پڑے رہے۔(54) وہ بولے کیا تم

ہمارے پاس واقعی حق لائے ہو؟ یا ہم سے کھیل کی باتیں کرتے ہو؟ (55) ابراہیم نے کہا "نہیں بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے' جس نے ان کو پیدا کیا' میں اس بات کا گواہ ہوں۔ (56) اور اللہ کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کا علاج کروں گا۔ (57) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے بت کو نہ توڑا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ (58) کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ وہ تو ظالم ہے۔ (59) لوگوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے اسے ابراہیم کہتے ہیں۔ (60) وہ بولے کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ گواہ رہیں۔ (61) جب ابراہیم آئے تو انہوں (بت پرستوں) نے کہا کہ اے ابراہیم! بھلا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام تم نے کیا ہے؟ (62) ابراہیم نے کہا بلکہ یہ تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہوگا' اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو؟ (63) پھر اپنے دل میں سوچنے لگے اور پھر بولے لوگو! تم ہی بے انصاف ہو۔ (64) پھر شرمندہ ہو کر سر جھکا لیے اور پھر بولے تو تو جانتا ہے یہ بولتے نہیں۔ (65) ابراہیم نے کہا کہ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکتی ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں؟ (66) تف ہے تم پر اور ان پر جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ (67) تب وہ کہنے لگے کہ اگر تمہیں اس سے اپنے معبودوں کا بدلہ لینا ہے تو اس کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ (68) کہا ہم نے اے آگ! ٹھنڈی اور آرام دہ ہو جا ابراہیم کے لیے۔ (69) ان لوگوں نے برا تو ان کا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا۔ (70) ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے اہل عالم کے لیے برکت رکھی تھی۔ (71) اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کیے اور یعقوب انعام میں اور سب کو نیک کیا۔ (72) اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے' ان کو نیک کام کرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔" (73)

تشریح: جیسا کہ سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر ہو چکا اسی طرح اب آگے کچھ اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر مختصراً بیان کیا جائے گا۔ اصل میں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ لوگوں کو انبیاء کی سیرت اور اللہ کے راستے میں آنے والے مصائب اور تکالیف پوری طرح واضح کر دیے جائیں اور ان مقاصد سے آگاہ کر دیا جائے۔ مقاصد یہ ہیں۔

پہلا: یہ کہ رسول بھی انسان ہی ہوتا ہے اور یہ سلسلہ انسانیت کی ابتدا کے ساتھ ہی شروع کر دیا گیا تھا۔

دوسرا: یہ کہ تمام انبیاء اسی تعلیم اور اسی مشن کے لیے بھیجے گئے ہیں جس کے لیے سیدنا محمد ﷺ بھیجے گئے تھے۔

تیسرا: یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا ہر قدم صرف اور صرف اللہ کی فرمانبرداری' رضا اور خوشی حاصل کرنے کے لیے اٹھتا ہے اس لیے اللہ بھی ان کی خاص طور پر خاص ذریعوں سے مدد کرتا رہتا ہے۔ ان کی دعائیں ضرور قبول کرتا ہے اور ان کو کامیابیاں بھی ضرور عطا کرتا ہے۔ اور یوں دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے مستحق بن جاتے ہیں۔

چوتھا: یہ کہ انسان ہونے کے ناطے جب بھی ان سے کوئی لغزش لاعلمی میں ہو جاتی تھی تو اللہ کی طرف سے فوراً ان کو تنبیہ کر دی جاتی تھی۔ غرض یہ کہ پیغمبر' رسول یا نبی ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑا مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ مگر اس کا انعام بھی بہت بڑا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت و کردار اور نبوت کے بارے میں تفصیلات مندرجہ ذیل سورتوں میں گزر چکی ہیں۔سورۂ بقرہ آیات 124 سے 141 تک۔258 سے 260 تک الانعام آیات 74 تا 81۔التوبہ آیات 114۔ہود آیات 69 تا 76۔ابراہیم آیات 35 تا 141 الحجر 51 تا 60۔النحل آیات 120 تا 123۔

قریش مکہ خانہ کعبہ کے متولی تھے

قریش کیونکہ سیدنا ابراہیم کی اولاد میں سے تھے خانہ کعبہ کیونکہ آپ نے تعمیر کیا تھا،لہٰذا وہ اپنے آپ کو بڑا برتر سمجھتے تھے۔مگر آپ کی اصل تعلیمات کو بھلا کر دوبارہ بت پرستی اور گناہوں کی دلدل میں جا گرے تھے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں۔آپ ملک عراق سے تعلق رکھتے ہیں۔وہاں اس وقت بت پرستی اور ستارہ پرستی ہوتی تھی آپ کو خلیل اللہ کا لقب دیا گیا۔آپ کی شان بڑی بلند تھی وہ نرم مزاج اور معقول انسان تھے۔پیغمبر فطرت، معمار کعبہ اور حج کے بہت سے ارکان ان کی یادگار ہیں۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہونے کی فضیلت بھی آپ کو حاصل ہے۔آپ نے یہ درجات بڑی سخت آزمائشوں میں پورا اترنے کے بعد حاصل کیے۔جہاں اور بہت سی دعائیں آپ کی قبول ہوئیں وہاں ایک بہت بڑی دعا صالح بیٹے کی صورت میں بھی قبول ہوئی۔آپ نہ صرف عابد و زاہد ہی تھے بلکہ فراست اور شجاعت کے بھی مالک تھے۔آپ کی سیرت سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے تبلیغ کے لیے دلائل، خود اعتمادی اور یقین محکم بہت ضروری ہے۔

جب آپ نے بڑے بت سے ماجرا پوچھنے کو کہا تو کفار نے خود اپنی زبان سے اپنے معبودوں کی تذلیل کر دی کہ ”یہ تو بول نہیں سکتے۔“ وہ ان کی حقیقت کو سمجھ چکے تھے مگر صرف ہٹ دھرمی اور آباؤ اجداد کی پکی رسموں کو توڑ نہ سکتے تھے۔اور یہی انسانی کمزوری ہے۔اسی کمزوری کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انسانوں پر رحمت کی اور ہدایت کے لیے رسول و پیغمبر بھیجتا رہا۔ان کی سخت ترین آزمائشوں میں مدد بھی کرتا رہا۔جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کیا گیا تو اللہ نے اپنے حکم سے آگ کو اس کے عمل کے خلاف جلانے کی بجائے راحت کا سبب بننے کو کہا اور پھر فرمایا:

”ہم نے اس کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے جہان کے لیے برکت رکھی۔(71) اور ہم نے اسے اسحٰق بخشا اور یعقوب انعام میں اور سب کو نیک بخت کیا۔(72) اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں اور ہم نے انہیں نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور وہ ہماری بندگی میں لگے ہوئے تھے۔“(73)

یہی تعلیم، راستہ توحید اور اس کی تبلیغ کا تمام انبیاء کو حکم دیا گیا اور پھر وہی ذمہ داری آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ڈالی گئی۔اب سیدنا لوط علیہ السلام کی زندگی کا بیان جاری ہے۔

سیدنا لوط علیہ السلام کی نبوت اور نجات کا تذکرہ

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ۭ اِنَّهُمْ
كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع 5/25/5

اورلوط (کا قصہ یاد کرو جب ان) کو ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا اوراس کو اس بستی سے بچا نکالا جو گندے کام کرتی تھی اور وہ لوگ برے اور نافرمان تھے 74 اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں لے لیا وہ نیک بختوں میں سے ہے۔" 75ع

تشریح: سیدنا لوط علیہ السلام کا ذکر الاعراف آیات 80 تا 84 ھود آیات 69 تا 83۔ الحجر آیات 57 تا 76 میں تفصیلاً ہو چکا ہے۔ آپ کو علم وحکمت اور دانائی دی گئی تھی آپ کو بھی عراق سے نکال کر شام وفلسطین کی سرزمین میں پناہ دی گئی۔ یہ سرزمین دینی و دنیاوی دونوں لحاظ سے مبارک اور بابرکت ہے۔ کیونکہ یہ انتہائی زرخیز علاقہ اور روحانی لحاظ سے یوں کہ 2 ہزار برس تک یہ علاقہ انبیاء علیہم السلام کا مسکن رہا۔ سیدنا لوط علیہ السلام کو گندی قوم سے نکالا اس قوم پر عذاب الٰہی آیا۔ اور ان کے لیے فرمایا "اور اسے ہم نے اپنی رحمت میں لے لیا، وہ نیک بختوں میں سے ہے۔" (75)

سیدنا نوح علیہ السلام کی نجات

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾
وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾

اور نوح نے ان سے پہلے ہمیں پکارا تو ہم نے اسکی دعا قبول کرلی ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔ (76)
اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے درحقیقت وہ برے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ (77)

تشریح: سیدنا نوح علیہ السلام بڑے عالی مرتبہ پیغمبر گزرے ہیں ان کے بارے میں سورۃ الاعراف میں آیات 59 تا 64 میں بیان ہو چکا ہے یہاں ذکر ان کی دعا کا ہے۔ کہ جب قوم سے ناامید ہو گئے تو تھک ہار کر اللہ سے دعا کی "پروردگار میں مغلوب ہو گیا ہوں اب میری مدد کو پہنچ۔" (القمر آیت 10) اور دعا کی "پروردگار زمین پر ایک کافر باشندہ بھی نہ چھوڑ۔" (نوح آیت 26)
تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔ ان کو اور نیک بندوں کو کشتی میں سوار کر کے بچا لیا اور باقی تمام لوگوں کو طوفان نوح میں غرق کر دیا۔ اور یوں آپ نے آدم ثانی کا لقب پایا۔ مطلب یہ ہے کہ رسالت کا فریضہ سخت مشکل ہے مگر اللہ ہر وقت انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان کی دعائیں زیادہ قبول کرتا ہے اور ان کو مشکلات سے نجات بھی اپنی حکمت سے ضرور دلاتا ہے۔ جب کوئی قوم حد سے زیادہ بڑھ

جاتی ہے تو پھر اللہ نبی کو نکال لیتا ہے اور قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح اب سیدنا داؤد و سلیمان کا ذکر ہوتا ہے۔

سیدنا داؤد اور سلیمان علیہ السلام کے کارنامے

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۖ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

اور داؤد و سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں اور اسے روند گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت موجود تھے۔ (78) تو ہم نے فیصلہ کرنے کا طریقہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت و نبوت اور علم بخشا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کا تابع کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی مسخر کر دیا تھا اور ہم ہی ایسا کرنیوالے تھے۔ (79) اور ہم نے اسے تمہارے لیے ایک طرح کی زرہ بنانی بھی سکھا دی تاکہ تم کو لڑائی کے ضرر سے بچائے پس تم کو شکر گزار ہونا چاہیے۔ (80) اور ہم نے تیز ہوا سلیمان کے تابع کر دی تھی جو ان کے حکم سے اس ملک میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دی تھی (یعنی شام) اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔ (81) اور شیطانوں کی جماعت کو بھی انکے تابع کر دیا تھا کہ ان میں سے بعض ان کے لیے غوطے مارتے تھے اسکے سوا اور کام بھی کرتے تھے اور ہم انکے نگہبان تھے۔ (82)

تشریح: سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام دونوں باپ بیٹا تھے اور نبی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ حکمران بھی تھے۔ باقی نبیوں کی طرح آپ کو بھی کتاب آسمانی دی گئی جو زبور کے نام سے مشہور ہے اور آپ بنی اسرائیل کے حکمران تھے۔ فہم و فراست اور حکمت و دانائی اللہ کی طرف سے آپ کو ملی ہوئی تھی۔ مگر یہاں کچھ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے والد سیدنا داؤد سے زیادہ معاملہ فہم تھے جیسا کہ اس مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بکریوں نے کھیت اجاڑ دیا تو سیدنا داؤد نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ اللہ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو وحی سے بتایا تو آپ نے فیصلہ اس طرح کیا کہ بکریاں کھیت والے کو اتنی دیر کے لیے دی جائیں جتنی دیر بکریوں والا کھیت کو کاشت کر کے اسی حالت میں لے آئے جس میں بکریوں نے اس کو اجاڑا تھا۔ یہ فیصلہ باپ نے اور دونوں مقدمہ کرنے والوں نے بخوشی منظور کر لیا۔ ظاہر یہ ہوا کہ اگر ایک قاضی سے دوسرا قاضی زیادہ بہتر فیصلہ کرے تو فیصلہ بدلنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آنی چاہیے۔ یہ تو صرف ایک مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فیصلہ

کرنے والا نیک نیت ہوتو ہلکی پھلکی غلطی گناہ میں شامل نہ ہوگی۔فہم وفراست اور تقویٰ کے علاوہ اللہ نے آپ دونوں کو کچھ خاص کمالات عطا کرر کھے تھے۔مثلاً سیدنا داوٗد علیہ السلام کو اللہ نے خوش آواز اس حد تک بنایا تھا کہ جب آپ اپنی کتاب زبور کی آیات کو وجد وسرور سے بلند آواز میں جو کہ سریلی، موثر اور دل میں اتر جانے والی ہوتی تھی، پڑھتے تو انسان تو کیا پہاڑ اور پرندے بھی اس وجد میں آجاتے کہ آپ کے ساتھ وہ بھی اللہ کی تسبیح وتقدیس میں شامل ہو جاتے۔معلوم ہوا کہ ایک سچے پکارنے والے کی آواز آتش فشاں سے بھی زیادہ سخت زبردست ہوتی ہے۔کیونکہ بولنے والا اللہ کی ذات میں گم ہو کر خود کو بھول جاتا ہے اور اس کی آواز خالصتاً اللہ کی آواز بن جاتی ہے۔اسی طرح اگر وہ کچھ لکھتا ہے تو اپنے خون جگر سے لکھتا ہے۔اس کی بات صرف بات نہیں ہوتی بلکہ روح انسانی کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔یہ بالکل سچ ہے کہ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ سیدھی دل میں اتر جاتی ہے۔مگر انسان اتنا بے حس ہے کہ اس کو جنت کا نقشہ دکھایا جاتا ہے جہنم کا عذاب بتایا جاتا ہے۔غرض ہر طرح اس کو سمجھایا جاتا ہے مگر پھر بھی اکثریت اپنے کفر وشرک پر ہی اڑی رہتی ہے۔بہر حال سیدنا داوٗد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور بھی بہت بڑی صلاحیت دے رکھی تھی اور وہ تھی زرہ بنانے کا فن آپ کو اللہ نے اپنی قدرت سے یہ ملکہ عطا کیا ہوا تھا کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔اسی لیے آپ جو زرہیں بناتے تھے وہ پہلے بننے والی زرہوں سے کئی گنا زیادہ مفید پائیدار اور بہترین ہوتی تھیں۔مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''دنیا میں لوہے کے استعمال کا دور 1200 اور 1000 قبل مسیح کے درمیان شروع ہوا اور یہی سیدنا داوٗد کا زمانہ ہے۔'' (از تفہیم القرآن صفحہ 175)

رشد وہدایت کی تبلیغ کے علاوہ سیدنا داوٗد علیہ السلام نے انسان کی بھلائی کے لیے بڑی اچھی زرہیں بنائیں جو لڑائی کے وقت انسان کو جسمانی نقصان سے بچاتی تھیں۔کیونکہ اس وقت تیر وتلوار سے جنگ ہوتی تھی تو یہ لوہے کا لباس تیر وتلوار کے وار کو جسم تک پہنچنے سے بچا لیتا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ یاد کرواتے ہیں ان انبیاء کے ذریعہ تم تک پہنچنے والی تمام نعمتیں ہم نے ہی انسان کی بھلائی کے لیے پیدا کی ہیں۔اس لیے ہر لحہ اللہ کا ذکر اور اس کا شکر ادا کرتے رہو تو یہی تمہارے لیے بہترین راستہ ہے۔

سیدنا داوٗد علیہ السلام کے بارے میں تفصیلاً سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اب آپ کے بیٹے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے۔پہلا انعام تو آپ کو یہ دیا گیا کہ ہوا کو آپ کے تابع کر دیا گیا تھا یہ قدرت اللہ رب العزت نے آپ کو خاص طور سے عطا کر رکھی تھی کہ تیز اور آہستہ ہوا کو سیدنا سلیمان علیہ السلام (اللہ کی اجازت سے) اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتے تھے۔اسی لیے آپ ایک دن میں دو ماہ کا سفر ہوا کے دوش پر آسانی سے کر لیتے تھے۔یعنی جہاں بھی جانا چاہتے اور جس وقت واپس اپنے وطن شام میں آنا چاہتے با آسانی آسکتے تھے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ وہ اللہ ہو گئے۔کیونکہ سب کچھ دینے والا واپس لینے والا اور کنٹرول کرنے والا تو صرف وہی الہ العلمین ہے جو ذرے ذرے کا علم رکھنے والا ہے۔وہ تو صرف ایک مقبول انسان تھے۔دوسری مہربانی اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام پر یہ کی تھی کہ آپ اللہ کی مرضی کے تحت سرکش جنوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتے تھے۔آپ ان سے بے شمار سخت اور مشکل کام لیتے تھے مثلاً سمندروں میں غوطے لگا کر قیمتی زر وجواہر اور موتی آپ کے لیے نکال کر لاتے اسی طرح کئی اور مشکل کام وہ حکم کے مطابق بغیر شرارت کے پوری فرمانبرداری سے کرتے تھے۔اور اس میں اصل کمال تو اللہ ہی کا ہے کہ جس نے

اتنی بڑی جنوں کی طاقت کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔مزید تفصیلات ان شاءاللہ سورۂ سباء میں بیان کی جائیں گی۔

مندرجہ بالا مضمون کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے مغرور ہو کر اللہ کو بھول نہیں جانا چاہیے سیدنا داؤد و سلیمان کو ہر ہر طرح سے عزت آسائش اور زبردست اختیارات اللہ نے دیے مگر وہ ہر صورت اللہ جل شانہٗ کی عبادت' فرمانبرداری اور شکر گزاری میں مشغول رہتے۔کبھی بھی ناشکری اور غفلت سے کام نہ لیتے تھے۔ بلکہ اپنے فرائض بڑی نیک نیتی' محنت اور خلوص سے ادا کرتے رہے اور شکر و زہد میں زندگیاں گزار دیں۔اسی طرح اللہ اپنے بندوں کو خاص طور سے انبیاء علیہم السلام کو کبھی سختی' مصیبت' پریشانی اور نقصانات سے آزماتا ہے اور کبھی خوشحالی' سکون اور رحمتوں کی فراوانی سے آزماتا ہے۔جیسا کہ نصیحت کے لیے آگے آیات میں سیدنا ایوب علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

سیدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾

اور ایوب نے جب اپنے رب سے دعا کی کہ مجھ پر تکلیف پڑی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے۔(83) تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی دور کر دی' اور ان کو بال بچے بھی دیئے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور دیے اور عبادت کرنے والوں کے لیے یہ نصیحت ہے۔(84)

تشریح: سیدنا ایوب علیہ السلام کی زندگی بھی حسن اخلاق' صبر و استقامت اور زہد و تقویٰ کی بہترین مثال ہے۔آپ کے نسب قوم اور زمانے میں اختلاف ہے زیادہ خیال یہی ہے کہ آپ کا زمانہ نویں صدی قبل مسیح یا اس سے پہلے کا ہے۔آپ سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے دوسرے بیٹے عیسو کی نسل سے تھے۔آپ کو اللہ نے عزت' دولت' شہرت' صحت اور ایمان کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔آپ اور آپ کی بیوی رحمت انتہائی نیک' پرہیزگار اور شکر گزار انسان تھے۔اللہ نے آپ کو یہ سب کچھ دے کر تو آزمالیا اب اس نے آپ کو تنگ دستی بیماری' آفات' مشکلات اور نقصانات سے دوچار کر کے آزمایا۔یعنی تمام شان و شوکت صحت آل اولاد سب کچھ چھین لیا اور بیماری ایسی لگائی کہ سب ساتھ چھوڑ گئے سوائے نیک و فرمانبردار بیوی کے۔اتنا کچھ ہونے کے باوجود نہ تو زبان پر اللہ سے شکوہ کیا نہ ایمان میں کمزوری آئی۔ بلکہ اللہ جل شانہٗ کی حکمت' دانائی اور حاکمیت پر اس قدر پکا یقین تھا کہ سب کچھ صبر و سکون سے شکر ادا کرتے ہوئے صرف اس لیے برداشت کرتے رہے کہ اللہ بڑا مہربان ہے یہ سب کچھ کسی خاص مصلحت یا امتحان کے طور پر ہو رہا ہے اور پھر ایمان کی پختگی کا یہ عالم کہ یہ زندگی تو عارضی ہے اصل میں تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔لہٰذا بے مثال صبر و سکون اور شکر و

عبودیت سے تمام تکالیف برداشت کرتے رہے۔ جب بہت زیادہ وقت اسی طرح گزر گیا تو پھر اللہ کو پکارا'' مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ (سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) آپ کی دعا کا انداز اور خودداری اور اللہ کے رحم وکرم پر بھروسہ کی انتہاء اللہ کو اس قدر پسند آیا کہ اللہ کی رحمت نے جوش مارا اللہ نے آپ کی تمام تکلیفیں دور کردیں اور سب کچھ پہلے سے زیادہ دیا۔

سیدنا ایوب علیہ السلام کا واقعہ اسی لیے بیان کیا گیا ہے کہ ہر سننے پڑھنے والا اس سے سبق حاصل کرلے۔ کہ ہر مصیبت' پریشانی اور تکلیف اس لیے آتی ہے کہ انسان کا ایمان اور بھی مضبوط ہو جائے۔ جب ایک مصیبت زدہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس میں بھی اس کے لیے کوئی بہتری ہے تو پھر اس کی تکلیف' تکلیف نہیں رہتی اسی میں تقویٰ' بندگی' ایثار اور اللہ سے محبت انتہاء کو پہنچ جاتی ہے۔ تو ایسے ہی شکر گزار متقی پرہیز گار بندگان رب العلمین کے لیے خوشخبری ہے کہ ان کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اللہ ان کو فراخی' صحت وسلامتی' عزت اور فتح مندی ضرور عطا کرتا ہے اور آخرت میں تو ہمیشہ کی برکات ان کو ہی ملیں گی۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کی دعا کا انداز ہمیں خودداری اور یقین کامل کا سبق بھی دیتا ہے۔ ''میں مشکل میں ہوں اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(علامہ اقبال)

اس کا مطلب غرور' خود پسندی' ضد یا ہٹ دھرمی نہیں بلکہ اس کا مطلب اپنی پہچان' اللہ کی پہچان' یقین' بڑائی اور اپنی عجز و انکساری کا اعتراف ہے۔ اپنی بندگی اور اللہ کی بندہ نوازی پر یقین کی پختگی کا اظہار ہے۔ خودداری اور خود پسندی (غرور) میں ایک دھاگہ کے برابر فرق ہے۔ خودداری تو انسان کو زمین سے آسمان پر پہنچاتی ہے یعنی انسانی اخلاق کا بلند ترین درجہ ہے جبکہ خود پسندی آسمان سے زمین پر گرا دیتی ہے جیسا کہ شیطان ''ابلیس'' کہ اللہ نے اس کے غرور اور نافرمانی کی وجہ سے اس پر ہمیشہ کے لیے لعنت کردی۔ اور اپنے پیارے شکر گزار بندے سیدنا ایوب علیہ السلام کی شاندار دعا پر ان کی تمام سختیاں راحتوں میں بدل دیں۔

آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ انسان کی زندگی کے ہر ہر لمحے کو پاکیزہ' کامیاب اور بلند ترین بنانے کا سبق دیتا ہے۔ کیونکہ امتحان تو زندگی کے ہر شعبہ اور ہر لمحہ پر ہوتا رہتا ہے۔ یعنی انسان کی عقل' علم' مال و دولت' عزت' شہرت' طاقت' صحت' عبادت اور ہر قسم کے اختیارات سب کچھ امتحان کے دائرے میں آتا ہے۔ جو بھی انسان یہ تمام کام عبدیت (اللہ کی فرمانبرداری) اور نیابت الٰہی (اللہ کا نائب ہونا) کو خیال میں رکھ کر کرتا ہے کسی بھی مشکل میں شکوہ شکایت نہیں کرتا۔ رضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے تو گویا اس نے اللہ کی مقبولیت حاصل کرلی۔ اور جس نے فخر وغرور' آزادی' خود مختاری اور اللہ کے سوا دوسروں کی رضامندی اور اللہ سے دوری اور غفلت سے کام لیا تو گویا اس نے شیطان کی رفاقت اور فرمانبرداری میں پڑ کر خود کو ذلیل وخوار کرلیا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ تو ثابت ہوا کہ اللہ کا راستہ بہترین راستہ ہے اور اللہ کی مدد ہی بہترین مدد ہے۔ ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔'' (سورۂ فاتحہ)

''اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ''

''مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

تو اللہ نے فرمایا: ''پس ہم نے اس کی فریاد سن لی اور اس کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔''

مختلف انبیائے کرام کا تذکرہ

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ
فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ ۚۖ
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ
رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی
وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ
وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا
وَابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔(85) اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ نیک بختوں میں ہیں۔(86) اور مچھلی والے (یونس) جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں چل دیے اور خیال کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے آخر اندھیرے میں اللہ کو پکارنے لگے: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے اور بے شک میں قصوروار ہوں۔(87) تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو غم میں نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔(88) اور زکریا نے جب اپنے رب کو پکارا کہ ''اے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔(89) تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو یحییٰ بخشے اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا یہ لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔(90) اور (ان مریم کو بھی یاد کرو) جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی ان کو اور ان کے بیٹے کو اہل عالم (دنیا والوں) کے لیے نشانی بنا دیا۔(91) یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو۔(92)

تشریح: ان تمام واقعات میں بہت سی نصیحتیں ہیں گو کہ مخاطب سیدنا محمد ﷺ کو ہی کیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں سیدنا اسماعیل کی

طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ان کو سخت آزمائشوں سے واسطہ پڑا اسی سلسلہ میں خانہ کعبہ کا ظہور ہوا آپ کو مذبوح (ذبح کیے گئے) کا لقب ملا حج پر قربانی انہی کی یاد میں کی جاتی ہے۔ اسی لیے آپ کو نبوت دی گئی آپ کے مکمل حالات سورۂ مریم میں گزر چکے ہیں۔ سیدنا ادریس علیہ السلام بھی نیکی و پارسائی میں کسی سے کم نہ تھے اور پھر ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ہیں۔ یہ سب اللہ کے مقبول ترین بندے تھے کیونکہ انہوں نے خود کو اللہ کے لیے ہی وقف کر رکھا تھا۔ اسی طرح ذوالنون کا ذکر ہے یہ سیدنا یونس علیہ السلام کا لقب ہے۔ ان کا ذکر تفصیلاً سورۂ یونس میں ہو چکا ہے۔ آپ اہل نینوا کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے مگر ان کی ہٹ دھرمی سے عاجز آ کر ان کو عذاب کی اطلاع دی اور خود اللہ کے حکم سے پہلے ہی وہاں سے چل پڑے۔ اسی جرم کی سزا میں آپ کشتی سے اتار دیے گئے اور مچھلی نے آپ کو نگل لیا جب اس مصیبت میں آپ گرفتار ہوئے تو آپ نے اللہ سے معافی اور نجات کے لیے دعا کی۔ آپ کی دعا نہ صرف قبول ہوئی اور مچھلی نے آپ کو کنارے پر اگل دیا بلکہ آپ کی دعا مقبول ترین دعاؤں میں سے ایک دعا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذوالنون کا مطلب ہے مچھلی والا۔ کیونکہ آپ کچھ دیر مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ رب العزت کا وعدہ ہے کہ "ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔"

اسی سلسلہ میں سیدنا زکریا علیہ السلام کا ذکر بھی کیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ صالح بندے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا بھی قبول فرمائی اور ان کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام عطا کیے۔ ان کے حالات مفصل سورۂ مریم میں آیات 16 سے 34 آپ پڑھ چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے اللہ اس کی طرف دس قدم بڑھاتا ہے جو اس کی طرف چل کے جاتا ہے اللہ اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ اللہ اپنی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کو ہر صورت ہر قدم پر ہر طرح مدد کرتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور ان کو دنیا و آخرت میں بہترین درجات عطا کرتا ہے۔ پھر سیدنا مریم علیہا السلام کا ذکر انتہائی عزت افزائی کے ساتھ کیا۔ یہ بھی سورۂ مریم میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ سمجھانا یہ مقصود ہے کہ جس قدر انبیاء علیہم السلام گزر چکے ہیں وہ سب خاص انسان تھے راہ حق میں قربانیاں دینے والے مگر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد ﷺ تک سب کا پیغام ایک ہی تھا۔ یعنی توحید۔ ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی پیغام دیا۔ مگر ہر زمانے میں ہر قسم کے لوگ آئے اور انہوں نے نافرمانی کی اور عذاب کے حق دار ہوئے تو اللہ تعالیٰ یاد کرواتے ہیں کہ "یہ تمہاری جماعت (امت) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو۔" (الانبیاء آیت 92)

لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰي قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ ع 6/18/6

اور لوگوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا' مگر سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آئیں گے۔(93) جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش ضائع نہ جائے گی اور ہم اسے لکھ لیتے ہیں۔(94) اور ہر بستی پر لازم ہو چکا جسے ہم نے غارت کر دیا دوبارہ پھر نہ آئیں گے۔(95)

تشریح: جب ہم نے اتنے انبیائے کرام کے متعلق پڑھ لیا تو ہمیں اچھی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ تمام انبیاء نے ایک ہی تعلیم دی یعنی توحید کی تعلیم مگر بدنصیبی انسان کی کہ اس نے اپنے اپنے دنیاوی مفادات کے مطابق اصلی تعلیمات کو بدل کر اپنے اپنے عقیدے اور مرضی کے مطابق بالکل الٹ پلٹ کر دیا۔ حالانکہ تمام انسان ایک اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سب برابر ہیں سوائے ان لوگوں کے جو نیک کام کرتے ہیں اور اللہ کو ایک مانتے ہیں ان کو رب العزت نے دنیا میں بھی اعلیٰ درجات دیے اور آخرت میں بھی ان کا مقام بلند ہو گا۔ صاف صاف اور بار بار یہ اعلان قرآن پاک میں اور قرآن سے پہلی کتابوں میں کر دیا گیا ہے کہ تمام لوگ اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنے اپنے اعمال کا بدلہ ضرور پائیں گے اور ہر شخص کا ہر عمل لکھا جا رہا ہے۔ مولانا وحید الدین صاحب اپنی کتاب میں اس کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

''تحت الشعور کا یہ نظریہ اب نفسیات میں عام طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے کہ ہر بات جو آدمی سوچتا ہے' اور ہر اچھا یا برا خیال جو اس کے دل میں گزرتا ہے وہ سب کا سب نفس انسانی میں اس طرح نقش ہو جاتا ہے کہ پھر کبھی نہیں مٹتا' وقت کا گزرنا یا حالات کا بدلنا اس کے اندر ذرہ برابر بھی تبدیلی پیدا نہیں کرتا' اور یہ واقعہ انسانی ارادے کے بغیر ہوتا ہے۔ خواہ انسان اسے چاہے یا نہ چاہے۔ یہ واقعہ صریح طور پر اس امکان کو ظاہر کرتا ہے کہ جب دوسری زندگی شروع ہوگی تو ہر شخص اپنے پورے نامہ اعمال کے ساتھ وہاں موجود ہوگا' آدمی کا خود اپنا وجود گواہی دے رہا ہوگا کہ کن نیتوں اور کن خیالات کے ساتھ اس نے دنیا میں زندگی بسر کی تھی۔'' (از مذہب اور جدید چیلنج)

مسلمانوں کا عقیدہ تو بالکل اس بات پر پکا ہے کیونکہ قرآن پاک میں اس کو بار بار وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ آج کا غیر مسلم سائنسدان' محقق اور تاریخ دان بھی اب اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ پھر یہ بات کہ جو بستیاں عذاب الٰہی سے یا قدرتی آفات سے نیست و نابود ہو چکیں وہ دوبارہ کبھی ان ہلاک شدہ لوگوں سے آباد نہیں ہو سکتیں ہم دن رات یہ حقیقت دیکھتے ہیں کہ مرنے والا اس دنیا میں ہرگز کسی صورت واپس نہیں آ سکتا البتہ اس وقت ضرور زندہ کیا جائے گا اللہ کے حکم سے جب قیامت آئے گی۔ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم سوائے رب ذوالجلال کے کسی کو نہیں البتہ اس کے آنے کی نشانیاں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان فرمائی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

یاجوج ماجوج کا ظہور قیامت کی نشانی

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ
الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ
هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا
وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ
وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا
مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِىْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا
يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔(96) اور قیامت کا سچا وعدہ قریب آ جائے گا تو پھر کفار کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور کہنے لگیں گے کہ ہائے کم بختی ہماری ہم اس سے بے خبر رہے بلکہ ہم قصور وار تھے۔(97) کافرو! اس روز تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔(98) اگر یہ لوگ دراصل معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے سب اس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔(99) ان کے لیے وہاں چلانا ہے اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔(100) جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔(101) یہاں تک کہ وہ اس کی آواز تک بھی نہ سنیں گے اور جو کچھ ان کا جی چاہے گا اس میں ہر طرح کے عیش و آرام میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔(102) اس بڑی گھبراہٹ میں ان کو غم نہ ہوگا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے اور کہیں گے کہ "یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔(103)

تشریح: قیامت کے قریب ہونے یا قیامت آنے کی دس نشانیاں رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک نشانی یاجوج و ماجوج کا دنیا میں پھیل جانا بھی ہے۔ یاجوج ماجوج کے بارے میں سورۂ کہف کی آیات 93 سے 98 تک میں بڑی تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک بڑا فاتح بادشاہ گزرا ہے جس نے دنیا کے شمالی پہاڑوں کے درمیان سیسہ پلائی دیوار اس غرض سے بنوائی تھی کہ ان کے پیچھے ایک شیطان فطرت قوم یاجوج ماجوج رہتی تھی اور وہ لوگوں کو بہت زیادہ ستاتے تھے۔ وہ اس دیوار کو ہر وقت توڑنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب وہ اس دیوار کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور شر و فساد اور قتل و غارتگری کا یہ طوفان بلندیوں سے نیچے آ کر دنیا میں پھیل جائے گا اور دنیا کے امن و سکون کو تباہ و برباد کر دے گا۔ تو پھر جب قیامت جو کہ سو فیصد یقینی ہے آ جائے گی تو اس وقت کفار و مشرک لوگوں کو ہوش آئے گا۔ مگر تب معافی اور عمل

صالح کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا سوائے پچھتاوے اور عذاب میں مبتلا ہونے کے اور کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔ مگر نیک اور اچھے مومنین اور مومن عورتوں کے لیے عذاب نام کی کوئی چیز نہ ہوگی بلکہ وہ تو گویا اللہ تعالیٰ کے خاص مہمان ہوں گے جن کو مکمل عیش وآرام ملے گا اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے ''یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔'' (آیت 103 الانبیاء)

قیامت کا منظر، نبی ﷺ کا پیغام

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا
عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا
عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۚ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ
يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع 7 19 7

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں، جس طرح ہم نے کائنات کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے، یہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے اور ہم ایسا ضرور کرنے والے ہیں۔ (104) اور ہم نے نصیحت کی کتاب (یعنی) زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیک بندے ملک کے وارث ہوں گے (105) عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے اس میں اللہ کے حکموں کی وضاحت ہے۔ (106) اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (107) فرما دیں کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود اللہ واحد ہے تو کیا تم فرمانبرداری کرنیوالے ہو۔ (108) اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو فرما دو کہ میں نے تم کو دونوں طرف کی برابر خبر کر دی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ جس بات کا وعدہ تم سے کیا گیا ہے، وہ قریب ہے یا دور ہے۔ (109) جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی وہ واقف ہے۔ (110) اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک مدت تک فائدہ ہو۔ (111) پیغمبر نے کہا اے رب فیصلہ کر انصاف سے اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔ (112)

تشریح: سب سے پہلے کائنات کے اختتام کا ذکر ہے کیونکہ یہ بالکل سچا اور پکا وعدہ ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرنے کا وعدہ ہے۔ کائنات کے اختتام کا منظر کچھ یوں بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر دلدار احمد اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں ''اس وقت اوراق کے یہ طومار

کھلے ہوئے ہیں اور اس کے تمام نقوش اور خطوط پڑھے جا رہے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی جگہ پر قائم اور برقرار ہے۔ لیکن جب قیامت کا حکم ہو جائے گا تو یہ عظیم طومار اپنے تمام خطوط و نقوش کے ساتھ لپیٹ دیے جائیں گے، یعنی کائنات پھیل رہی ہے اور ایک خاص حد تک وسعت پا چکنے کے بعد یہ دوبارہ سکڑنا شروع ہو جائے گی (یعنی) طومار لپیٹ دیے جائیں گے۔ (از کائنات قرآن اور سائنس)

ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب اس آیت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ ''قرآن فہمی کے سلسلے میں جو آسمانوں کی تہوں کو ایک کتاب سے تشبیہ دیتی ہے۔ کائنات سے یہاں ہماری مراد مادی کائنات سے ہے اس لیے کہ مادی کائنات کی آسمانوں سے تمثیل (مثال) دی گئی ہے۔'' مزید لکھتے ہیں کہ ''مادی اشیاء فضائے بسیط میں متعدد مقناطیسی سطحوں کو اس طریقہ سے پر کیے ہوئے ہیں جیسے کتاب کے اوراق ترتیب سے کھلتے ہیں۔ اگر اللہ کی مرضی اس توسیع کو رک جانے کا حکم دیتی ہے' تو مادہ اسی لمحے منہدم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو نئی ہستیاں' نئے فاصلوں کے ساتھ وجود میں آ جاتے ہیں۔ یہی وہ طبعی حقیقت ہے جس کا ادراک (سمجھ) بہت مشکل سے ہوتا ہے جس کو یہ آیت ظاہر کرتی ہے۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

آسان زبان میں مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں قیامت کا ہولناک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کیونکہ آسمان تہہ در تہہ بنائے گئے ہیں۔ کئی دفعہ سات آسمانوں کا ذکر ہے۔ اب آپ ذرا تصور کریں کہ ان آسمانوں کو اگر رول کر لیا جائے جیسے خطوط کے پلندے کو رول کر لیا جاتا ہے تو ان آسمانوں میں موجود ہر چیز کا کیا حال ہوگا؟ مکمل تباہی مکمل خاتمہ اور یہی قیامت کی تعریف ہے کہ سب کچھ پہلے تباہ ہو جائے گا اور پھر جب اس رول کو اللہ اپنے حکم سے کھولے گا تو یہ دوسری دنیا کا آغاز ہوگا جس میں تمام لوگ اپنے اعمال کے وڈیو کیسٹ کے ساتھ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے اور یہی یوم الحساب ہوگا۔ نیکی بدی' توحید و شرک' ایمان و کفر کا فرق قرآن سے پہلے بھی تمام آسمانی کتابوں میں اچھی طرح واضح کر کے بیان کیا جا چکا ہے اور پھر قیامت کا وعدہ بھی دہرایا جا چکا ہے اور پھر آخرت کا ذکر سزا اور جزا سب کچھ تمام نبیوں نے بڑی وضاحت سے بتایا مگر لوگ بھول جاتے رہے اور کچھ تو اپنے نبیوں کو ہی معبود بنا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول سیدنا محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ بے فکر ہو کر اللہ کا پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔ برے لوگوں کا تو ہمیشہ سے ہی یہ طریقہ چلا آیا ہے کہ حق کو ناپسند کرتے رہے جیسا کہ آپ نے ان سابقہ انبیاء کے حالات پڑھے ہیں۔ سب ہی آزمائشوں اور مصیبتوں سے دوچار ہوتے رہے مگر آپ کو فضیلت یہ دی گئی ہے کہ آپ کسی خاص قوم یا ملک کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے بلکہ آپ تو پوری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ باقی امتوں پر تو عذاب بھیجے گئے مگر آپ کی امت پر عذاب نہیں بھیجا گیا وقتاً فوقتاً تنبیہ کے طور پر خبردار کرنے کے لیے اللہ کی ناراضگی فطرت کے قوانین میں سختی پیدا کر کے ضرور کی جاتی ہے مگر پھر مہلت دی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلیں۔ اللہ ہی کی عبادت کریں کیونکہ وہی قادر مطلق ہے۔ سمیع ہے بصیر ہے غفور ہے رحیم ہے اور وہی جانتا ہے قیامت کب آئے گی؟ کفار ہر وقت یہی کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو پھر قیامت کیوں نہیں لاتے تو آپ نے ان کو پھر سمجھایا کہ اگر قیامت کے آنے میں دیر ہو رہی ہے تو غنیمت سمجھو شاید اللہ تعالیٰ تمہیں مہلت دے رہا ہے کہ اپنے سیدھے راستے پر چلو اور پکے مومن بن جاؤ تاکہ قیامت کی سختی' جہنم کے عذاب اور اللہ کی سزا سے بچ سکو۔

خلاصہ سورۃ الانبیاء

اس سورت میں بڑے احسن انداز میں قرآن مجید، انبیائے کرام کا اور قیامت کی حقیقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام انبیاء کا ذکر کسی نہ کسی سبق آموز وسیلہ سے کیا گیا ہے۔ انسانی زندگی کے تمام کرداروں کو بڑی خوبی سے پیش کیا گیا ہے خاص طور سے ان مسائل کو واضح کیا گیا ہے جن کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ اور پھر محمد ﷺ کی ذات پاک کی فضیلت یوں بیان کی گئی کہ آپ پوری دنیا کے لیے نبی یعنی رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ انسان کامل تھے اسی طرح آپ کی تعلیمات بھی کامل ہیں۔ آپ کی تعلیمات کی بنیاد خاص طور پر ان عقائد پر ہے جو انسانی زندگی کے لیے بہترین اصول ہیں۔ اللہ کا خوف اور آخرت کا خوف انسان کو انسان بناتا ہے۔ اس لیے آپ کی جس قدر عزت احترام اور فرمانبرداری کی جائے کم ہے۔

جب ہم سورۃ الانبیاء پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس میں قیامت کی خبر پراثر انداز میں ملتی ہے۔ اللہ کی بڑائی اور رسول کی برتری اور رسولوں کی خاص خاص صفات معلوم ہوتی ہیں جو ہمارے لیے کامیاب زندگی کا نمونہ پیش کرتی ہیں مثلاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی فہم وفراست، مستقل مزاجی، قوت ایمانی، رب سے پیار اور اس کی محبت اور ہر آزمائش میں پورا اترنا۔ تو پھر ایسے بندے کو اللہ انعام واکرام سے مالا مال کیوں نہ کرے گا۔ ان کو بے شمار انعامات سے اللہ نے نوازا۔

سیدنا نوح علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ انسان تھے اور آپ کی دعا سے اللہ نے ان کو برے لوگوں سے نجات دی بلکہ پوری سرزمین کو ہی گنہگاروں سے دھو ڈالا اور نوح علیہ السلام آدم ثانی کہلائے کیونکہ ان کی نیک نسل سے دنیا آباد ہوئی۔ داؤد وسلیمان علیہم السلام بادشاہ گزرے ہیں۔ جن کی بادشاہت ایسی تھی جو ان کی دعا میں ان کو ملی کہ نہ پہلے کسی کو ملی اور نہ بعد میں کسی کو ملے گی۔ کیونکہ پہاڑ، ہوائیں، چرند، پرند اور جن سب ان کے ماتحت تھے اور پھر بھی اللہ کے سامنے عاجزی وانکساری سے جھک کر شکر کرتے رہے کبھی غرور نہ کیا۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کا صبر اور دعا قابل رشک اور بے مثال ہے۔ سیدنا یونس علیہ السلام کا اپنی چھوٹی سی غلطی پر نادم ہونا اور پھر ان کی مانگی ہوئی پراثر دعا تمام لوگوں کے لیے روشنی کا باعث بنی۔ سیدنا ذکریا علیہ السلام۔ انتہائی نیک، صالح اور اللہ سے ہر وقت ڈرنے والے انتہائی پرہیزگار انسان تھے۔ ان کی خدا خوفی اور بھلائیوں کی طرف رغبت کی وجہ سے اللہ نے آپ کی دعا قبول کی اور ناممکن حالات میں نیک اولاد سے نوازا پھر مریم علیہا السلام ان کی پاک دامنی، صبر وسکون، اللہ کی رضا پر راضی رہنا انسانیت کی بلندی کا نمونہ ہے۔ ان تمام انبیاء کا ذکر بار بار مختلف مقاصد کو واضح کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جیسا کہ یہاں زندگی گزارنے کے بہترین اصول ان کی زندگیوں کے ذریعے سمجھائے گئے ہیں۔ اللہ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور سب سے آخر میں نبی آخرالزماں پیارے رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لائے کہ جن کی تعریف میں علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

وہ دانائے سبل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

تعارف سورۂ حج

یہ سورت حج کی مناسبت سے سورۃ الحج کہلائی۔ اس میں کچھ آیات مکی ہیں اور کچھ آیات مدنی ہیں۔ اس میں 78 آیات اور 10 رکوع ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس میں چار موضوعات پر خاص طور سے بحث کی گئی ہے۔ پہلا: دعوت حق اور قیامت کی نشانیوں سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا تا کہ لوگ سیدھی راہ اختیار کریں۔

دوسرا: جنگ کی اجازت مسلمانوں کو اس یقین کے ساتھ دی گئی کہ اللہ پر بھروسہ ایمان کی مضبوطی اور مسلمان کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں۔ تیسرا: توحید و شرک اور خدائے واحد اور مشرکین کے خود بنائے ہوئے معبودوں کی حقیقت پوری طرح واضح کر دی گئی۔

چوتھا: تمہیں امت مسلمہ، یعنی بہترین امت ہونے کا اعزاز دیا گیا ہے۔ اعزاز حاصل کرنا آسان ہے مگر اس کو قائم رکھنا مشکل کام ہے اس کے لیے جس قدر محنت، کوشش اور قربانیاں دینی پڑیں بے دریغ ہو کر دو شیطان کو ہر میدان میں ہرا کر اللہ کی قربت حاصل کر لو۔

اس سورت میں تین قسم کے گروہِ انسانی کو مخاطب کیا گیا ہے پہلا کفار و مشرکین دوسرا نو مسلم جو ابھی شک و شبہ میں مبتلا ہیں تیسرا گروہ سچے اور پکے مسلمانوں کا ہے۔ آخر میں مومنین کے لیے ''مسلم'' کا لفظ استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ صاف اعلان فرماتے ہیں کہ تم ہی اصل میں ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہو۔ اس لیے ان کی پیروی کرو۔ نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور تقویٰ اختیار کرو۔

قیامت کا منظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱﴾ یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَ تَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَ مَا هُمۡ بِسُكٰرٰی وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ ﴿۲﴾

لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے (1) جس دن اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور آپ لوگوں کو نشے میں دیکھیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (2)

تشریح: چھوٹے موٹے زلزلے اور قدرتی آفات تو اکثر و بیشتر لوگوں کو دیکھنے کو ملتے ہیں جو اللہ کے بیان کردہ حالات کا نقشہ انسان کو دکھا دیتے ہیں۔ ایک زلزلہ 79 سن عیسوی میں آیا تھا جس کا ریکٹر سکیل 8 تھا موجودہ اٹلی کے دو بڑے شہر Pompeii اور Hereilaman مکمل طور پر تباہ ہو گئے تھے۔ ہم سوچ سکتے ہیں کہ اس اچانک آفت کے وقت انسانوں کا کیا حال ہوگا؟ بالکل

وہی حال ہوگا جو اوپر آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح کی چھوٹی موٹی قیامتیں تو انسان دیکھتا رہتا ہے یہاں اس بڑی قیامت کے زلزلے کا ذکر کیا جا رہا ہے جو کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ سائنس دان اب بڑی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ زمین و آسمان کی اچانک تباہی کے کیا کچھ اسباب ہو سکتے ہیں جبکہ قرآن پاک میں طویل عرصہ پہلے یہ سب کچھ بتا دیا گیا ہوا ہے۔ کہ زمین پہلے پھیل رہی تھی اب سکڑ رہی ہے اور لگاتار سکڑنے سے اندر کے لاوے پر اس قدر دباؤ بڑھ جائے گا کہ زمین ایک بڑے دھماکے سے پوری طرح پھٹ کر تباہ و برباد ہو سکتی ہے۔ جب اتنا کچھ معلوم ہو جائے تو پھر بھی لوگ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں۔

شیطان کے دوست اور ان کا عذاب

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر کچھ جانے بوجھے اللہ کی شان میں جھگڑتے اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ (3) جس کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو اسے دوست رکھے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کے عذاب کا رستہ دکھائے گا۔ (4)

تشریح: خوب اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ شیطان کی دوستی جہنم کا راستہ دکھاتی ہے۔ کیونکہ اس پر تو اللہ کی لعنت ہو چکی ہے وہ تو ڈوب ہی چکا ہے تو اس کا مشن یہی ہے۔ ”ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے“

مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ثبوت

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ

فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ ع 1/10/8
اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا
يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ
الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾

لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد زندہ ہونے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے نطفہ بنا کر' پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا کر' پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کا نقشہ کامل بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی تا کہ تم پر واضح کر دیں۔ اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک مقرر میعاد تک رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔ پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض مر جاتے ہیں اور بعض نکمی عمر تک پہنچا دیے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں۔ (یعنی) بھول جاتے ہیں بڑھاپے کی وجہ سے اور اے دیکھنے والے! تو دیکھتا ہے کہ ایک وقت میں زمین خشک پڑی ہوتی ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ سرسبز ہو جاتی ہے' ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے۔ (5) ان قدرتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ ہی قادر مطلق ہے جو برحق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے' اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (6) اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ ان تمام لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔ (7) اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی شان میں بغیر جانے ہوئے بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب پڑھنے کے جھگڑتا ہے۔ (8) اور تکبر سے منہ موڑ لیتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے' اس کے لیے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (9) اے سرکش! یہ اس کفر کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ (10) اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر (شک وشبہ میں) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچے تو مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت آ پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (اللہ سے منکر ہو جائے) (یعنی) پھر کافر ہو جائے تو اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی' یہی صریح نقصان ہے۔ (11) یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے یہی تو حد درجہ کی گمراہی ہے۔ (12) بلکہ ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے ایسا دوست بھی برا اور ایسا ساتھی بھی برا۔ (13)

تشریح: جب انسان نے خود پر غور کیا تو معلوم ہوا یہ تو بڑی ہی عجیب و غریب فیکٹری ہے۔ جس میں جدید سائنس کی رو سے ایک سو چھبیس عناصر شامل ہیں۔ آگ' پانی' ہوا' مٹی' ہائیڈروجن' ریڈیم' کاربن' نائٹروجن وغیرہ وغیرہ اور یہی اجزا ہر جاندار چرند پرند

غرض ذی روح اور غیر ذی روح سب انہیں کا مرکب ہیں۔ فرق انسان میں اور باقی تمام مخلوقات میں صرف یہ ہے کہ انسان کو رب العزت نے علم اور ارادہ دیا ہے جو کہ اور کسی بھی مخلوق کو نہیں دیا گیا اور اسی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا۔ اسی علم کی وجہ سے آج انسان کو یہ نکتہ معلوم ہوا کہ انسان کی تخلیق میں ڈارون کا اصول غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا پورا نقشہ اصولوں کے ساتھ بتا دیا ہے۔ کہ ''پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔'' جیسا کہ سورۃ البقرہ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اور یہ اللہ کا فرمان ہے جو بالکل سچ ہے۔ مگر عقل انسانی، یعنی سائنس دان اس کو ثابت نہیں کر سکے تو ڈارون نے تھیوری پیش کر دی کہ انسان حیوان سے ارتقائی منزل طے کر کے بنا ہے جو کہ اللہ کے فرمان کے مطابق بالکل غلط ہے۔ انسان پہلے مٹی سے بنا اور پھر جوڑا ہونے کی صورت میں پیدائش کا ذریعہ وہ پانی کا قطرہ بنا جس کو منی کہا جاتا ہے۔ منی سے لے کر بچہ پیدا ہونے تک کے تمام مراحل اللہ کے بتائے ہوئے اندازے کے مطابق آج کی سائنس کا علم جس کو ہم میڈیکل سائنسز کہتے ہیں ثابت کر چکا ہے۔ اور یہ علم انیسویں صدی کے دوران واضح تصور پیش کر سکا۔ یہ سب تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے۔ مختصراً یوں ہے کہ پہلے مرد اور عورت کے خلیے آپس میں مل کر ایک زیگوٹ بناتے ہیں جو بچہ دانی میں پہنچ کر جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر اس کے بعد کا درجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ جو شکل وصورت کے بغیر ہوتا ہے اس کے بعد شکل وصورت اور اعضاء جسمانی بننے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر 9 ماہ یا 6 ماہ کی مدت پوری ہونے پر ایک بنا بنایا بچہ دنیا میں آ جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے تمام مراحل اسی کی مرضی اور حکم سے پورے ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کی مرضی نہ ہو تو کوئی کتنی ہی کوشش کر لے بچے کی نعمت حاصل نہیں کر سکتا اور اگر اس کا حکم ہو تو بانجھ اور بوڑھے والدین کو بھی اولاد کی نعمت دے سکتا ہے جیسا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں سیدنا یحییٰ عطا ہوئے۔ اولاد کی نعمت انمول ہے یہ صرف اللہ کی عطا ہے۔ پھر بچہ کا نصیب' زندگی' اچھا یا برا ہونا' اور موت سب کچھ ماں کے پیٹ میں ہی مقرر کر دیے جاتے ہیں۔ اس کی جنس' اس کی ذہانت اور اس کا کردار سب کچھ اللہ کے علم میں موجود ہوتا ہے۔ اور اس تمام معاملہ میں کوئی شخص اپنی مرضی یا ارادے سے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اور جب ہم یہ سب کچھ غور سے دیکھتے ہیں تو پھر اللہ کی قدرت اور اس کے حق ہونے میں کون سی بات ہمیں روکتی ہے۔ بچہ بنانا تو بہت بڑی بات ہے ایک تنکا بھی انسان نہیں بنا سکتا۔ اگر اس طرح سے اللہ انسان پیدا کر سکتا ہے تو پھر دوسری دفعہ پیدا کیوں نہیں کر سکتا؟ ضرور پیدا کر سکتا ہے بلکہ پہلے پیدا کیے جانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ دوبارہ پیدا کر کے اس زندگی کا حساب کتاب لیا جائے کہ جو انسان نے دنیا میں گزاری ہے۔ دوبارہ زندہ کیے جانے کی ایک دلیل اللہ تعالیٰ مردہ زمین سے بھی دیتے ہیں کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے بارش ہونے لگتی ہے تو اللہ کے حکم سے پانی اس مردہ زمین کو شاداب کر دیتا ہے۔ زمین کی پیداوار کرنے کی طاقت بحال ہو جاتی ہے اور وہی زمین جو بے آب وگیاہ ہوتی ہے بے شمار قسم کے پھول پھل اور اناج اگانے لگتی ہے۔ یہ سب اس بات کی نشانیاں ہیں کہ جو لوگ آخرت پر اور حساب کتاب کے دن پر اور دوبارہ زندہ کیا جانے پر یقین نہیں رکھتے وہ جان جائیں جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ یہ تمام حقیقتیں لوگوں کو بتائیں جو بے علم ہیں ان کو علم کی روشنی سے منور کر دیں تا کہ کفار ومشرکین ان تمام حقائق کو مان کر دنیا وآخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

اور وہ حقائق یہ ہیں۔ اللہ ہی حق اور سچ ہے کیونکہ وہی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ قیامت کی گھڑی ضروری آئے گی اور وہ تمام لوگ جو مر چکے ہیں اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور سزا و جزا ضرور پائیں گے۔ یہ سب کچھ انسان کو اپنے ذاتی مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے یا کسی راہبر دوست اور معلم سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے نیک دوست نیک صحبت انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ کئی ہٹ دھرم، ضدی، سرکش اور بے وقوف لوگ سمجھانے، بتانے اور سکھانے پر الٹا اللہ کے خلاف حجت بازی، غلط تنقید اور جھگڑا کرتے ہیں۔ جو خود ان کے اپنے نقصان کا باعث ہوتا ہے کیونکہ یہ شیطانی کام ہے اور اللہ نے شیطان اور اس کے ماننے والے دوستوں کے لیے فرمایا ہے ''قیامت کے دن ہم اسے آگ کے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔'' (آیت 9 الحج) اس کے علاوہ کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں بری سزا کا اعلان کیا گیا ہے جو مصلحتاً ایمان لاتے ہیں۔ ان کا ایمان مضبوط نہیں ہوتا۔ فائدہ ہوا تو یقین کر لیا نقصان ہوا تو ایمان سے پھر گئے۔ یہ طریقہ اللہ کے ہاں کچھ زیادہ سزا کا موجب ہوگا۔ کیونکہ عالم گنہگار بے علم گنہگار سے کئی گنا زیادہ سزا پائے گا۔

ایمان والوں کیلئے خوشخبری، اللہ کی عظمت وشان

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾

السجدة 6

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (14) جو شخص یہ گمان یقیناً کرتا ہو کہ اللہ اس کو دنیا و آخرت میں مدد نہیں دے گا تو اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی باندھے پھر اس سے اپنا گلا گھونٹ لے اب دیکھے کہ اس کی تدبیر سے اس کا غصہ کچھ جاتا رہا (15) اور اسی طرح ہم

نے اس قرآن کو اتارا ہے جس کی تمام باتیں کھلی ہوئی ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (16) جو لوگ مومن ہیں' یہودی' صابی' نصاریٰ' مجوسی اور مشرک ان سب کے درمیان اللہ قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (17) کیا تم نے نہیں دیکھا جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے' سورج' چاند ستارے' پہاڑ' درخت' چار پائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (18)

تشریح: یہ سب باتیں غیب کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ رسول کو وحی کے ذریعے بتاتا ہے اور رسولوں کو بتاتا ہے اور رسول لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ اس نے تمام لوگوں کو توحید کا وعدہ لینے کے بعد دنیا میں بھیجا جس کو ''عہد الست'' کہا جاتا ہے۔ یعنی انسان کو نیکی پر ہی پیدا کیا گیا ہے مگر جس طرح ایک ہی کھیت میں کچھ پودے صحت منداور کچھ ناقص اگ آتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام کی اولاد میں بھی کچھ شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور کچھ نہیں آئے انہوں نے ایمان کو ترجیح دی اور قائم ودائم رہے تو ایسے ہی لوگوں کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ آخرت میں ان کو بہترین ٹھکانے اور بہترین پر آسائش زندگیاں ضرور دی جائیں گی یہ غیب کی خبر ہے مگر ہے بالکل سچی کیونکہ یہ خدائے برتر الہ العلمین کی دی ہوئی خبر ہے۔ ہرگز غلط نہیں ہوسکتی۔ پھر اس کا علم اس قدر وسیع اور مکمل ہے کہ وہ ہر انسان کو فطرت کے لحاظ سے خوب جانتا ہے کہ کونسا انسان کیا راستہ اختیار کرے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک استاد اپنے شاگرد یا ایک ماں اپنے بچے کو خوب پہچان لیتے ہیں کہ اس کی فطرت اس کا رجحان کیا ہے اور بڑا ہو کر یہ کیا کرے گا تو یہ علم وادراک کی بات ہے جو اللہ نے فرمایا کہ ''اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' آیت (14) بظاہر کوئی دیندار یا متقی دکھائی دیتا ہے جب کہ اس کی نیت صاف نہیں بلکہ صرف دکھاوے کے لیے سب کچھ کرتا ہے تو کیونکہ اللہ کا علم تو نیتوں تک کو جانتا ہے۔ اور انتہائی انصاف کرنے والا ہے اس لیے وہ بڑے وسیع علم کی وجہ سے ہر ایک کو ٹھیک ٹھیک بدلہ دے گا۔ دنیا بے شمار قسم کے مذاہب اور عقائد رکھنے والوں سے بھری پڑی ہے مگر اللہ کو ان کے اعمال کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا ہرگز مشکل کام نہیں۔ وہ تو بڑا ہی باخبر اور سمیع وبصیر ہے ہر چیز جو کچھ اس کائنات میں موجود ہے سب ہی اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ جن میں پہلے نمبر پر انسان پھر حیوان پھر نباتات اور پھر جمادات آتے ہیں۔ انسان تو ارادہ سے سجدہ کرتا ہے جبکہ باقی سب حکم الٰہی کے مطابق اپنے طریقہ سے تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ مگر بندوں میں سے جو نافرمانی کرتے ہوئے سجدہ نہیں کرتے وہ یقیناً اپنے آپ کو ذلیل وخوار کرتے ہیں اور یہ ذلت وخواری ان سے کوئی بھی دور نہیں کرسکتا۔ سوائے رب العزت کے۔ پھر ان لوگوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے کہ یہ تو معمولی انسان ہیں ان کو نبوت اور وحی کا درجہ کیوں دیا گیا۔ تو اللہ نے ایسے لوگوں کو بتایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی بلندی تو ملی ہوئی ہے مالی ترقیاں بھی ان کو ضرور اور خوب ملیں گی تم لوگ اگر کچھ کر سکتے ہو تو ضرور کر دیکھو اور اگر پھر بھی تمہارا غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو پھر بہتر ہے خودکشی کر ڈالو کہ حسد وبغض اور غصہ سے نجات مل جائے۔ اللہ نے تو اپنے حساب کتاب اندازے اور تدبیر سے یہ دنیا اور اس کی ہر چیز بنائی ہے وہ قادرِ مطلق ہے۔ ''اور بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' (آیت 18 الحج)

ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ یعنی جو حکم ان کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے وہ اس سے ہٹ کر کچھ نہیں کر سکتے۔ پہاڑ کو حکم ہے کھڑا رہے۔ ہوا کو حکم ہے چلے۔ پانی کو حکم ہے بہے یا ٹھہرا رہے یعنی درخت چرند پرند سب اللہ کے حکم کو مانتے ہوئے اپنی اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں اور یہی عبادت ہے۔ عبادت کا مطلب ہے تابع ہو جانا یعنی مالک کی غلامی میں پوری طرح بلا چون و چرا حکم کی تابعداری کرنا۔ رام ہو جانا۔ غلامی' اطاعت' پوجا' ملازمت یعنی مالک کے سامنے بالکل جھک جانا۔ واقعی ہر چیز اللہ کے بنائے ہوئے قوانین جن کو ہم سائنسی قوانین کہتے ہیں۔ ان ہی قوانین کی پابندی کرتی ہے اور حکم الٰہی کے مطابق عمل کرتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں تسبیح کرنا یعنی سجدہ کرنا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر شے جاندار ہو یا بے جان سب اپنے خالق کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اس کی خدمت میں سجدے کرتے ہیں۔ انسان کو تو ارادہ کی طاقت دی گئی ہے اس لیے وہ جن پر اللہ کی رحمت ہے سجدے کرتے ہیں اور جو شیطان کے دوست ہیں وہ لعنت میں پڑ چکے ہیں۔ ان کو دردناک عذاب ضرور دیا جائے گا اگلی آیات میں انہی کا ذکر ہے۔

آخرت میں عذاب کا نقشہ

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ ع 2/12/9

یہ دو فریق کہ جھگڑتے ہیں اپنے رب کے بارے میں تو جو کافر ہیں ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے اور ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا (19) اس سے ان کے پیٹ اندر سے سب پگھل کر نکل جائے گا اور کھال بھی گل جائے گی (20) اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے (21) جب وہ گھٹن کی وجہ سے وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر ڈال دیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ "جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ (22)

تشریح: ان دو گروہوں کا ذکر ہے ایک مومن اور دوسرا کافر۔ تو کفار کے لیے جو نقشہ عذاب کا کھینچا گیا ہے جو ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر دیا جائے گا واقعی رونگٹے کھڑے کرنے والا عذاب ہو گا۔ اللہ کبھی نہ دکھائے اور ہمیشہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے آمین۔ دوسرا گروہ جو مومن ہے اس کے انعامات کا ذکر یوں کیا جا رہا ہے۔

مومنین کا انعام

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾

جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اللہ ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتیوں کے ہار اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا (23) اور ان کو پاکیزہ کلام کی ہدایت کی گئی اور تعریف والے اللہ کی راہ بتائی گئی۔ (24)

تشریح: کتنی مزے کی بات ہے کہ جولوگ اللہ پر پکا ایمان لے آتے ہیں وہ خود بخود ہی اس قدر پاکیزہ ہو جاتے ہیں کہ وہ جو بات کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں وہ پاکیزہ ہوتا ہے غرض دنیا میں ان پر اللہ کی طرف سے یہ خاص رحمت ہوتی ہے۔ اور جو نیک بات کرے نیک خیال ہو وہ نیک عمل ضرور ہوتا ہے اسی وجہ سے ایسے لوگوں کے چہروں پر اطمینان سکون اور نور ہوتا ہے۔ ایسے ہی بہترین اور خوش خلق لوگوں کو اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی اور پھر قیامت کے بعد بھی بہترین آسائشوں سے بھری زندگی ملنے کی خوشخبری سناتے ہیں۔ نہ ان کو یہاں غم ہے نہ وہاں فکر ہوگی۔

حج بیت اللہ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ ع 3/3 10

بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور مسجد الحرام سے منع کرتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں عبادت گاہ بنایا ہے لوگوں کے لیے چاہے وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے ہوں اور جو اس میں شرارت سے ٹیڑھی راہ چاہے اس کو ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (25)

تشریح: مسجد حرام ایسی مسجد ہے جو مکہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی، یعنی خانہ کعبہ (بیت اللہ) یہ مسجد تمام مسلمانوں کے لیے کھلی رہتی ہے۔ کسی کو بھی اس میں جا کر عبادت کرنے سے منع نہیں کیا جا سکتا ہے یہ اللہ کا گھر ہے اور مسلمانوں کا مرکزی نشان ہے۔ یہاں جا کر عمرہ بھی کیا جاتا ہے اور حج بھی۔ لیکن جب مسلمان مدینہ ہجرت کر گئے تو 6 ہجری میں آنسیدنا ﷺ اپنے ساتھیوں کے

ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو کفار مکہ نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا، لہٰذا آپ عمرہ کیے بغیر مقام حدیبیہ سے واپس مدینہ لوٹ گئے۔ حرم کعبہ میں کسی بھی قسم کی لڑائی جھگڑا منع ہے۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ کفر و شرک سے لے کر ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ حدود حرم میں کرنے بالکل منع ہیں۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کی پکڑ اور پھر سزا جو کہ دردناک عذاب کی صورت میں ہوگا' ضرور دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ گھر تو بنایا ہی اس کام کے لیے گیا تھا کہ یہ اللہ کی عبادت کی خاص جگہ ہے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں وضاحت کی جا رہی ہے۔

تعمیر کعبہ کا مقصد

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾

ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ ٹھیک کر دی۔ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا طواف کرنے' قیام' رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھ۔ (26)

تشریح: بیت اللہ کی تعمیر کے بارے میں مفصل مضمون سورہ بقرۃ میں گزر چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ یہ گھر صرف اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔ تاکہ مسلمانوں کا مرکز بن جائے اور تمام دنیا کے لوگ اس میں نماز قائم کریں اور اس کی عزت و احترام کا خیال رکھیں۔ یہاں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ پہلا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسرا: اللہ کے گھر کو پاک صاف رکھو ہر لحاظ سے۔ تیسرا: حج کا اعلان کر دو۔

اعلان حج

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾
لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ
بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ

سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا
مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا ع 4 8 11
لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ
اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى
مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ
مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ
جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ لوگ تمہارے پاس چلے آئیں گے پیدل بھی اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچتی ہوں گی (27) تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کے لیے حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں مویشیوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں۔ اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر و مسکین کو بھی کھلاؤ (28) پھر چاہیے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں (29) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ادب کی باتوں کا خیال رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے۔ اور تمہارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ بس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو (30) صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو گویا وہ ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے اور اس کو مردار خور پرندے اچک کر لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے (31) یہ ہمارا حکم ہے اور جو شخص ادب کی چیزوں کا احترام کرے جو اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں تو یہ کام دلوں کی پاکیزگی میں سے ہے (32) ان میں ایک وقت مقرر تک تمہارے لیے فائدے ہیں پھر ان کو قدیمی گھر تک پہنچنا اور ذبح ہونا ہے (33) اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چار پائے اللہ نے ان کو دیے ہیں ان کو ذبح کرنے کے وقت ان پر اللہ کا نام لیں سو تمہارا معبود ایک ہی ہے تو اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو (34) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں (35) اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائر الٰہی مقرر کیا ہے۔ ان میں تمہارے لیے فائدے ہیں تو قربانی کرنے کے وقت قطار باندھ کر ان پر اللہ کا نام لو جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے

والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے ان کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو۔(36)

تشریح: آج جو حاجی ''لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ'' حاضر ہوں میں حاضر ہوں اے اللہ'' یہ پڑھتے ہوئے حج اور عمرہ کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو یہ اسی اعلان کا جواب ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ مکمل ہونے پر حج کے لیے لوگوں کو بلانے کے لیے کیا تھا۔ شان خداوندی ہے کہ اس اعلان کے جواب میں مقررہ تاریخوں پر پوری دنیا سے مسلمان خانہ کعبہ کی طرف سفر کرنے لگتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ پھر حج کے دنیاوی فائدوں کی بات کی گئی دینی فریضہ تو یہ ہے ہی۔ حج بہت بڑی عبادت یعنی ارکان اسلام کا اہم رکن ہے۔ اور دنیاوی فائدہ تجارت کی اجازت ہے۔ دوسرا فائدہ وہ ذکر ہے جو قربانی کرتے وقت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ قربانی کی حقیقت تو صرف عبادت کا ذریعہ ہے۔ اور پھر یہ گوشت بھی حلال کر دیا گیا ہے۔ یہ قربانی ذی الحجہ کی دسویں' گیارہویں اور بارہویں تاریخوں میں کی جاتی ہے۔

قربانی کے بعد احرام کھولنا' غسل کرنا اور سر کے بال اتروانا فرض ہے۔ پھر نذر یعنی منت پوری کرنے کا حکم ہے کہ وہ بھی پوری کر دی جائے۔ پھر طواف زیارت کا ذکر یہ ہے یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو کیا جاتا ہے اس سے پہلے رمی' جمرہ اور قربانی کی جاتی ہے۔ پہلا رکن وقوف عرفات ہے پھر طواف زیارت پر احرام کھل جاتا ہے کیونکہ احکام مکمل ہو جاتے ہیں۔

بیت عتیق کا مطلب ہے آزاد گھر۔ کیونکہ یہ گھر کفار اور ہر قسم کے شر و فساد کے غلبہ سے آزاد ہے۔

احکام شرعیہ کے مطابق قربانی کے جانور اونٹ' گائے' بکرا' مینڈھا اور دنبہ حلال ہیں پھر یہ حکم ہے کہ جھوٹی بات سے بچو اللہ کے احکامات کا احترام کرو۔ کیونکہ یہی تقویٰ ہے۔ پھر قربانی کے جانور سے کسی بھی قسم کا فائدہ حاصل کرنا منع ہے جب جانور کو حج وغیرہ پر ذبح کرنے کا سوچ لیا ہو یعنی ساتھ لے لیا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانور ذبح کرنے کی حقیقت صرف یہی ہے کہ صرف اللہ کے لیے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسی کا نام لے کر جانور ذبح کیا جائے تو یہ بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ تو عاجزی اور خلوص سے صرف اللہ کی ہی عبادت کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ اور ان لوگوں کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ تمام احکامات الٰہی پورے کرتے ہیں۔ (1) مصیبتوں پر صبر اور شکر ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ راضی برضاء ہونے کی نشانی ہے۔ (2) نماز خشوع و خضوع، پابندی اور سنت کے مطابق قائم کرتے ہیں۔ (3) جو مال ان کو دیا گیا ہے وہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق خرچ کرتے ہیں یعنی صدقہ اور قربانی کرتے ہیں۔ حج ادا کرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ یعنی سفید پوش اور فقیر کا خیال رکھتے ہیں۔ آخر میں اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ جس کو نحر کرنا کہتے ہیں بتا دیا کہ اس کو کھڑا کر کے نیزہ مارا جاتا ہے ایک ٹانگ اٹھا کر باندھ دی جاتی ہے۔ جب بہت خون نکل جاتا ہے تو اونٹ خود بخود گر پڑتا ہے۔ کیونکہ اتنے بڑے جانور کو لٹا کر ذبح کرنا مشکل ہے۔ مگر ضروری ہے کہ نیزہ مارتے ہوئے اللہ کا نام لے لیا جائے۔ یہ سب کچھ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا ہر وقت اللہ کا ہی شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ حج زندگی میں ایک دفعہ اور استطاعت رکھنے والے پر فرض ہے۔ میقات' احرام' طواف' سعی' عرفہ' رمی اور قربانی یہ مناسک

حج ہیں ان میں سے کچھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا ہاجرہ کی یاد میں کیے جاتے ہیں۔ آپ ہی واحد شخصیت ہیں جن کی عزت واحترام اکثر اقوام کرتی ہیں۔ حج کیونکہ زندگی میں ایک دفعہ کیا جاتا ہے لہٰذا پورے ذوق وشوق اور دل ودماغ کی پوری گہرائیوں کے ساتھ کرنا چاہیے کہ دل پر پوری زندگی کے لیے اللہ کی محبت اور بزرگی کا ایسا نقش بن جائے کہ بقیہ زندگی اللہ کی عبادت ہی بن جائے۔ یہی اصل حج ہے اور صحیح عبادت ہے۔ یہ ایک ایسی اجتماعی عبادت ہے کہ جس سے بین الاقوامی جذبے اور انسانی اخوت کو فروغ ملتا ہے اور دنیا کے مسلمانوں کو مل بیٹھ کر کئی مسائل حل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ غرض حج ایک ایسی عملی مشق ہے جو مسلمانوں کو صبر وثبات، عزم وارادہ، محنت مشقت، خوف خدا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

خانہ کعبہ کے بارے میں کچھ معلومات عرض کی جارہی ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا پھر مختلف ادوار میں تعمیر نو ہوتی رہی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی اونچائی 4.32 میٹر رکھی۔ موجودہ دور میں اس کی اونچائی 12.95 میٹر ہے۔ غلاف کعبہ بہترین ریشم سے بنایا جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ اور دوسری کئی آیات سونے کے تاروں سے بنائی جاتی ہیں۔ اس کی تیاری میں 240 افراد باوضو ہو کر کام کرتے ہیں 670 کلوگرام ریشم اور 17 ملین سعودی ریال خرچہ آتا ہے اور مین دروازہ 280 کلو خالص سونے سے بنایا گیا ہے۔ حجراسود 1/1/2/1 میٹر اونچائی پر خانہ کعبہ کی دیوار میں چاندی کے خول میں نصب کیا گیا ہے۔ چھت پر جو پرنالہ 4 فٹ لمبا ہے اس پر سونے کا خول چڑھا ہوا ہے۔ یہ سب تو بیت اللہ کی ظاہری شکل وصورت ہے دراصل یہ مسلمانوں کے لیے انتہائی مقدس مقام ہے دنیا بھر کے مسلمان خانہ کعبہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ امن سکون کی جگہ ہے یہاں لڑائی جھگڑا قتل وفساد جانوروں کا شکار حتیٰ کے بیل بوٹے جڑی بوٹیاں اکھیڑنا بھی منع ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے مسلمانوں کا مرکز ہے۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا یہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں یہ پاسباں ہمارا

ہر عبادت میں خلوص ضروری ہے

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝37 اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝38

ع 5/12

اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے اس کی کبریائی بیان کرو اور (اے پیغمبر ﷺ!) نیکی کرنے والوں کو بشارت دے دو (37) اللہ تو مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے۔ بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفران نعمت

کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔(38)

تشریح: پچھلی آیات میں حج کے ارکان اور خاص طور سے قربانی کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے تو یہاں اس قربانی کی اصل حقیقت بیان کی گئی ہے۔ جس خلوص، محبت، ایثار اور اللہ کی محبت میں گم ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی تھی وہ تھی اصل قربانی، اللہ کی فرمانبرداری، رضا اور محبت میں بیٹے کی محبت بھول گئے اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر اللہ اکبر ہی بولے تھے کہ اللہ نے قربانی قبول کر لی اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بجائے دنبہ کی گردن پر چھری پھروادی۔ جانوروں کی قربانی بھی اسی جذبۂ خلوص، محبت اور فرمانبرداری کے جذبے کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اللہ کو قربانی سے کچھ نہیں پہنچتا بلکہ یہ بھی ایک عبادت کا طریقہ ہے جو بغیر خلوص نیت کے بالکل بے کار ہے۔ تمام عبادات روزہ، زکوٰۃ اور حج اگر خلوص نیت کے بغیر کی جائیں تو یہ بالکل بے کار اعمال ہیں ان کی اصل روح خلوص ہے۔ وہ تو پھر ایسے ہی ہے جیسے ہم بیٹھ کر بس اللہ اللہ کرتے رہیں صرف زبان سے دل اور دماغ کسی دنیاوی مسئلہ میں مصروف ہوں۔ بلکہ اللہ کہنے کے ساتھ اللہ کے تمام احکامات اس کی بڑائی اس کی تمام مہربانیاں، رحمتیں اور برکتیں بھی ہمارے سامنے آجائیں اور ہمارا رُواں رُواں اس کی محبت میں ڈوب جائے اور اس کے سوا کچھ نظر نہ آئے تو پھر اللہ کہنے کا حق ادا ہوتا ہے۔ اور اللہ اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ انسان خود کو بھول جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم کوئی کام شروع کرتے ہیں مگر توجہ اس کی طرف نہیں ہوتی تو ہم اس کام میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے عبادات کے جو طریقے ہمیں سکھائے گئے ہیں وہ بھی حکم ربانی مگر ان کی تعمیل کرتے ہوئے پوری توجہ، خشوع وخضوع اور یکسوئی اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ جسم انسانی کے لیے روح۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا رب ہمارا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ صرف اسی کی فرمانبرداری ہم پر لازم ہے۔ کیونکہ ہم اس کے عبد اور غلام ہیں۔ آیت 38 شروع کی آیات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ وہ اس طرح کہ 6 ہجری میں جب آنسیدنا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ احرام باندھ کر عمرہ کے ارادے سے آئے تھے مگر مشرکین مکہ نے ان کو مسجد حرام میں جانے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اس وعدہ کے ساتھ تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب کفار کی قوت کو ختم کر دے گا جس طاقت کی وجہ سے یہ مسلمانوں پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ تو اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ کفار کی ہمت اور طاقت روز بروز کم ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ 8 ہجری میں ان کو بڑی سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے بغیر خون خرابے کے مکہ کو فتح کر لیا تھا۔ کفار میں اتنی بھی سکت نہ تھی کہ سامنے آ کر مقابلہ میں ہی کھڑے ہو جاتے۔ اگلی آیات میں اسی کی تفصیلات آ رہی ہیں۔

لڑائی کی اجازت

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ
وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ
أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ
الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ
إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ
أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ
عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ
قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى
الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ
يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ
ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ ع 6 10 13
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا
مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾

جن مسلمانوں سے خواہ مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ لڑیں کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (39)
یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا
رب ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کرتا رہتا تو ڈھا دیے جاتے، گرجے، خانقاہیں، عبادت خانے اور مسجدیں۔
جن میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد ضرور کرتا ہے بے شک اللہ توانا اور غالب ہے (40)
یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں قدرت دیں تو نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نیک کام کرنے کا حکم دیں برے کاموں سے منع کریں

اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے (41) اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم عادی اور ثمودی بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں (42) قوم ابراہیم اور قوم لوط بھی (43) اور مدین کے رہنے والے بھی۔ موسیٰ بھی تو جھٹلائے جا چکے ہیں لیکن میں کفار کو مہلت دیتا رہا پھر ان کو پکڑ لیا تو دیکھ لو میرا عذاب کیسا سخت تھا (44) اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں' بہت سے کنویں بے کار اور بہت سے محل ویران پڑے ہیں (45) کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی تا کہ ان کے دل ایسے ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے اور کان ایسے ہوتے کہ ان سے سن سکتے اصل میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں (46) اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرتا اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو (47) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ میں نے ان کو ڈھیل دی اور وہ گنہگار تھیں پھر میں نے ان کو پکڑا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (48) آپ فرمادیں کہ ''اے لوگو میں تو واضح ڈرانے والا ہوں (49) تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کیلئے بخشش اور عزت والا رزق ہے (50) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلانے کی کوشش کی وہ دوزخی ہیں۔ (51)

تشریح: مکہ میں آخری دور تک مسلمانوں کی تعداد کافی ہوگئی تھی۔ کفار ان پر انتہا سے زیادہ ظلم وستم کرتے مثلاً تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے قمیض اتار کر اور سینے پر گرم بھاری پتھر رکھ دیتے۔ وغیرہ وغیرہ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی تو مسلمان آپ ﷺ سے اجازت مانگتے تھے کہ ہم بھی ان سے لڑنا چاہتے ہیں مگر جنگی مصلحت یا وقتی تقاضا یہ تھا اور پھر سب سے بڑی بات کہ اس وقت تک مسلمانوں کو کفار سے لڑنے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ ظلم وستم اتنے بڑھے کہ صرف اللہ کا نام لینے کی وجہ سے لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے دس سال ظلم وستم برداشت کیے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اس آیت میں کفار سے لڑنے کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ یقین بھی دلایا گیا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اسی لیے اپنی کم تعداد اور کم وسائل جہاد سے مت گھبراؤ۔

پھر جہاد و قتال کی حکمت بتائی جا رہی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتو ایک ہی فرقہ طاقت ور ہوتا چلا جاتا اور وہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہیں ڈھا دیتا اور قتل وخونریزی کی انتہا ہو جاتی۔ یہ تو قدرت کا ایک بہت بڑا اصول ہے۔ پھر خلفائے راشدین کے حق میں خوشخبری ہے کہ جب ان کو حکومت مل جائے گی تو یہ انتہائی پاکباز لوگ ہوں گے احکامات الٰہی نافذ کریں گے یعنی نیکی کی طرف بلائیں گے برائی سے منع کریں گے۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ اور اس میں وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جن کو اللہ نے حکومت واقتدار بخشا۔

پھر آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ انبیاء کو جھٹلانا اور ان کو اذیت دینا کوئی نئی بات نہیں تاریخ میں گزرے ہوئے بے شمار نبیوں کے حالات موجود ہیں بلکہ جگہ جگہ ان بستیوں کے آثار بھی موجود ہیں جن کے رہنے والوں نے نبیوں کو جھٹلایا اللہ کی نافرمانی کی اور پھر اللہ کے عذاب کے مستحق ہوئے۔ یہ لوگ گھوم پھر کر ان عبرت کے مقامات کو کیوں نہیں دیکھتے۔ اصل میں ان کو شعور ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے ''دل اندھے ہوتے ہیں (46) یعنی اللہ تعالیٰ نے دل کو جسم انسانی کا بادشاہ قرار دے دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے'' (انسان کے) جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ

اگر وہ خراب اور فاسد ہو تو پورا بدن خراب اور فاسد ہوتا ہے۔ اگر وہ ٹکڑا صحیح ہو تو پورا بدن درست اور ٹھیک ہوتا ہے اور وہ ہے دل'' (صحیح بخاری) زندگی میں صفائی' حسن' خوشی' غمی' وجد' سرور' محبت' رحم' وفا' بے وفائی' خواہشات' انتظار' حیاء' غصہ اور نفرت یہ تمام جذبات انسان سے تعلق رکھتے ہیں اور جذبات کا منبع ہے دل۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بدخیالات دل سے ہی جنم لیتے ہیں اور پھر انہی بدخیالات کے مطابق جسم کے تمام اعضاء کام کرتے ہیں۔ ایسے کان نیکی کی بات کو سن ہی نہیں سکتے۔ نیکی کا راستہ دیکھ ہی نہیں سکتے تو ایسے لوگ کان رکھتے ہوئے بھی بہرے ہوتے ہیں۔ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الملک میں آیت 23 اس بات کو یوں واضح کرتی ہے۔ ''انہیں کہہ دو کہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا' کان' آنکھ اور دل کی نعمت سے تمہیں نوازا' لیکن تم ان نعمتوں کا بہت کم شکریہ ادا کرتے ہو۔''

رسول کریم ﷺ سے رب العزت مخاطب ہوتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جب یہ لوگ عذاب کے آنے کی جلدی مچاتے ہیں تو ان کو بتاؤ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہوگا فکر نہ کرو یہ جو نیکی کرنے توبہ کرنے کی مہلت تمہیں اللہ نے دے رکھی ہے اپنے وقت پر ضرور ختم ہو جائے گی۔ پھر فرمایا کہ ''تمہارے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو۔'' (آیت 48)

یہاں علم طبیعیات کے انتہائی جدید نظریات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ جیسا کہ سائنس کہتی ہے۔ ''ٹائیگون شعاعوں کی لکیریں جو اس قدر تیز رفتار ہوتی ہیں کہ انسانی ذہن ان کا احاطہ نہیں کر سکتا' غیر مرئی توانائیوں (دکھائی نہ دینے والی طاقتیں) کی نشانیاں ہیں یہ مادی دنیا میں بھی آتی ہیں اور پھر اس کی طرف لوٹ جاتی ہیں جہاں سے یہ آتی ہیں۔ جدید فزکس نے یہ دریافتیں حال ہی میں کی ہیں۔ جبکہ قرآن پاک میں عرصہ دراز پہلے سے بتا دیا گیا ہے۔

یوں بھی کائنات میں وقت کی رفتار مختلف بتائی جاتی ہے۔ اور زمین پر بھی مثلاً خط استوا پر ایک رات دن چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے اور قطب شمالی پر ایک سال کا اور ان دونوں کے درمیان مختلف مقدار پر مختلف ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ تو کائنات کے چھپے ہوئے رازوں میں سے ایک راز ہے سب سے بڑا راز جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے بتایا وہ یہ ہے کہ ''کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے بخشش اور عزت والا رزق ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلانے کی کوشش کی وہ دوزخی ہیں۔'' (50 - 51) یہاں یہ بات بڑی اچھی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ انسان کو انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر بھی بلکہ اسلامی حکومت کو اپنے قوانین میں چار بنیادی اصول ضرور رکھنے چاہیں۔

(1) اقامت نماز۔ (2) نظام زکوٰۃ۔ (3) نیکیوں کا حکم۔ (4) برائیوں سے روکنا۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ ''تم دنیا میں بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت کے لیے لایا گیا ہے تم نیکی کی تلقین کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اللہ پر ایمان لائے ہو۔'' (آیت 11)

یہ ہے مومن کی تعریف اور اسلامی ملک کی تعریف' ہمیں اپنے دن رات کی مصروفیات پر غور کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کیا ہم سب اللہ کے بنائے ہوئے اس معیار پر پورا اتر رہے ہیں یا نہیں؟

پرے ہے نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
(علامہ اقبال)

یہاں مسلمان کی بے پناہ شان اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔
ایک یہ کہ اللہ کے نزدیک اس کی قدر و منزلت آسمانوں سے بھی زیادہ ہے دوسرے اس کی زندگی کا اصل مقصد عرش معلیٰ پر رہنے والی ہستی یعنی الہ العلمین کی رضا اور قربت حاصل کرنا ہے۔ اور جب وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر ستارے بھی اس کی راہ کی دھول بن جاتے ہیں۔ نیابت الٰہی کا حق بھی اسی طرح ادا ہوتا ہے۔

یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسبان ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
(علامہ اقبال)

شیطان کی چال اور اللہ کا انتظام

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ
فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۲ لِّيَجْعَلَ مَا
يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ
فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴ وَلَا يَزَالُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ
عَقِيْمٍ ۝۵۵ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ۝۵۶ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵۷ ع 7/9 14

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا یہ حال تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان وسوسہ ڈال دیتا تھا تو شیطان کا ڈالا وسوسہ اللہ دور کر دیتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے (52) تاکہ جو کچھ

شیطان نے ڈالا اس سے ان کو آزمائے جن کے دل میں روگ ہے یا جن کے دل سخت ہیں اور گنہگار تو مخالفت میں دور جا پڑے (53) اور تا کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ بے شک وہ (وحی) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ کے سامنے عاجزی کریں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے (54) اور کافر لوگ ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان پر قیامت آ جائے یا ان پر منحوس دن کا عذاب آ جائے (55) اس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہو گی اور وہ ان میں فیصلہ کر دے گا' تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے (56) اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا۔ (57)

تشریح: ان آیات میں بھی رسول کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں شیطان اور شیطان خصلت لوگ ہمیشہ نبیوں اور رسولوں کو تنگ کرتے رہے ہیں۔ مگر اللہ علم والا ہے اور حکمت والا ہے۔ پیدائش شیطان کا مقصد یہ ہے تا کہ کھرے کھوٹے لوگ دنیا کے سامنے اچھی طرح ظاہر ہو جائیں ورنہ اللہ کا علم تو ناقابل حد تک وسیع ہے۔ وہ اپنے علم اور اپنی حکمت سے سب لوگوں کے اعمال' نیتیں اور ارادے جانتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون لوگ شیطان کا مقابلہ کر کے اس کو بھگا سکتے ہیں اور کون اس کے جال میں پھنس کر تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ بہرحال سب لوگ قیامت کے روز اللہ کے حضور حاضر ہوں گے نیک لوگ اپنا بہترین اجر پائیں گے جب کہ کفار نہ ختم ہونے والا عذاب پائیں گے

مہاجر اور شہید کی تعریف

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿٥٩﴾

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر مارے گئے یا مر گئے ان کو اللہ اچھا رزق دے گا اور بے شک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (58) اور ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ تو جاننے والا بردبار ہے۔ (59)

تشریح: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ ذکر یہاں پر مہاجر اور شہید کا ہو رہا ہے یہ دونوں اعمال بے حد مشکل ہیں۔ یعنی صرف ایمان بچانے کے لیے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گھر بار آل اولاد' مال جائیداد اور وطن چھوڑ دینا جس قدر مشکل ہے اسی قدر اللہ کو پسند بھی ہے اسی لیے ایسے لوگوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو ہجرت کرتے ہوئے یا ہجرت کر کے فوت ہو جاتے ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ان کی خواہش اور پسند کے مطابق بہترین ٹھکانے اور بہترین رزق بھی دیا جائے گا اور پھر اللہ نیتوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کون منافق ہے اور کون سچا مومن ہے۔ سچے مومنین کے تو چھوٹے موٹے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو گا۔

اللہ کی حاکمیت اور اللہ کے لیے انسان کی بندگی

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ
غَفُوْرٌ ﴿٦٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ
بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ
اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ ع 8 7 15
وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ
جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى
هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاۗءِ
وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا
لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ
بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ ع 9 8 16
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ
الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ
حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٧٤﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ

اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي
الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾ ع 10 6 17

السجدۃ عند الامام الشافعی

یہ (بات اللہ کی طرف سے مقرر ہو چکی ہے) کہ ایک شخص دوسرے کو اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اگر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے (60) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (61) یہ اس لیے کہ صرف اللہ ہی برحق ہے اور جس کو کافر اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اس لیے کہ اللہ بلند مرتبہ اور عظیم شان والا ہے (62) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ آسمان سے مینہ برساتا ہے تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک اللہ مہربان اور خبردار ہے (63) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور بے شک اللہ بے نیاز اور ہر تعریف کا مستحق ہے (64) کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دی ہیں اور کشتیاں بھی جو اس کے حکم سے چلتی ہیں دریا میں اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے۔ کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا مہربان ہے (65) اور وہی تو ہے جس نے تم کو زندگی بخشی پھر تم کو مارتا ہے' پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا بے شک انسان تو بڑا ناشکرا ہے (66) ہم نے ہر ایک امت کے لیے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں تو یہ لوگ آپ سے اس بات میں جھگڑا نہ کریں اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں' بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں (67) اور اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں تو فرما دیں جو عمل تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے (68) جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ قیامت کے روز تم میں اس کا فیصلہ کر دے گا (79) کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے' یہ سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے بے شک یہ سب اللہ کے لیے آسان ہے (70) اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہو گا (71) اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور آپ ان کے چہروں پر صاف طور پر ناگواری کے آثار دیکھتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ جو ہماری آیتیں ان کو پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں۔ فرما دیں کہ میں تم کو اس سے بھی بری چیز بتاؤں؟ وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے (72) لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا

نہیں کر سکتے چاہے اس کے لیے سب جمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (یعنی) عابد اور معبود دونوں ہی لاچار ہیں (73) ان لوگوں نے اللہ کی قدرت جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست اور غالب ہے (74) اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے (75) جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ اس سے واقف ہے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے (76) مومنو! رکوع کرتے سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تا کہ فلاح پاؤ (77) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی کسی بات کی تنگی نہیں کی اور تمہارے لیے تمہارے باپ ابراہیم کا دین پسند کیا اسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اس (کتاب) میں بھی یہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو تا کہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے بارے میں شاہد ہو نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور اللہ کے دین کی رسی کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے' خوب دوست ہے اور خوب مددگار ہے۔ (78)

تشریح: اخلاقیات کا ایک بہت بڑا سبق اللہ تعالیٰ دہرا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ مسلمان کے لیے اصول بنا دیا گیا ہے کہ ظلم و زیادتی کا جواب اتنا ہی دیں جتنی زیادتی ان پر کی گئی ہو۔ کیونکہ اللہ ظلم کو پسند نہیں کرتا اس لیے اس نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ مظلموں کی مدد ضرور کرتا ہے۔ یہ وعدہ اور یہ اخلاقی اصول کسی معمولی ہستی کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ یہ اس رب العلمین کے بنائے ہوئے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کی نشوونما اور آرام و سکون کے لیے آسمانوں کو بلند کیا زمین بنائی اس میں ہر قسم کے چرند' پرند' حیوانات' نباتات' چاند، سورج، ستارے' ندی نالے، دریا، سمندر' پہاڑ پھول، پھل، یہ تمام چیزیں انسان کے لئے پیدا کیں اور اس میں اسے اختیار دیا پھر بھی انسان اس قدر ناشکرا' جاہل اور ناعاقبت اندیش ہے کہ سوائے اللہ کا شکر ادا کرنے کے اور دوسری تیسری ایسی چیزوں کی عبادت کرتا ہے جو خود اللہ کی ہی بنائی ہوئی ہیں اور اللہ کی ہی بنائی ہوئی تقدیر اور حکم کے پابند ہیں۔ اللہ نے ان تمام گمراہیوں اور گندگیوں سے انسان کو بچانے کے لیے فرشتوں میں سے ایک فرشتے جبرائیل علیہ السلام کو اپنے پیغام رسولوں تک پہنچانے کے لیے چن لیا اور اپنے بندوں میں سے مختلف بستیوں کے لیے مختلف انسانوں کو پیغمبر رسول اور نبی کی حیثیت سے چن لیا تا کہ وہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور لوگوں کو ایسے ایسے اخلاقی' معاشی' معاشرت اور تہذیبی اصول بتا دیں کہ لوگ اپنی زندگیاں انتہائی پاکیزہ اور بہترین طریقوں سے گزار کر آخرت میں سرخرو ہو کر جہنم کے عذاب سے بچ کر جنت کے انعامات سے مالا مال ہو سکیں۔ جیسا مذہب اسلام ہے اور اس کے اصول وضوابط ہیں کسی بھی دوسرے مذہب کے اب تک ہوئے ہیں نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تمام آیات میں اپنے کچھ ناموں کی وضاحت کی ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ بندہ اللہ کا نائب بنا کر زمین میں علم وارادہ کی یک حد تک طاقت دے کر بھیجا گیا ہے۔ اس لیے اللہ فرماتا ہے کہ میں معاف کرنے والا بخشنے والا ہوں تو بندوں کو بھی معاف کرنا چاہیے ایک دوسرے کو یعنی اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ بندوں کو بھی چاہیے کہ نیکی کی راہ اختیار کریں۔ اللہ سب سے بڑا اور سب سے بلند ہے۔ اس لیے وہ انسان کو متقی اور اخلاقی کردار کی بلندیوں پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اللہ

مہربان اور خبردار ہے۔ انسان کا مہربان ہونا اور شیطان سے خبردار ہونا اسے پسند ہے۔ اللہ بے نیاز ہے اور تمام تعریفوں کے قابل ہے۔ انسان کو اللہ کی تعریف اور اس کی نیازمندی میں گم ہو کر اس کی قربت اور جھوٹے خداؤں کی پناہ سے شیطان کی ترغیبات سے اپنے آپ کو بالکل دور رکھنا چاہیے۔ یہی اللہ کو پسند ہے۔ اللہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ بندے کو بھی اپنی زندگی کا اصول شفقت اور مہربانی بنالینا چاہیے۔ یہی اللہ کو پسند ہے۔ اللہ زبردست اور غالب ہے۔ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اس لیے ہر وقت ہر لمحہ اور ہر عمل پر سوچتے رہنا چاہیے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ نہ تو ہم اسکی نظر سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں اور نہ وہ بے انصافی کرے گا۔ تو جب یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تو کیوں نہ وہی راستہ وہی اصول' وہی قانون اور وہی دین اپنایا جائے۔ اور اس اللہ کی عبادت کی جائے جس نے ہمیں پیدا کیا اور جس کے پاس ہم مرنے کے بعد جائیں گے اور جو ہمیں جنت یا دوزخ میں داخل کر دے گا۔ اب کون بے وقوف ہے جو اس عارضی زندگی کے لیے کفر و شرک اور گناہوں کی زندگی کو پسند کرے گا۔ اب تو علم و حکمت اور سائنسی تجربات' تحقیقات اور ایجادات حق کے راستوں کو کھول رہی ہیں جو انسانوں کو اللہ کی راہ کی طرف لے جا رہی ہیں۔ اور کفر و شرک کے پردے خود بخود چاک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی عبادات اعتقادات روز روشن کی طرح دنیا کے سامنے چلے آرہے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے۔ یعنی اس کا کوئی اصول نہ تو مشکل ہے اور نہ ہی ناقابل عمل ہے۔

توحید: تو انسان کو اس قدر مضبوط خود اعتماد' بے خوف اور نڈر بنا دیتی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت توحید کے ماننے والے کو زیر نہیں کر سکتی۔ مثلاً نماز' پاکیزگی ڈسپلن' سکون اور اتحاد و یقین کی طرف لے جاتی ہے۔ زکوٰۃ' لالچ' ذخیرہ اندوزی' بے رحمی اور خود غرضی سے بچا کر انسان کو بہترین انسان بناتی ہے۔

روزہ: خود پر کنٹرول' صحت و صفائی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی نعمت کا ذریعہ ہے۔

حج: یہ آخری رکن ہے جو زندگی میں ایک دفعہ کرنے کا حکم ہے مگر یہ عبادت انسان میں اس قدر روحانی ترقی پیدا کر دیتی ہے کہ بندہ اصل میں اللہ کا ہی فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گزارنے لگتا ہے اور یوں نیابت الٰہی کا حق ادا کر کے جنت کا وارث بن جاتا ہے۔ اور سورت الحج کا لب لباب بھی یہی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

(علامہ اقبال)

مومن کا مطلب ہے ایک ایسا انسان جو ہر وقت حرکت و عمل میں مصروف رہتا ہے۔ کاہل اور بے کار ہو کر بیٹھتا نہیں۔ مومن کا کلام اور اس کا عمل دونوں اللہ کی ذات کا ثبوت ہوتے ہیں۔ اس کے منہ سے اللہ کے وجود کے خلاف کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔ پھر مسلم کا کردار' عمل اور عقیدہ اتنا پر اثر ہوتا ہے کہ اس کو دیکھ کر ہر کوئی اثر لیتا ہے کہ وہ اللہ کی ذات کا قائل ہو جاتا ہے یہ ہے ایک مسلم کی شان۔

الحمد للہ سورۃ الحج اور سترھواں پارہ بھی ختم ہو گیا۔

قَدْ اَفْلَحَ پارہ نمبر 18

تعارف سورۂ مؤمنون

یہ مکی سورت ہے اس میں (6) رکوع اور (118) آیات ہیں۔ یہ سورت مکی زندگی کے تقریباً درمیانہ زمانے میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ مکہ میں شدید قسم کا قحط پڑا ہوا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے۔ اس سورت کا موضوع بھی دعوت توحید اور رسول کی پیروی ہے اور پھر اچھے بروں کا انجام۔ اللہ کے قادرِ مطلق، رحیم و کریم اور حاکم اعلیٰ ہونے کے ثبوت دیے گئے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کو سابقہ قوموں کی مثالیں دے کر تسلی دی گئی ہے کہ تمام پیغمبر لوگوں کے ہاتھوں ایسے ہی ستائے گئے ہیں جیسے آپ ستائے جا رہے ہیں اور یہ بتایا گیا کہ تمام رسولوں نے یہی تعلیمات دیں جو آپ ﷺ دے رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں کر رہے۔ قحط کو بھی ایک سزا قرار دیا گیا تا کہ لوگ خبردار ہو جائیں اور اپنا رخ اللہ کی طرف موڑ لیں۔

آخر میں نبی اکرم ﷺ کو دین کا کام جاری رکھنے کی تاکید کی گئی اور مشرکین و منکرین حق کو برے انجام اور سخت سزا سے ڈرایا گیا ہے کہ خبردار ہو جائیں اور حساب کے دن سے ڈریں۔

مؤمنوں کی صفات اور وعدۂ جنت الفردوس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ
مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا
عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ
هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

یقیناً ایمان والوں نے فلاح پائی (1) جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں۔ (2) جو بے ہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں۔ (3) جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (4) جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (5) سوائے اپنی بیویوں اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں کہ ان (سے مباشرت کرنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ (6) البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں تو

وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔(7) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔(8) اور جو نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(9) یہی لوگ وہ وارث ہیں۔(10) جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(11)

تشریح: یہاں پر ان سات فرائض کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیے ہیں۔ اگر بندہ واقعی اپنے آقا کا نمک حلال، یعنی فرمانبردار غلام ہے تو پھر وہ اپنے مالک کے دیے گئے احکامات سے کبھی غافل نہیں ہوسکتا بلکہ ان کی بجا آوری میں ہرگز تھوڑی سی بھی غفلت یالا پرواہی نہیں کرسکتا۔ اللہ ہمارا مالک ہے اس نے ہی ہمیں پیدا کیا ہے اسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اسی نے ہمارے کیے گئے کاموں کا حساب لینا ہے۔ وہی اس کے بدلے میں جنت یا جہنم دے گا۔ وہی ہر وقت ہر جگہ ہر صورت میں ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہم اس کی نگاہ سے ہرگز چھپ نہیں سکتے۔

خلاصہ یہ ”کہ مسلم پر واجب ہے کہ جس حد تک ممکن ہو اللہ سے ڈرتا رہے جو چیزیں اللہ نے حرام قرار دی ہیں انہیں حرام سمجھے اور جو باتیں اللہ نے فرض کی ہیں ان میں اجتہاد (کوشش) کرے پھر اگر کہیں لغزش واقع ہو جائے تو سچی توبہ کرنے میں جلدی کرنا اس پر واجب ہے۔“ از (فتاویٰ سماحۃ الشیخ/عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

مزید لکھتے ہیں ”نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

شرط صرف یہ ہے کہ توبہ بھی سچی ہو اور اسلام بھی سچا ہو کیونکہ سچ ہی ان کی روح ہے۔ اور یہ قرآن و اسلام کی سچی روح اس قدر پر اثر، مضبوط اور ناقابل تسخیر ہے کہ مٹھی بھر مسلمان جو کفار کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیے اللہ کے حکم سے مدینہ میں جا بسے تو ان کے پاس ایسی طاقت آگئی کہ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے انتہائی تھوڑی سی مدت میں نہ صرف مکہ کو فتح کر لیا بلکہ دنیا کے بیشتر حصے ان کی تحویل میں آگئے۔ یہ کون لوگ تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اسلام کی روح کے ساتھ اس کو قبول کیا اس پر سختی سے پابند رہے اور کردار و افکار میں اللہ کی برہان ثابت ہوئے اسی لیے ایسے ہی لوگوں کو دنیا میں کامیابی سکون اور آخرت میں جنت الفردوس کے وارث ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور پھر یہ ضمانت بھی دی گئی ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کے وارث ہوں گے۔ یہ وعدہ کسی معمولی ہستی کا کیا ہوا نہیں بلکہ یہ وعدہ اس اللہ عظیم و برتر کا وعدہ ہے جو خود بھی حق ہے اس کا وعدہ بھی حق ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس خالق و معبود نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہماری پیدائش کوئی معمولی کام نہیں۔ ہماری پیدائش کا ہلکا سا نقشہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مدتوں پہلے بتا دیا تھا جس کو آج کے مفکر سائنسدان حضرات میڈیکل کے ماہرین بڑے فخر سے بیان کر رہے ہیں۔ اگلی آیات ملاحظہ ہوں:

انسانی پیدائش کے مختلف مراحل اور قدرت کا کمال

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ
خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ
لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا ہے۔(12) پھر اس کو ایک مضبوط اور محفوظ جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا (13) پھر نطفے سے جما ہوا خون بنایا پھر اس جمے ہوئے خون سے گوشت کی بوٹیاں بنائی پھر اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا۔تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔(14) پھر اس کے بعد تم مرنے والے ہو۔(15) پھر قیامت کے روز اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے۔(16)

تشریح: آج کے سائنسی تجربات اور تحقیقات انسان کی ابتدا سے انتہا تک قرآن پاک کی بیان کردہ معلومات کے عین مطابق ثابت ہو رہے ہیں۔ڈاکٹر موریس بوکائے قرآنی آیات کی روشنی میں اس تمام سلسلے کو بڑے اچھے انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لفظ سُلٰلَةٍ کسی ایسی چیز کو ظاہر کرتا ہے جو کشید کی گئی ہو، یعنی جو کسی چیز کا بہترین جزو ہو''یعنی نطفہ جو مٹی سے حاصل کی گئی خوراک سے بنتا ہے۔پھر لکھتے ہیں:

''بیضہ کا بارآور ہونا اور افزائش نسل' ایک خلیے سے وجود پاتے ہیں۔ جو نہایت لمبوترا ہوتا ہے۔ یہ ایک ملی میٹر کے دس ہزارویں حصے کے برابر ہوتا ہے۔ عام حالات میں ان کروڑوں خلیات میں جو انسان کے اندر تخلیق پا کر نکلتے ہیں صرف ایک خلیہ بیضہ دان میں نفوذ (رہتا ہے) پاتا ہے۔ان تمام میں سے بڑی تعداد پیچھے رہ جاتی ہے۔ایک بار جب قنات الحیض میں بیضہ بارآور ہو جاتا ہے تو رحم کے اندر قرار پکڑتا ہے۔قرآن پاک میں بیضہ کی جائے قرار کو محفوظ جگہ یعنی رحم یا بچہ دانی کہا گیا ہے۔رحم کے اندر وہ جرم کراپنی غذائیت حاصل کرتا ہے جسے جما ہوا خون کہا گیا ہے۔لفظ ہے عَلَقَة جمی ہوئی چیز اس کے بعد قرآن کے مطابق مضغة کا لفظ ہے یعنی بوٹی یعنی جنین گوشت کے لوتھڑے کی شکل سے ہو کر گزرتا ہے اس کے بعد ہڈیاں بنتی ہیں اور ان کے اوپر گوشت چڑھتا ہے۔اور پھر ایک متناسب شکل میں صورت تیار ہو جاتی ہے۔'' (از بائبل قرآن اور سائنس)

بھلا یہ سب کچھ کسی انسان یا کسی بھی محقق' سائنسدان یا ماہر طب کے بس میں ہے کہ یوں انسان کو بنا سکے؟ یہ کمال تو صرف اور صرف اس بابرکت باکمال اور عظیم و کبیر باری تعالیٰ کا ہی کام ہے جو اپنے کمال میں واحد ہے اس کو اپنے کسی بھی کام میں کسی دوسرے کی مدد کی ہرگز ضرورت نہیں وہ خالق مطلق ہے۔وہ انسان کو ایک بوند پانی سے پیدا کرتا ہے، پھر انسان دنیا میں آ کر

آہستہ آہستہ زندگی کے مختلف مراحل طے کرتا ہے یعنی بچہ' نوجوان' جوان' ادھیڑ عمر اور پھر بڑھاپا۔ اس عمر کے کسی بھی حصہ میں اللہ کے حکم سے وہ مر جاتا ہے، دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے قبر میں اس سے سوال وجواب ہوتے ہیں۔ اس کی قبر نیک ہونے کی صورت میں وسیع ہو جاتی ہے اور بد ہونے کی صورت میں تنگ ہو جاتی ہے، اگر کوئی نیک ہے تو قبر میں اس کے لیے جنت کا بچھونا اور اگر بد ہو تو جہنم کا بچھونا بچھا دیا جاتا ہے۔ یہ عالم برزخ کہلاتا ہے اور پھر اللہ کے وعدے کے مطابق قیامت کے دن اسی طرح دوبارہ اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔ جس طرح پہلے پیدا کیا گیا۔ مگر اس کی پیدائش کا طریقہ مختلف ہوگا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ''پھر قیامت کے روز اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے۔'' (المومنون آیت:16)

اللہ کے رب ہونے کی نشانیاں

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ
السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا
لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾
وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى
الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع 22

اور یقیناً ہم نے تمہارے اوپر کی جانب سات آسمان بنا دیے اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں۔ (17) اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل کیا پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس کو (نابود بھی کر سکتے ہیں) لے جائیں تو لے جا سکتے ہیں۔ (18) پھر ہم نے (اس سے) تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغ اگائے جن میں تمہارے لیے بہت سے میوے پیدا ہوتے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔ (19) اور وہ درخت بھی ہم ہی نے پیدا کیا جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے (یعنی زیتون کا درخت) کہ کھانے کے لیے روغن اور سالن لیے ہوئے اگتا ہے۔ (20) اور تمہارے لیے چار پایوں میں بھی عبرت اور نشانی ہے کہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اس سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ (21) ان پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو۔ (22)

تشریح: یہ آیات اللہ کی بے پناہ قدرت ناقابل فہم سائنسی حقائق سے بھری پڑی ہیں۔ جیسا کہ شروع میں فرمایا ''تمہارے اوپر سات راستے بنا دیے۔ بے شمار آیات میں سات آسمانوں کا ذکر آ چکا ہے۔ سائنس دان اس کی پوری طرح وضاحت تا حال نہیں کر سکے۔ ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

''یہاں باریکی یہ ہے کہ سات آسمانوں کو سات راستے اس لیے کہا گیا ہے تاکہ ہم سات میدانوں کو باآسانی سمجھ سکیں' چنانچہ قرآن میں راستوں کے ذکر کے ذریعے پیمائش' جسامت' آسمانی فاصلے اور لامحدود رفتاروں کو بیان کیا گیا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں: ''ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کوئی مادی سواری نہیں پہنچ سکتی اس کی ایک وجہ تو اس سلسلے میں رفتار کا معاملہ ہے' دوسرے راستے کی مقناطیسی موجودات کو عبور نہیں کیا جاسکتا۔ ان آسمانوں تک پہنچنے کے لیے یا ان سے گزرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس رفتار سے سفر کیا جائے وہ روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ ہو۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ مادہ کی دنیا سے ہی نکل جانا ہوگا۔'' (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق) پھر فرمایا کہ ''ہم خلق سے بے خبر نہیں ہیں۔ (17)

یعنی یہ وسیع وعریض ناقابل فہم کائنات کس نظام' ترتیب اور حکمت وانتظام سے بنائی گئی ہے اس سے صرف اللہ کی ذات ہی واقف ہے۔ وہی جانتا ہے۔ کیسے چلانا ہے اور کیا سلسلہ ہے۔ انسان کو غور وفکر کی اجازت تو بہت دفعہ دی گئی ہے۔ بلکہ اندازاً 750 آیات ایسی ہیں کہ جن میں انسان کو کائناتی مظاہر پر غور وفکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی لیے انسان ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح قدرت کے نظام کو سمجھ سکے۔ کبھی کبھی کسی کسی معاملہ میں سوجھ بوجھ حاصل کر لیتا ہے مگر بہت سے راز ایسے ہیں کہ جن کو سمجھ لینا اس کے بس میں نہیں۔ ہمارے چاروں طرف پھیلائے ہوئے قدرت کے کرشمے انسان کو اللہ کے وجود کو ماننے کے لیے بہت کافی ہیں۔ جیسا کہ خود انسان کی تخلیق' آسمانی راستوں کی تخلیق اور اب ذکر ہو رہا ہے بارش کی کیا ذمہ داری ہے جو وہ اللہ کے حکم سے انسانوں کے فائدہ کے لیے انجام دیتی ہے۔

سائنسی دنیا میں بارش عجوبے کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

(1) بادل ایک خاص مادی ساخت ہے جو بھاپ سے بنتا ہے لیکن فوراً ہی پانی کے باریک قطروں میں تبدیل ہو جاتا ہے اس لیے عام پانی سے مختلف ہوتا ہے۔ فضائی بادل جمتے نہیں اور نہ ہی نقطہ انجماد سے نیچے زمین پر گرتے ہیں۔

(2) سمندر میں نمکین پانی بخارات کے عمل میں شامل ہو کر نمک کے قطرے بھاپ میں شامل بھی کر دیتا ہے۔

(3) بادل کی تشکیل میں اندازاً ایک مکعب سینٹی میٹر میں پانی کے باریک قطرے ایک ارب کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ بارش کے قطرے بادل میں 50 سے 500 فی مکعب سینٹی میٹر ہوتے ہیں۔

(4) پانی کا ایک قطرہ نودی حالت (Nuclear State) بن کر صفر سے چالیس ڈگری کم کی حالت کو سہار سکتا ہے اور بارش کو ایک انتہائی پیچیدہ مساوات سے پیدا کرتا ہے۔

(5) جب قطرے زمین کے نزدیک پہنچتے ہیں تو ہوائی رگڑ کے ذریعہ اس کی رفتار میں کمی آجاتی ہے اور یوں بارش ایک حلیم طریقے سے زمین پر گرتی ہے۔ یہ متوازن طریقہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ زمین پر پہنچتے پہنچتے بارش کے قطرے کی رفتار اتنی کم ہو جاتی ہے جیسے پیراشوٹ کا عمل ہوتا ہے۔'' (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

کیا بارش کا یہ ریاضیاتی حساب کتاب اللہ کی بڑائی، وحدانیت، حکمت اور موجودگی کا ایک جیتا جاگتا ثبوت نہیں؟ کیوں نہیں کوئی انسان اللہ کے سوا پانی کا یہ بندوبست ہرگز نہیں کرسکتا۔ پہلے تو پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ سمندر میں نمک ملا کر محفوظ کر دیا کہ پانی خراب نہ ہو۔ نمک بہت بڑا ذریعہ ہے کسی چیز کو خراب ہونے سے بچانے کا، پھر اس پانی کو مطلوبہ وقت پر مطلوبہ مقدار میں اور مطلوبہ جگہ پر ہواؤں کے ذریعہ بادلوں کی مشکوں میں بھر کر پہنچا دینا۔ پانی کی ضرورت انسان کو اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ صرف انسان کو ہی نہیں تمام مخلوقات حیوانات جمادات اور نباتات سب پانی ہی کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔ سبحان اللہ اس احسن الخالقین کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے اللہ اکبر۔ کون ہے جو کسی صورت بھی ذرہ برابر اس کی برابری کا سوچ بھی سکے۔ وہ اکیلا ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ پھر پانی کو زمین کے اندر، پہاڑوں کی قدرتی قاریزوں میں، دریاؤں، ندی نالوں اور جوہڑوں میں پہاڑوں کے اوپر برف کی موٹی تہوں کی صورت میں پانی کا ذخیرہ اس قدر اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے کہ انسان اس کو حاصل کرتا رہتا ہے۔ استعمال کرتا ہے اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر وہ چاہے تو پانی کے سلسلے کو بند کر دے یا تھوڑا کر دے یا زیادہ کر دے۔ یہ تینوں باتیں اس کے اختیار میں ہیں۔ اس کے بعد ایک اور فضل اللہ کا یہ ہے کہ وہ انسان کے لیے بہترین باغات پھلوں سے بھرے ہوئے اگاتا ہے خاص طور سے کھجور انگور اور زیتون کا ذکر کیا گیا ہے۔ زیتون کی خاصیت یہ ہے کہ یہ کوہِ طور پر بکثرت پیدا ہوتا ہے اور یہ بے شمار طریقوں سے کام میں لایا جاتا ہے، پھر چوپاؤں کا ذکر کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں ان کی ضرورت انسان کو کس حد تک ہوتی ہے۔ سب جانتے ہیں۔ پھر کشتیاں اور چوپائے سواری کے کام بھی آتے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ اللہ کی قدرت اس کے موجود ہونے کے اسباب ہیں۔ یہ سب تو انسانی پیدائش اور پھر اس کی جسمانی نشوونما کے لیے کیا گیا ہے اور اب ذکر ہوتا ہے انسان کی روحانی تربیت کا تو وہ رسولوں، نبیوں اور پیغمبروں کے ذریعہ سے ہر زمانے میں اللہ بندوبست کرتا رہا ہے۔ اللہ نے کبھی بھی اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تسلی دینے کے لیے بہت سے انبیاء کا ذکر کیا جارہا ہے۔

سیدنا نوح، موسیٰ، ہارون، عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ
يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾
فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ
وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ (٢٧) فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ
عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (٢٨) وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي
مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (٢٩) إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ (٣٠) ثُمَّ
أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ (٣١) فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ
مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ (٣٢) وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا ع 2 10 2
بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا
تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (٣٣) وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا
لَخَاسِرُونَ (٣٤) أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ (٣٥)
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ (٣٦) إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوثِينَ (٣٧) إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ (٣٨) قَالَ
رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ (٣٩) قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ (٤٠) فَأَخَذَتْهُمُ
الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (٤١) ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ
قُرُونًا آخَرِينَ (٤٢) مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ (٤٣) ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا
تَتْرَا كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ
فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ (٤٤) ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ
مُبِينٍ (٤٥) إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ (٤٦) فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ
لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ (٤٧) فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ (٤٨) وَلَقَدْ
آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ (٤٩) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ
رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (٥٠) يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي ع 3 18 3
بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (٥١) وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ (٥٢)

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان سے کہا اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں۔(23) تو ان کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے" یہ تو تم جیسا ہی آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے، اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا۔ ہم نے اپنے باپ دادا میں تو یہ بات پہلے کبھی سنی نہیں۔(24) اس آدمی کو تو دیوانگی کی بیماری ہے تو اس کے بارے میں کچھ دیر انتظار کرو۔(25) نوح نے کہا" پروردگار انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے تو میری مدد کر۔(26) پس ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچے اور (تنور پانی سے بھر کر) جوش مارنے لگے تو سب قسم کے حیوانات میں سے نر و مادہ جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان کے جن کی ہلاکت کا حکم پہلے سے ہو چکا ہے۔ اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا وہ ضرور ڈبو دیے جائیں گے۔(27) اور جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ جاؤ تو (اللہ کا شکر کرتے ہوئے) کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات بخشی۔(28) اور یہ بھی دعا کرنا کہ اے رب! ہمارے ہم کو مبارک جگہ پر اتارنا اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔(29) بے شک اس میں نشانیاں ہیں اور ہمیں تو آزمائش کرنی تھی۔(30) پھر ان کے بعد ہم نے ایک جماعت اور پیدا کی۔(31) اور انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جس نے ان سے کہا کہ "اللہ ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں"؟۔(32) تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے کہ" یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے جیسا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور جو پانی تم پیتے ہو اسی طرح کا یہ بھی پیتا ہے۔(33) اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہنا مان لیا تو اس وقت تم گھاٹے میں پڑ گئے۔(34) کیا یہ تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو پھر تم زندہ کیے جاؤ گے۔(35) دور ہے بہت دور جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔(36) زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔(37) یہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بہتان لگایا ہے اور ہم اس کو ماننے والے نہیں۔(38) پیغمبر نے کہا" اے رب! انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے تو میری مدد کر۔(39) فرمایا کہ" یہ تھوڑے ہی عرصہ میں پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔(40) پھر ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا وعدہ برحق کے مطابق تو ہم نے ان کو کوڑا کرکٹ بنا دیا پس ظالم لوگوں پر لعنت ہے۔(41) پھر ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کیں۔(42) کوئی جماعت اپنے وقت سے نہ آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔(43) پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے جب بھی کسی امت کے پاس اس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اسے جھٹلاتے تھے تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے ہلاک کرتے اور ان پر عذاب لاتے رہے اور ان کی کہانیاں بناتے رہے پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر لعنت۔(44) پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور کھلی سند دے کر بھیجا۔(45) فرعون اور اس کی جماعت کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔(46) کہنے لگے" کیا ہم اپنے جیسے ان دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے خدمت گار ہیں۔(47) تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا آخر ہلاک کر دیے گئے۔(48) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی

تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔(49)اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ اور ان کی ماں کو اپنی نشانی بنایا تھا اور ان کو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں صاف پانی جاری تھا پناہ دی تھی۔(50) اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں۔(51) اور یہ تمہاری جماعت حقیقت میں ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ہی ڈرو۔(52)

تشریح: ان آیات میں اولوالعزم اور انتہائی فضیلت والے انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات کا ذکر فرما کر اہل مکہ کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بھی تمہاری طرح کے نافرمان لوگ گزر چکے ہیں۔ تو ان کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہ ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ کو بھی ان پیغمبروں کی پریشانیوں اور آزمائشوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کو جھٹلا رہے ہیں یا سرداران قریش آپ کی شخصیت اور نبوت پر اعتراضات کر رہے ہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں تمام قومیں جو آپ سے پہلے گزر چکی ہیں انہوں نے اور ان کے سرداروں نے اپنی سرداری اور اپنے پرانے رسم و رواج اور اعتقادات اور مشرکانہ عبادات کی خاطر رسولوں پر ایسے ہی اعتراضات کیے تھے۔ یہ کہ یہ تو ہم جیسا ہی انسان ہے فرشتہ ہونا چاہیے تھا اور پھر یہ کہ اس کی تو کوئی مالی حیثیت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سورۃ الاعراف، یونس، ھود، بنی اسرائیل اور الانبیاء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ اسی طرح دوسرے کئی انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے سب نے یہی اعتراضات برداشت کیے اور آخر ان کی قوموں کو سزا کے طور پر تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ان رسولوں نے بھی توحید اور آخرت کی ہی یقین دہانی کروائی جس کو بہت کم لوگوں نے قبول کیا ان کو آسمانی کتابیں بھی دی گئیں جن کو انہوں نے اپنے مفاد کے مطابق ردوبدل کر کے کچھ کا کچھ کر دیا ہٹ دھرم، ضدی، نافرمان اور شرپسند لوگ آج بھی موجود ہیں۔ اہل عرب تو خیر جاہل لوگ تھے آج کے زمانے میں بڑے پڑھے لکھے سائنسدان علم کی وجہ سے اللہ کو پہچان چکے ہیں اور ان کو کئی ثبوت مل چکے ہیں کہ انسان دوبارہ ضرور پیدا ہوگا۔ انسان اور اس کی اہمیت بھی جان چکے ہیں گویا آخرت کا یقین کر چکے ہیں مگر ایمان لانے کو اس لیے تیار نہیں کہ ہمارے آباواجداد نے یہ تعلیم نہیں دی اس لیے لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں۔ دیکھا جائے تو بنیادی تعلیم ہر مذہب ہر پیغمبر نے یہی دی ہے کہ اللہ ایک ہے اس نے انسان کو نہ تو بے ضرورت پیدا کیا ہے اور نہ ہی بے سہارا۔ اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کو ہر طرح سے ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ پھر سیدھی راہ سمجھانے کے لیے اور پرسکون اور آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے رہنما رسول اور پیغمبر آسمانی کتابوں کے ساتھ بھیج دیے۔ اب یہ انسانوں کی بدنصیبی ہے کہ وہ ان کو بجائے نعمت سمجھنے کے ان کو تکالیف دیں یا ان کی نافرمانی کریں، تو پھر ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی سخت سزاؤں کا اعلان کیا ہوا ہے جو قیامت کے دن ملیں گی۔ اس پر پہلے بھی اور آج بھی یہی اعتراض مشرکین کی طرف سے ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ پھر کئی پڑھے لکھے کافر یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ "کیا مصیبت ہے یہ نیکی، بدی، موت، حیات، سوال جواب یہ سب کیا ہے؟ اللہ ہمیں آزادی کیوں نہیں دے دیتا کہ زندگی گزاریں اور بس عیش کر کے مر جائیں۔ انسان کی پیدائش، زمین کی نیابت اور اللہ کی نعمتیں یہ سب عطا فرما کر کیا انسان کو بے مقصد پیدا کر دیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ پوری کائنات انسان کے لیے ہی

بنائی گئی ہے اور پھر اس کو انسان کے لیے مسخر بھی کر دیا گیا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ با مقصد ہے ہر چیز آپس میں مضبوط انتہائی شاندار طریقہ سے جڑی ہوئی ہے۔ یہاں کوئی چیز بے کار اور بے مقصد موجود نہیں تو پھر بھلا انسان کیوں بے مقصد ہو گیا۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ انسان اس مادی زندگی میں اللہ تعالیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے کا بہترین بندہ اور غلام بن کر رہے۔ با مقصد زندگی گزارے اور پھر اس دنیا کی موت سے مل کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرے اصل میں یہاں کی موت صرف جسمانی موت ہوتی ہے روح تو ہرگز نہیں مرتی وہ تو پہلے بھی موجود تھی اور مر جانے کے بعد بھی موجود رہتی ہے۔ اس جسم کے ساتھ جو زندگی ملتی ہے وہ تو صرف ایک امتحانی کمرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پرچہ حل کرنے کے لیے آسمانی کتابیں اور اصول استاد کے طور پر انسان کو دیے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ آج سے نہیں بلکہ انسان کے پیدا ہوتے ہی یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ شیطان بھی ساتھ ہی پیدا ہو گیا تھا اور بندوں کو گمراہ کرنے والے کام پر لگ گیا تھا۔ اصل میں انسان کو نفس اور روح کے درمیان فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ روح نیکی کی طرف اور نفس برائی کی طرف کھینچتا ہے۔ روح یعنی ضمیر انسان کے اوپر ایک چوکیدار کی حیثیت رکھتی ہے جو انسان کو برائی پر متنبہ اور باخبر کرتا ہے جو شخص ضمیر کی بات تسلیم کر لے وہ ہر صورت اللہ کی رضا، کتاب کی نصیحت اور پیغمبر کی پکار کو دل و جان سے قبول کرتا ہے اور یوں جنت کا وارث اور دنیا میں پر سکون ہو جاتا ہے۔ اللہ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ سب کو دے۔ آمین۔

اسی مقصد کے لیے ہمیشہ پیغمبر بھیجے گئے۔ نبی اکرم ﷺ پوری دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آخری نبی ہیں۔ جبکہ پہلے تمام نبی کسی خاص قوم، وقت یا ملک کے لیے بھیجے گئے مگر تعلیم سب کی ایک ہی تھی۔ توحید اور آخرت پر ایمان۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''پاکیزہ چیزیں کھاؤ، نیک عمل کرو، میں تمہارے اعمال سے واقف ہوں۔ اور یہ تمہاری جماعت حقیقت میں ایک ہی جماعت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ہی ڈرو۔ (سورۃ المومنون آیات 51 - 52)

پھر اللہ کا یہ دستور بھی ہے کہ قوموں کے عروج و زوال سے دنیا کا نظام بہتر طریقے سے چلتا رہتا ہے۔ ورنہ تو دنیا ظلم و ناانصافی کا گڑھ بن جائے۔ ہر جماعت کو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح آزماتا ہے۔ کسی کو عیش و آرام دے کر اور کسی کو غربت و ناداری دے کر۔ مقبول و کامیاب صرف وہی جماعتیں یا قومیں ہوتی ہیں جو ہر حال میں اللہ کی شکر گزار اور اللہ پر مکمل طور سے بھروسہ کرنے والی نیک اطوار قومیں ہوتی ہیں ایسی قومیں جو جینے کے لیے نام اور مرنے کے لیے مقام پیدا کر سکتی ہیں۔

فرقہ بندی کا وبال

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾

پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اس سے خوش ہو رہا ہے۔(53) تو ان کو ایک مدت تک ان کی غفلت میں رہنے دو۔(54) کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں۔(55) تو اس سے ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں؟ نہیں! بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔(56)

تشریح: جیسا کہ کئی مرتبہ بتایا جا چکا ہے کہ انسان تخلیق کے لحاظ سے جسمانی طور پر اور روحانی طور پر ایک ہی بناوٹ سے پیدا کیا گیا ہے مگر لوگوں نے اپنی طرف سے بے شمار نئے نئے روحانی راستے نکال لیے ہیں، یعنی کوئی رسولوں کو ہی پوجنے لگا، کوئی سورج، چاند، ستارے، سانپ، گائے، پتھر کو اللہ بنا بیٹھا۔ کسی نے قبروں اور مزاروں کو پوجنا شروع کر دیا اور پھر اپنے ان غلط عقیدوں پر اس قدر سختی سے قائم ہے کہ اس کی مت ماری گئی ہے۔ شرک کی غلاظت میں اس قدر ڈوب چکے ہیں کہ ان کے دل توحید کو ہرگز ماننے کو تیار نہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ آنکھیں ہیں مگر حق کو دیکھتی نہیں کان ہیں مگر حق کو سنتے نہیں، زبان ہے مگر حق کو بیان یا اقرار نہیں کرتی یعنی یہ لوگ اپنے بنائے ہوئے غلط عقیدوں پر اس مضبوطی سے ڈٹے ہوئے ہیں کہ حق کی طرف سے یہ گونگے اور بہرے ہو چکے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے آنحضرت ﷺ کو کہا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اور کڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اب اللہ ہی ان سے سمجھ لے گا۔ باقی رہا نعمتوں کا تو اللہ خالق کل ہے اس کی عطا سب کے لیے برابر ہے وہ مشرک کافر اور مسلم سب کو نعمتیں عطا کرتا ہے اور انہی نعمتوں سے ہی تو وہ انسانوں کو آزماتا ہے۔ کون شکر ادا کرتے ہوئے رب کے سامنے جھکتا ہے اور کون غرور میں اکڑ کر اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ اگلی آیات میں بھلے لوگوں کا ذکر ہے۔

نیک لوگوں کی صفات

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ
اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾

اور جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں۔(57) اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (58) اور جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔(59) اور جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(60) یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور یہی ان سب پر آگے بڑھنے والے ہیں۔(61)

تشریح: مومن، نیک اور مسلمان کی تعریف میں چھ صفتیں بتائی ہیں۔ اور خوف کی تعریف یہ ہے کہ ایک خوف ہوتا ہے سانپ، بچھو، چور، ڈاکو سے مگر اللہ سے ڈرنا ایسا کہ جیسے مہربان ماں سے ڈرنا۔ ایسے ہی لوگوں کا ہر سانس ہر قدم اور ہر عمل نیکیوں میں لکھا جاتا ہے اور یہ بھلائیاں حاصل کرنے میں سستی نہیں کرتے۔ اسی لیے وہ دین کے کاموں میں سب سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اللہ رحیم بھی ہے اور حساب لینے والا بھی ہے

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ
قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰٓى اِذَآ
اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا
تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾
مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ
اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ
جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ
لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ
ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾
الربع وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ
الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى
ع 4 27 4 اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾

اور ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دیتی ہے اور ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(62) مگر ان کے دل ان باتوں کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے سوا اور اعمال بھی ہیں جو یہ کرتے رہتے ہیں۔(63) یہاں تک کہ جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت تلملا اٹھیں گے۔(64) آج مت تلملاؤ بے شک آج تم مدد نہیں کیے جاؤ گے۔(65) میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور تم الٹے پاؤں پھر پھر جاتے تھے۔(66) ان سے سرکشی کرتے' کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بیہودہ باتیں کرتے تھے۔(67) کیا انہوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔(68) یا یہ اپنے پیغمبر کو جانتے نہیں اس لیے ان کو مانتے نہیں۔(69) کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے دیوانگی ہے؟ ایسا نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق کو لے کر آئے ہیں اور ان میں

سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں۔(70) اور اگر حق ان کی خواہشات پر چلے تو آسمان اور زمین جو کچھ ان میں ہیں سب خراب ہو جائے بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت پہنچا دی ہے اور وہ اس نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں۔(71) کیا تم ان سے نصیحت کے بدلے میں کچھ مانگتے ہو؟ تیرے رب کا دیا ہوا مال بہت اچھا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔(72) اور تم تو ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاتے ہو۔(73) اور جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے راستے سے ٹیڑھے مڑ گئے ہیں۔(74) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیف انہیں پہنچے دور کر دیں تو پھر بھی بھٹکتے ہوئے اپنی شرارت میں لگے رہیں گے۔(75) اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا تھا پھر نہ انہوں نے اپنے رب کے آگے عاجزی کی اور نہ گڑگڑائے۔(76) یہاں تک کہ جب ہم ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تب وہ ناامید ہو جائیں گے۔(77)

تشریح: یہ آیات بڑی معنی خیز ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ احکامات انسان کے لیے نازل کیے گئے ہیں چاہے وہ دین سے تعلق رکھتے ہوں ایمان سے' وحی سے انسانی زندگی سے' عبادات اور عملیات سے تعلق رکھتے ہوں سب ہی بے حد آسان فائدہ مند اور معمولات انسانی سے مطابقت رکھنے والے ہیں۔ کوئی بھی ایسا فریضہ یا اصول نافذ نہیں کیا گیا جس کو پورا کرنا انسان کے لیے مشکل یا ناممکن ہو یا نقصان دہ ہو۔ اسی لیے بار بار کہا گیا ہے کہ تمام مذاہب سے زیادہ آسان اور معقول مذہب اسلام ہے۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس بات کا ثبوت ہر جگہ ملتا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن و حدیث کی برکت سے ہی دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کو اور سخت دل انسانوں کو فتح کر لیا۔ سب سے بڑی مثال تو ہمارے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہی موجود ہے کیسے پتھر دل انسان قرآنی آیات سن کر موم ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ قرآن پاک کی تعلیمات نے کیسے کیسے بلند پایہ سائنسدان' ڈاکٹر' ماہر فلکیات غرض ہر میدان میں مسلمان نمایاں' کامیاب اور قابل رشک شخصیات کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں پیدا کیے ہیں۔ یہ اس آسان مذہب کی ہی برکات تھیں کہ عرب کے بدو دنیا کے سردار بنے۔ اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو گی کہ آج بہترین معبود الٰہ العلمین بہترین رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہترین کتاب قرآن پاک اور بہترین امت' امت محمدیہ ہے۔ کیوں نہ ہو اللہ ہی مالک و خالق ہے ہر ظاہر چھپی ہوئی اور ہونے والی بات سے وہ واقف ہے اسی لیے رسول اور کتاب کے ذریعہ سے تمام لوگوں کو آنے والے وقت کے بارے میں خوب وضاحت سے بتا دیا گیا ہے کہ جو رسول کو جھٹلاتے ہیں مال و اولاد میں مست ہو کر اللہ رسول اور اس کے احکامات سے منہ موڑتے ہیں۔ ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا ایک ایک عمل اللہ کے کمپیوٹر میں باقاعدہ موجود ہے اور جب ان کو بدلہ دیا جائے گا جو کہ ضرور دیا جائے گا تو پھر وہ واویلا مچائیں گے جو کہ بے کار ہو گا۔ کیونکہ وہ تو صرف رزلٹ کا وقت ہو گا امتحان دینے کا پرچہ حل کرنے کا وقت تو دنیا کی زندگی ہے جو گزر چکی ہو گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مصیبت اور راحت میں اللہ کا شکر اور ذکر کرو۔ کیونکہ جب ''ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تب وہ ناامید ہو جائیں گے۔'' (77 آیت) اسی لیے تو کہتے ہیں کہ موت کی آرزو نہ کرو مگر موت کو ہر وقت یاد رکھو۔

الٰہی! ہمارے دلوں کو پرہیزگاری دے ہمارے دلوں کو پاک کر دے تو ہی سب سے بڑھ کر انہیں پاک بنا سکتا ہے اور تو ہی ہماری جانوں کا والی و کارساز ہے۔ یا اللہ تو ہمیں ان تمام گمراہیوں سے بچائے رکھنا جن میں کفار مکہ ڈوب چکے تھے۔ دراصل سرکش، ہٹ دھرم اور نافرمان لوگ ہر زمانے میں موجود رہے ہیں آج کا زمانہ بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں۔ جس طرح اہل مکہ شرک کرتے تھے آج کے نام نہاد مسلمان بھی شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں، عرب کے مشرکین بتوں کو پوجتے تھے آج کے مشرک قبروں اور مزاروں کو پوجتے ہیں جو سب کچھ جانتے ہیں مانتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں مگر ایمان نہیں لاتے تو ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ اور ایسے لوگ واقعی بڑے بدنصیب لوگ ہوتے ہیں۔ حالانکہ صرف اپنے اعضا کو ہی اگر ہم غور سے دیکھیں تو اللہ کی ربوبیت اور توحید سمجھ میں آسکتی ہے۔

اللہ کی بہترین تخلیق انسان

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾

اور وہی تو ہے جس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے لیکن تم کم شکر گزاری کرتے ہو۔(78) اور وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں پیدا کیا اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔(79) اور وہی ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے۔ رات اور دن کا بدلتے رہنا اسی کا کام ہے کیا تم سمجھتے نہیں۔(80)

تشریح: عقیدۂ توحید کی بڑی کھلی دلیل ان آیات میں ملتی ہے۔ اسی موضوع کے بارے میں انگلستان کا ایک فاضل ڈاکٹر اپر سولڈ اس طرح لکھتا ہے: "اس کائنات میں نظم و ترتیب کے یہ حیرت انگیز مظاہرے کسی حادثے یا اتفاق کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ایک بے مثل خالق اور عظیم مدبر کی تخلیق ہیں جب میں نے سائنس کا مطالعہ شروع کیا تو آغاز میں یہ خیال تھا کہ سائنس بہت جلد عقل و شعور کے سرچشموں کے متعلق مکمل علم حاصل کر لے گی، لیکن جوں جوں میرے علم میں اضافہ ہوتا گیا یہ حقیقت بھی مجھ پر منکشف ہوتی گئی کہ انسانی علم ان ماورائی (چھپے ہوئے) حقائق کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔" (از خدا موجود ہے صفحہ 2)

اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے انسانی اعضاء کان، آنکھیں اور دل پھر انسان کی زندگی موت، کائنات کا نظام دن رات کا ردوبدل بیان کر دیا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ کو ڈھونڈ لو۔ آج کا مفکر ان تمام چیزوں پر غور و فکر کر رہا ہے۔ کچھ تو معلوم کر چکا اور بہت کچھ ابھی جاننا باقی ہے۔ پھر آئندہ کا راز بھی بتا دیا کہ مرنے کے بعد تم ختم نہیں ہو جاؤ گے بلکہ ایک نئی زندگی کا آغاز ہو جائے گا اور وہ ہے آخرت کی زندگی۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے "کیا تم سمجھتے نہیں۔"

کفار کا عقیدہ آخرت سے انکار

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿81﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿82﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿83﴾

بات یہ ہے کہ جو بات اگلے کافر کہتے تھے اسی کی بات یہ کہتے ہیں۔(81) کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔(82) یہ وعدہ ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں بلکہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔(83)

تشریح: کفار کی شروع دن سے بس ایک ہی رٹ ہے نہ اللہ کو مانیں نہ رسول کو نہ کتاب کو اور نہ آخرت کو لہٰذا اللہ نے فرمایا: ملاحظہ ہوں اگلی آیات۔

کفار کا توحید ربوبیت کا اقرار

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿84﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿85﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿86﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿87﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿88﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿89﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ
وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿90﴾

فرمادیں کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب کس کا ہے؟(84) جھٹ بول اٹھیں گے کہ "اللہ کا کہو کہ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟(85) ان سے پوچھو کہ سات آسمانوں کا کون مالک ہے؟ اور عرش عظیم کا کون مالک ہے؟(86) فوراً کہہ دیں گے یہ سب چیزیں اللہ ہی کی ہیں۔ کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟(87) کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔(88) فوراً کہہ دیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے۔ کہو کہ پھر تم پر جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے؟(89) بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق پہنچا دیا ہے اور یہ جو بت پرستی کیے جاتے ہیں بے شک جھوٹے ہیں۔(90)

تشریح: "شروع سے لے کر اب تک اور شاید آئندہ بھی تمام کفار و مشرکین کا خیال اور باتیں ایک ہی جیسی ہوتی ہیں یعنی اللہ کے واحد ہونے اور آخرت سے انکار۔ کسی بڑے سے بڑے عالم فاضل مشرک سے یا انتہائی بے علم جاہل مشرک سے جب یہ سوال

کیا جاتا ہے تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تمہیں رزق کون دیتا ہے؟ یہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیے ہیں تو جواب میں فوراً کہے گا اللہ نے۔تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ''عہد الست'' ہر بندے کے لاشعور میں پکی طرح موجود ہے۔اور پھر اللہ کا یہ کہنا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہیں، یعنی انسان کو پیدا تو حق وصداقت کا علم دے کر ہی کیا گیا ہے۔ بعد میں کئی فرقے' مذہب اور اعتقادات بنالیے گئے۔مگر ان جھوٹے اعتقادات پر یہ لوگ اس قدر پکے یقین سے قائم ودائم ہیں کہ کسی صورت اللہ کے وجود کو ماننے اور توحید پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہوتے۔ یہ اتنے پاگل لگتے ہیں کہ اتنی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ جو کائنات اور اس کی تمام چیزیں ہیں بغیر کسی بہترین خالق کے نہیں بن سکتی۔ ذرا سوچیں کہ ایک تصویر بھلا کسی مصور کے بغیر خود بخود بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔بس ان لوگوں کی عقل ماری گئی ہے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ بھئی اس طرف نہ جانا وہاں سانپوں اور بچھوؤں کا بسیرا ہے۔ یا دیکھو آگے کنواں ہے۔تو ہرگز اس طرف کا رخ نہ کریں ڈرتے مارے مگر اس آگ جہنم سے ان کو بار بار آگاہ کیا جارہا ہے مگر یہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور ہرگز ڈر محسوس نہیں کرتے۔ اللہ کا فرمانا کہ ہم نے ان کو حق کی بات بتادی ہے۔ یہ لوگ اگر جھوٹ پر ہی قائم رہنا چاہتے ہیں تو پھر ان کی مرضی سچ تو یہ ہے کہ ''اللہ ایک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک ہے

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع 15

اللہ نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے' ایسا ہوتو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ یہ لوگ جو کچھ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔(91) وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور مشرک جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے بہت بلند ہے۔(92)

تشریح: ان آیات میں اللہ کے واحد ہونے اور مکمل طور پر اقتدار کے مالک ہونے کی دلیل دی گئی ہے۔غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان وزمین کے اس عظیم الشان کارخانے میں بے شمار اسباب آپس میں ملے ہوئے ہیں جو ایک ہی حاکم کی مرضی اور حکم سے چلتے ہیں۔ اگر دو حاکم ہوے یا زیادہ ہوتے تو یہ اسباب کی مجموعی حرکت ہرگز چل نہ سکتی کیونکہ ہر حاکم اپنی مرضی چلانے کی سوچتا اور یوں اس کارخانے کا بہترین نظام درہم برہم ہو جاتا اور ہم لوگ پانی پھول پھل اور کھانے پینے کی چیزوں سے عاجز آجاتے۔ کیونکہ مختلف حاکموں کے زیرنگرانی نہ سورج وقت پر کام کرتا نہ ہوائیں صحیح رخ سے چلتیں نہ بارش معمول کے مطابق ہوتی غرض کوئی کام بھی درست نہ ہوسکتا۔ بلکہ یہ حاکم صاحبان خود آپس میں ہی لڑتے جھگڑتے رہتے اور ہم انسان یہ بھی فیصلہ نہ کر

پاتے کہ کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں، کس سے مشکلات دور کرنے کو کہیں، کون ہماری مدد کرے۔ یہ سب کچھ تو صرف اسی وقت ممکن ہے جب عبادت کے لائق اور اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف ایک ہی ہو۔ اور اس کام کے لیے یعنی دنیا کا نظام چلانے ہماری حاجات پوری کرنے، ہماری دعائیں سننے اور ہماری مشکلیں آسان کرنے کے لیے کسی معمولی حاکم اعلیٰ کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ذمہ داری صرف وہی ایک اکیلا رب ہی کر سکتا ہے۔ جس کا نہ کوئی بیٹا ہے، نہ مددگار، نہ بیوی ہے اور نہ ہی کوئی حصہ دار۔ بس وہ تو بالکل اکیلا ہے تمام اقتدار اور معبودیت کا درجہ رکھنے والا الہ العلمین وحدہٗ لاشریک صرف اللہ ہے۔ ہماری حاجت روائی، مشکل کشائی، حفاظت، امداد، اعانت، خبرگیری ہماری پیدائش اور پھر جسمانی وروحانی نشوونما کا پورا بندوبست یہ سب کوئی آسان کام نہیں بلکہ اس خدائے واحد وبے نیاز کے سوا ان تمام کاموں میں سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہرگز نہیں کرسکتی تو ثابت ہوا کہ معبود برحق صرف وہی اقتدار اعلیٰ رکھنے والا سچا الہ العلمین ہی ہے۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ سے پوری طرح واقف ہے۔ ہم انسان تو اتنا بھی علم نہیں رکھتے کہ کل ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کب مرجائیں گے اور کہاں موت آئے گی۔

سامان سو برس کا، پل کی خبر نہیں

مگر ایمان بالغیب ہی وہ مقام ہے کہ جس سے گزر کر انسان انسان بنتا ہے۔ کیونکہ حیوان تو اس بات کی عقل ہی نہیں رکھتا۔ جبکہ انسان اپنی عقل اور علم کے ذریعہ اس کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی قدرتوں کو دیکھ کر اس کائنات کے خالق حاکم اور چلانے والے مقتدر اعلیٰ اللہ کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔ وہ اللہ جو انسان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے مگر ہے بڑا عظیم اور بااختیار۔ کوئی اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتا۔ اور یوں ایمان بالغیب کے عقیدہ پر قائم ہو کر انسان بے شمار غیر ضروری فکروں اور خواہ مخواہ کی الجھنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور بے فکر ہو کر قرآن وحدیث کے احکامات کے مطابق پرسکون زندگی گزارنے لگتا ہے۔

فتنۂ عذاب قبر اور شیاطین سے پناہ مانگنے کی دو دعائیں

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

(اے محمد ﷺ!) کہو کہ جس عذاب کا ان کفار سے وعدہ ہوا ہے اگر (تو میری زندگی میں ان پر نازل کرکے) مجھے دکھائے۔ (93) تو اے میرے رب! مجھے اس سے محفوظ رکھنا اور ان ظالموں میں شامل نہ کرنا۔ (94) اور جو وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں ہم تم کو دکھا کر ان پر نازل کرنے پر قادر ہیں (95) اور بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے

ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔(96) اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔(97) اور اے رب اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔(98)

تشریح: ان آیات میں اس رب جلیل سے دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ کیونکہ پچھلی آیات میں دعا مانگنے اور دعا قبول کرنے کا ایک ہی منبع ہے اور وہ ہے رب العزت تو یہاں دو دعائیں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ مسلمانوں کو سکھائی گئی ہیں۔ پہلی تو اس عذاب سے بچنے کے لیے جو کفار پر ان کے کفر شرک اور نافرمانی کی وجہ سے آ سکتا ہے اور پھر اس میں بے گناہ بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ تو ایسے عذاب سے بچنے کے لیے دعائیہ کلمات سکھائے گئے ہیں۔ پھر مکارم اخلاق کی تاکید کرتے ہوئے دوسری دعا سکھائی گئی ہے۔ یعنی آپ برائی کو بھلائی سے، ظلم کو انصاف سے اور بے رحمی کو رحم کے ذریعہ دور کریں۔ اصل میں تو یہ سبق تمام مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ اصل میں یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب مکہ میں مسلمان بڑی کمزور حالت میں رہ رہے تھے۔ جہاد کا حکم آنے کے بعد بھی مسلمانوں کو حسن اخلاق کا سبق یوں دیا گیا کہ عورتوں بچوں کو اور جو لوگ لڑائی میں شریک نہ ہوں قتل نہ کیا جائے۔ اور لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ غصہ میں آ کر کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو مسلمان کی شان کے خلاف ہو۔ تو اس کے لیے خاص طور سے دعائیہ کلمات سکھائے گئے ہیں۔ پہلی دعا آیت (94) میں سکھائی گئی ہے اور دوسری دعا آیت (97) میں سکھائی گئی ہے۔ یہ دعا عام حالات میں شیطان جن و انس اور کئی قسم کے حملوں سے بچنے کے لیے بڑی ہی مؤثر دعا ہے۔ بوقت ضرورت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اللہ قبول کرے گا اور مطلوبہ مصیبت سے ضرور اپنی پناہ میں رکھے گا۔ یہی تو اس کی شان کریمی ہے۔ کہ ہم مانگیں اور وہ پوری کرے۔ اور یہ مشرکین کے معبود ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو خود اللہ کے پیدا کردہ ہیں وہ کسی کی کیا دعا قبول کریں گے۔

کیا مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں آ سکتے ہیں؟

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ
كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي
الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
ضَاۗلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔـوْا فِيْهَا وَلَا
تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾

(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو کہے گا ''اے اللہ مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے۔(99) تا کہ میں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں۔'' ہرگز نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا (مگر اس پر عمل نہیں ہوگا) اور ان کے پیچھے برزخ ہے کہ جہاں وہ اس دن تک دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔(100) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس وقت نہ ان میں رشتہ داریاں رہیں گی اور نہ کوئی ایک دوسرے کو پوچھے گا۔(101) تو جن کے وزن بھاری ہوں گے وہ فلاح پانے والے ہیں۔(102) اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خود کو نقصان میں رکھا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔(103) آگ ان کے مونہوں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں پریشان ہوں گے۔(104) کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں؟ نہیں تم ان کو (سن کر) جھٹلاتے تھے۔(105) اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدنصیبی چھا گئی اور ہم راستے سے بھٹک گئے۔(106) اے ہمارے رب! ہم کو اس میں سے نکال دے اگر ہم پھر ایسے کام کریں تو ظالم ہوں گے۔(107) اللہ فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔(108)

تشریح: حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موت کے وقت مومن جب رحمت کے فرشتے اور رحمت کے سامان دیکھنے لگتا ہے تو فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ ''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے گا'' تو وہ کہتا ہے کہ ''میں اس غموں اور تکلیفوں کے عالم میں جا کر کیا کروں گا مجھے تو اب اللہ کے پاس لے جاؤ۔'' اور کافر سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے۔ ''مجھے دنیا میں لوٹا دو۔'' (از معارف القرآن جلد 6 صفحہ 331)

یہ تمام آیات عالم الغیب سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کی وضاحت کچھ حدیث اور کچھ قرآنی آیات سے کر دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں اس دنیا سے جو ایک دفعہ رخصت ہو جاتا ہے وہ دوبارہ اس دنیا میں ہرگز واپس نہیں آ سکتا بلکہ پھر وہ قیامت تک عالم برزخ میں رہتا ہے۔ قرآن پاک میں انسانی زندگی کو چار درجوں میں رکھا گیا ہے۔ ایک ہے عالم ارواح جس میں تمام روحوں سے عہد لیا گیا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب روحوں نے جواب دیا ''کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔'' اس کو عہد الست کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر دنیا کی زندگی اسی کو عالم ظاہر کہا گیا ہے۔ اور یہ ہی امتحان کا دور ہے۔ یہ مومن کے لیے قید خانہ کہلاتا ہے جبکہ کافر کے لیے بس یہی کچھ ہے۔ یعنی

بابر باعیش کوش که عالم دوباره نیست

مطلب ہے عیش کر لو کیونکہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔ کافر یہ زندگی انتہائی غفلت، ناشکر گزاری اور اللہ کی انتہائی نافرمانی میں گزار دیتا ہے۔ اسی لیے نادم ہو کر دنیا میں دوبارہ آنے کی خواہش کرتا ہے۔ جو کہ ہرگز ممکن نہیں اللہ نے صاف کہہ دیا کہ اب تم عالم برزخ میں رہو۔

یہ عالم برزخ تیسرا دور ہے جس میں قیامت کے آنے تک انسان زندگی گزارے گا۔ یہ دور مومن اور مقبول الٰہی بندوں کے لیے بڑا پرسکون زمانہ ہوگا جبکہ گنہگاروں مشرکوں کے لیے یہ بڑا تکلیف دہ زمانہ ہوگا۔ ان کا عذاب ادھر سے ہی اعمال کے مطابق شروع ہو جائے گا۔ پھر چوتھا دور زندگی کا ہوگا۔ جو قیامت سے شروع ہوگا۔ یہ قیامت کبریٰ ہوگی۔ جس میں سب کچھ ختم ہو جائے گا اور لوگ قبروں میں سے نکل کر میدان حشر میں اللہ کے دربار میں حاضر ہو جائیں گے اور پھر مشرکوں کو ان کی بدنصیبی کی سزا دی جائے گی جس پر وہ اللہ سے آہ وزاری کریں گے توبہ واستغفار کریں گے جو قبول نہ ہوگی اور رب العزت فرمائے گا ''اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' آیت 108 یہ سب غیب کی باتیں ہیں جو ہر انسان کو بار بار بتائی جا رہی ہیں تاکہ نیکی کی راہ اختیار کر لے اور توبہ کرے کیونکہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے بشرطیکہ موت آنے سے پہلے کر لی جائے۔ موت کے بعد توبہ کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تو گنہگاروں کا انجام تھا اب نیکوکار پرہیزگار سچے مومنین کے بارے میں فرمان ہے۔ ملاحظہ ہو:

اللہ کے مقبول بندے

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ
الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾
إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ
عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا
قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا
تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿١١٦﴾ وَمَن
يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ
ع 26/6 الْكَافِرُونَ ﴿١١٧﴾ وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١١٨﴾

میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو دعا کیا کرتا تھا ''اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ (109) تو تم ان سے تمسخر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے میری یاد بھی بھول گئے اور تم ہمیشہ ان سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ (110) آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ بے شک وہ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (111) اللہ پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ (112) وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ (113) اللہ فرمائے گا کہ ''وہاں تم بہت ہی کم رہے کاش تم جانتے ہوتے۔ (114) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم

کو بے فائدہ پیدا کیا تھا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔(115) تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے اس کی شان اس سے اونچی ہے اس کا کوئی معبود نہیں وہی عرش اعظم کا مالک ہے۔(116) اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے پاس ہوگا۔ کچھ شک نہیں کہ کافر کامیاب نہیں ہونگے۔(117) اور اللہ سے دعا کیا کرو کہ میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔(118)

تشریح: آیت 109 میں ایک اور بہترین دعا ہے جو اکثر و بیشتر نیک لوگ اٹھتے بیٹھتے اللہ سے کرتے رہتے ہیں۔ دوسرا نکتہ یہاں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کے مقبول، نیک صالح اور عبادت گزار بندوں کا مذاق اڑانا بھی جہنم میں ڈالے جانے کا سبب ہے۔ کیونکہ مذاق وہی اڑاتا ہے جو کافر ہو۔ ایک گناہ تو کفر کا اور دوسرا مومنین کی عبادات کا مذاق اڑانا ہے۔

آیت 112 میں زمینی وقت کے بارے میں اشارہ ملتا ہے۔ اسی طرح کی کئی آیات قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر ملتی ہیں جن کو وضاحت سے سمجھنا موجودہ علم فزکس کی رو سے بھی کافی مشکل ہے۔ کہیں یہاں کے ہزار دنوں کے برابر وہاں یعنی عالم بالا کا ایک دن کہا گیا ہے اور کہیں پچاس ہزار دنوں کے برابر ایک دن کہا گیا ہے۔ بہر حال یہاں کی زندگی بڑی مختصر ہے اس کو طریقہ سلیقہ سے گزاریں گے تو آخرت میں ہمیشہ کی زندگی میں آرام ہی آرام ہوگا ورنہ تو پھر شرک و کفر اور بداعمالی دوزخ کی راہ ہی دکھائیں گی۔ استغفر اللہ۔ اس سورت کا اختتام ہو رہا ہے اور آخری آیت ایک بڑی ہی جامع دعا پر ختم ہوتی ہے۔

"وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ"

(اے پیغمبر! ﷺ) کہہ دیجئے اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہیں۔ (المومنون:118)

اس سورت کو اگر سرسری کی صورت میں بیان کیا جائے تو اس طرح ہوگی۔ سب سے پہلے سچے مومن کے تصور میں مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں۔(1) اللہ کی عظمت دل اور روح کے اندر پیدا ہونا۔(2) نکمی اور فضول باتوں سے دور رہنا۔ (3) زکوٰۃ باقاعدہ اور خوشی سے ادا کرنا۔(4) شرم و حیا اور جنسی خواہشات کو حدود میں رکھنا۔(5) امانت اور عہد کا پورا خیال رکھنا۔(6) نماز پابندی اور خشوع و خضوع سے پڑھنا۔ ان کے علاوہ اگر زندگی گزاری تو جہنم ملے گی۔

اللہ کو ماننا اور رسولوں کی پیروی کرنا اور آخرت کو ماننا۔ جنت کے حصول کی پوری پوری کوشش یعنی نیکی کے تصور میں چار باتیں آتی ہیں۔ ایمان، عبادات، صبر، معاملات۔ اور آخر میں بہترین دعا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تعارف سورۂ نور

یہ سورت مدنی ہے اس میں 9 رکوع اور 64 آیات ہیں۔ پانچ ہجری غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی۔ اس کا نام آیت:35 "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے تعلق سے نور رکھا گیا ہے۔ اس کے مضامین میں مسلم معاشرے گھر اور ملکی امن کے اصول و ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ گھر ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں سے اچھے برے افراد تربیت لے کر معاشرے اور ملک کو

سنوارتے یا بگاڑتے ہیں۔ اسلام کا تو ہر اصول اور ہر حکم اصول ہوتا ہے۔ انسان کو زندگی میں ہر قسم کے حالات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمام معاملات کو چاہے وہ گھریلو ہوں یا ملکی ہوں بڑے ہی احسن طریقے سے نمٹانے کے طریقے بتا دیئے ہیں۔ اور کچھ احکامات ایسے جاری کر دیے ہیں کہ جن پر عمل کر کے معاشرہ بہت سی بدامنی اور فساد سے بچ سکتا ہے۔ اور یہ شر و فساد کیونکہ گھر سے ہی شروع ہوتا ہے جہاں ایک مرد اور عورت کار مختار ہوتے ہیں۔ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ:

(1) شرم و حیا کا خیال رکھتے ہوئے مرد اور عورت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

(2) عورتوں کو باپردہ رہنے کا حکم دیا گیا۔

(3) حد زنا مقرر کی گئی کہ معاشرہ اس برائی سے پاک ہو جائے۔

(4) شادی لازمی قرار دے دی گئی۔

(5) گھر کی چاردیواری کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا گیا۔

(6) واقعہ افک کی وضاحت کرتے ہوئے کئی ایک اخلاقی سبق دیے گئے ہیں۔

(7) مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے منافقین اور مشرکین کی چالوں کو دبانے، ختم کرنے اور ان کے ساتھ بہترین تدابیر سے نمٹنے کے طریقے بتائے گئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے خاندان رسالت کی طہارت، عظمت اور شان کی گواہی اسی سورت میں بیان کی ہے۔

(8) مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین کی بادشاہت دی جائے گی۔

(9) پھر آنحضرت ﷺ کے ساتھ بہترین برتاؤ کی تاکید کی گئی ہے۔

انہی بہترین موضوعات کو سورۂ نور میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ نور کی فضیلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور اسکے احکام کو فرض کر دیا اور اس میں واضح مسائل کی آیتیں نازل کیں تاکہ تم یاد رکھو۔ (1)

تشریح: یوں تو پورا قرآن پاک ہی رشد و ہدایت اور حق و صداقت کی باتوں سے بھرا ہوا ہے کیونکہ یہ اس جلیل القدر عظیم و حکیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو حق اور سچ ہے۔ مگر اس سورت کا دیباچہ اللہ رب العزت نے کچھ تھوڑا مختلف دیا ہے۔ سب سے پہلے

تو ''ہم'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بات کہنے والے کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے فقرے میں ان احکامات کا ماننا ہر مسلمان کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کو مانتے ہو تو اس کے احکامات کو بھی ماننا لازمی ہے۔ یہ نہیں کہ چاہو تو مانو چاہو تو نہ مانو۔ اس کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔

تیسری بات جو واضح کر کے کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس سورت میں جو کچھ بھی احکامات جاری کیے گئے ہیں وہ اتنے سادہ' آسان اور عام فہم ہیں کہ ان کو سمجھنا بالکل آسان ہے۔ کوئی مشکل اور نہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں کہ سمجھ نہ آنے کا بہانہ کیا جا سکے۔ اصل میں جب یہ سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اللہ ایک ہے تو بے شمار مشکلات جو عام زندگی میں پیش آتی رہتی ہیں خود بخود آسان ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ہر بات کا حل تو اللہ نے انسان کو بتا دیا ہے اور جو حل اللہ نے بتا دیا ہے وہ حل ہی بہترین ہے کیونکہ توحید کا تصور محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں ہے۔ اس سے اجتماعی زندگی کا وہ پورا نظام' جو انسان کی خود مختاری یا غیر اللہ کی حاکمیت اور الوہیت کی بنیاد پر بنا ہو' جڑ سے اکھڑ جاتا ہے اور ایک دوسری بنیاد پر ایک نئی عمارت تیار ہوتی ہے۔ آج دنیا آپ کے موذنوں کو ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی صدا بلند کرتے ہوئے اس لیے ٹھنڈے پیٹوں سن لیتی ہے کہ نہ پکارنے والا جانتا ہے کہ کیا پکار رہا ہوں نہ سننے والوں کو اس میں کوئی معنی اور کوئی مقصد نظر آتا ہے۔ (ہمارا سنگین ترین مسئلہ مصنف محمد منظور الحق ڈار)

مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب ایک شخص دل و جان اور زبان سے اقرار کر لیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو پھر اس کے دل میں نہ تو کسی دشمن کا خوف رہتا ہے نہ ظالم کا اور نہ ہی شیطان کی طاقت ہی اس پر اثر کرتی ہے۔ اس کے سامنے صرف الہ العلمین کی طاقت احکامات اور فرامین ہی رہتے ہیں جو ہر صورت دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانیاں' رحمتیں' برکتیں اور نجات کا ذریعہ ہی بنے رہتے ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کے تمام مسائل کا تالا ہم توحید کی چابی سے کھول سکتے ہیں۔ بچہ' بوڑھا' جوان' عورت' مرد' ہم سب کو توحید کے یقین کو دل میں رکھ کر زندگی کے ہر میدان میں بڑھتے چلے جانا چاہیے۔ اور موذن کی ہر آواز پر توحید کی روح کو بیدار کرنا چاہیے۔ تو پھر اللہ کے علاوہ کون سی طاقت ہے جو ہمیں زیر کر سکتی ہے؟ کوئی بھی طاقت نہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

زنا، اس کی سزا اور لعان کا حکم

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي
دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾ الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ
مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا
بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ
أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٦﴾ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ
مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ
الْكَاذِبِينَ ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ ع 1 10 7

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے حکم میں تمہیں ہرگز ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔(2) بدکار مرد بدکار عورت یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا اور یہ (بدکار عورت سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ہے۔(3) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔(4) ہاں جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی حالت سنوار لیں تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔(5) اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور کوئی گواہ نہ لاسکیں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے۔(6) اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔(7) اور عورت سے سزا یوں ٹل سکتی ہے کہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے۔(8) اور پانچویں دفعہ یوں کہے کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔(9) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتیں مگر وہ مہربان اور فضل و کرم کرنے والا ہے اور اللہ توبہ قبول

کرنے والا حکمت والا ہے۔ (10)

تشریح: سب سے پہلے تو زنا کی تعریف کر دی گئی۔ کئی گناہ انسان زندگی میں کرتا ہے مگر یہ گناہ اس قدر بڑا اور انسانی سوسائٹی کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ اس کو شرک کے برابر کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ تمام حدود کو توڑ دیتا ہے جو تہذیب وتمدن' مذہب اور اخلاقیات اور انسانیت کی عظمت کے لیے ہر مذہب اور معاشرے میں مقرر کی گئی ہیں۔ البتہ موجودہ غیر اسلامی معاشرہ ان حدود کو توڑ رہا ہے تو ان کے اندر جو انتشار' بے چینی' بے راہروی' بدنظمی اور بے قاعدگی پیدا ہو رہی ہے وہ نا قابل بیان ہے۔ یہ لوگ جب بھی اسلامی نظام کی اس خوبی سے بندھے ہوئے خاندانی ربط' ضبط اور سکون کو دیکھتے ہیں تو رشک کرتے ہیں۔ یہ گناہ ایسا ہے کہ جو عورت اور مرد کو بغیر کسی بندھن یعنی بغیر شادی کا معاہدہ کیے ہوئے بدکرداری پر مجبور کر دے اور وہ دونوں ناجائز طریقہ سے اپنی نفسانی خواہش پوری کریں جو کہ شادی کے بعد بالکل جائز اور حلال ہے۔ کیونکہ انسان میں یہ خواہش اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ کھانا کھانا تو اس کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے شادی کا طریقہ مقرر کر رکھا ہے۔ اسی لیے حکم ہے کہ شادی کے بغیر رہنا جائز نہیں بلکہ لونڈی اور غلام کی بھی شادی کر دینی ضروری ہے۔ کیونکہ شادی سے معاشرے سے یہ شرمناک اور برائیوں کی جڑ جیسا فساد ختم ہو سکتا ہے۔

اس شرمناک گناہ کے بعد جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ماں اور معاشرے کے لیے بدنامی کا سبب بن جاتی ہے اور پھر یہ اس بچے پر بھی ظلم ہوتا ہے جو اس گناہ کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ غیر اسلامی ممالک میں ایسے بچے کی پیدائش پر بچے کو کنواری ماں سے دور رکھا جاتا ہے کیونکہ اکثر ایسی مائیں گناہ کی وحشت اور بچہ کی ذمہ داری نبھانے کے خوف سے بچے کو خود ہی مار دیتی ہیں۔ کس قدر شرمناک ہے یہ گناہ؟ اس سے بچنے کے لیے قرآن پاک میں یہ اصول مقرر کیے گئے ہیں جو آسان بھی ہیں اور قابل قبول بھی ہیں۔

سب سے پہلے انسان کے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ معاشرے سے ان تمام اسباب کا خاتمہ جو زنا کی طرف متوجہ کریں۔ مثلاً عورتوں کا بے پردہ نکلنا' مرد و عورت کا بے باک ملنا جلنا' عورتوں کو گھروں سے بن سنور کر نکلنا۔ چال ڈھال اور بات چیت میں دعوت گناہ دینا۔ اس کے بعد پھر سخت سزا سنائی گئی ہے اور وہ یہ کہ جب یہ جرم ثابت ہو جائے تو سو دُرے بڑے مجمع کے سامنے لگائے جائیں۔ اس جرم کی صداقت کے ثبوت کے لیے بھی اللہ رب العزت نے قانون بنا دیا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پر جھوٹا الزام لگائے اور وہ جھوٹ ثابت ہو جائے تو جھوٹے شخص کو تہمت لگانے کی سزا کے طور پر 80 کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہ سزا غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے ہے اگر یہی جرم شادی شدہ مرد اور عورت کریں تو انہیں رجم کیا جائے گا۔ رجم زمین میں گاڑ کر پتھر مار کر سنگسار کرنے کو کہتے ہیں۔ نیز سو دُروں کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کی سزا بھی غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اور زنا کی گواہی دینے کے لیے چار مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے جو کہ باقاعدہ چشم دید ہوں۔ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر زنا کا الزام لگانے کے لیے علیحدہ حد مقرر کر دی گئی ہے۔ جب یہ احکامات جاری ہو گئے تو ان کو قانونی جرم یعنی قابل سزا

(Cognizable Offene) قرار دیا گیا ہے۔

الہ العلمین نے انسان کی سہولت کے لیے لعان کو جائز قرار دیا ہے۔ جب مرد چار دفعہ قسم کھالے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو اللہ کی لعنت ہو۔ اسی طرح عورت چار دفعہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میں سچی ہوں اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ اس طرح دونوں میں علیحدگی نافذ ہو جائے گی۔ یہ معاملہ عدالت میں ہونا ضروری ہے۔ اس طرح مرد اور عورت دونوں کا مسئلہ بغیر سزا کے حل ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے ان میں سے کوئی تو جھوٹا ضرور ہوگا مگر اللہ نے دونوں کو ہمیشہ کی پریشانی اور ذلت و رسوائی سے بچانے کا ایک بہتر راستہ نکال دیا ہے۔ اب جھوٹا فریق سچی توبہ کر کے کچھ نہ کچھ بخشش پا سکتا ہے۔ اور اللہ نے بھی راستہ اس لیے نکال دیا کہ وہ حکمت والا ہے' معاف کرنے والا ہے اور ہر معاملہ سے خوب اچھی طرح واقف بھی ہے۔

اسلام میں جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ صرف معاشرے کی اصلاح کے لیے دی گئی ہے۔ اسی لیے حکم دیا گیا ہے کہ یہ سزا بغیر کسی ردوبدل کے ویسے ہی دی جائے جیسا کہا گیا ہے۔ نہ کم نہ زیادہ اللہ ارحم الرحمین ہے اس کے فیصلے حکمتوں کی بنیاد پر کیے گئے ہیں خاوند اور بیوی کا ایک دوسرے پر الزام لگانا بھی فیصلہ کے قابل ہے۔ ایسا فیصلہ کہ جس میں اللہ کو گواہ بنا کر دونوں اقرار کریں کہ اگر یہ سچ ہے تو مجھ پر لعنت ہو اللہ کا وبال پڑے۔ اس طرح لعان کا حکم جاری ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کو میاں بیوی کی طرح رہنا حرام ہو گیا۔ لعان کے لیے طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے لعان کے بعد خود بخود جدائی ہو جائے گی۔

اگلی آیت میں اس کو اللہ کا فضل کہا گیا ہے۔ اس برائی کے سدباب کے لیے حکم دیا جا چکا ہے کہ بدکردار عورت بدکردار مرد کے لیے اور بدکردار مرد بدکردار عورت کے لیے ہی ٹھیک ہے۔ ورنہ تو دونوں کے کردار کی ناموافقت کی وجہ سے گھر جہنم اور زندگی عذاب بن جائے۔ اور اگر اتفاق سے ایسے ہو جائے تو پھر طلاق کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوری سے بھی واقف ہے مجبوری سے بھی واقف ہے اور نیت و کردار سے بھی واقف ہے اور پھر غفور الرحیم بھی ہے۔ ان آیات کو غور سے پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ زندگی کے ہر دور میں اللہ کی راہ ہی بہترین راہ ہے کیونکہ اسی سے دنیا و آخرت میں نجات ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے قریشی جوانو! تم لوگ زنا کا ارتکاب نہ کرنا' جو لوگ عفت و پاک دامنی کے ساتھ جوانی گزاریں گے وہ جنت کے مستحق ہوں گے۔" (ترغیب وترہیب بحوالہ حاکم و بیہقی از زادِ راہ مصنف مولانا جلیل احسن ندوی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت اور اس کی برأت

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ

عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوا هٰذَآ
إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَوْلَا جَآءُو عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ
عِندَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِي مَآ أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ
بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِندَ اللّٰهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ
إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾
يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۚ
وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ اٰمَنُوا لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ ع 2/10/8

جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیے اتنا ہی وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔(11) جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں نہ اپنے دلوں میں نیک گمان کیا' اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔(12) یہ بہتان لگانے والے (اپنی بات کی سچائی کے لیے) چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو پھر اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔(13) اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس کام میں تم لگے ہوئے تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا سخت عذاب نازل ہوتا۔(14) جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے ایک معمولی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی سخت بات تھی۔(15) اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں مناسب نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں' اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔(16) اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔(17) اور اللہ تمہارے سمجھانے کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(18) اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(19) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور بے شک اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے۔(20)

تشریح: انسان کو ہمیشہ ہی اخلاقی اور مذہبی تربیت کی ضرورت رہی ہے مگر آج کل پھر دنیا میں اخلاقی پستی اور افراتفری کا دور دورہ ہے۔ غرض کیا اسلامی ممالک اور کیا غیر اسلامی ممالک ہوں سوائے چند ایک کے ہر جگہ معاشرتی کمزوریاں' فحاشی' لوٹ مار لاقانونیت' رشوت' سفارش' بددیانتی' سیاسی بگاڑ' تعلیم و تربیت کی تباہی' فرقہ پرستی' اندرونی و بیرونی سازشیں' نفاق' اغوا' منشیات اور کلاشنکوف کلچر' شرک' بدعات اور لادینیت وغیرہ وغیرہ۔ یہی وہ تمام برائیاں ہیں جن کی وجہ سے قومیں اور ملک تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اب تو پوری دنیا ہی تباہی کے دہانے پر کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور یہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔ اسی بجھتی ہوئی روشنی کو قرآنی تعلیمات کافی حد تک بچا سکتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ لوگ جن پر اللہ کا کرم ہے اور وہ کچھ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں اور اللہ کی آیات کو جو کہ فضل و کرم' امن و سکون اور روحانی و اخلاقی تربیت کا خزانہ ہیں لوگوں کو ہر صورت سنائیں۔ جیسا کہ سورۂ نور میں ایسے احکامات انتہائی جامع انداز میں بیان ہوئے ہیں جو انسانوں کی زندگیوں کی بنیادیں مضبوط کر سکتی ہیں آیت ایک سے دس کے تمام احکامات عفت و عصمت پردست اندازی' حد زنا' حد قذف اور پھر لعان پر مشتمل تھیں۔ قرآن کا اصول ہے کہ ہر بات دلیل کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ جھوٹی تہمت' افواہوں کا پھیلانا اور ان پر گناہ و عذاب جاری ہونا اور معصوم انسان کی اللہ کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری کا ثبوت ان مندرجہ بالا آیات میں بڑی وضاحت سے مثال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہوا یوں جب مخالفین نے مسلمانوں کی کامیابیوں سے حسد کی آگ میں جلنا شروع کیا تو طرح طرح کی سازشوں میں لگے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک سازش واقعہ افک بھی ہے۔ صحیحین اور دوسری احادیث کی کتابوں میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

۶ ھ رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی المصطلق کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں واپسی پر مدینہ سے کچھ فاصلے پر قافلے نے رات بھر کے لیے پڑاؤ ڈالا۔ علی الصبح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رفع حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئیں واپسی پر دیکھا کہ ان کا ہار کہیں گر گیا ہے۔ ڈھونڈنے کے لیے واپس گئیں۔ ہار تو مل گیا مگر جب واپس ٹھکانے پر پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ قافلے والوں نے ان کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ اس میں موجود ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ہودج چاروں طرف سے بند تھا۔ آپ پریشان ہوئیں مگر کیا کرتیں یہ سوچ کر کہ ان کی عدم موجودگی پر قافلے والے خود ہی ان کی تلاش میں واپس آ جائیں گے۔ وہ ادھر ہی چادر لے کر لیٹ گئیں اور سو گئیں۔ اتنے میں صفوان بن معطل صحابی رضی اللہ عنہ جو اسی ڈیوٹی کے لیے پیچھے رہ گئے تھے کہ قافلہ کی جگہ پر اچھی طرح دیکھ بھال کر کے بعد میں آئیں کہ کوئی چیز رہ گئی ہو تو لے آئیں۔ انہوں نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ سوئی ہوئی تھیں۔ ان کے چہرے سے پردہ ہٹا ہوا تھا اور انہوں نے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھیں دیکھا تھا تو "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھا۔ ان کی آواز سے آپ رضی اللہ عنہا جاگ گئیں اور فوراً اپنے چہرے پر پردہ گرا لیا۔ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو اونٹ آپ کے قریب بٹھا دیا۔ آپ اس پر سوار ہو گئیں۔ صحابی نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور پیدل چلتے

ہوئے قافلے تک جا پہنچے۔ اس پر مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے طوفان اٹھا دیا اور چاروں طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت اور الزام کی غلط خبر پھیلا دی۔ جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کی عزت کو (نعوذ باللہ) خراب کرنا چاہتا تھا۔ کچھ معصوم مسلمان بھی اس کی چال کا شکار ہو کر بدگمانی میں پڑنے لگے جیسا کہ مردوں میں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ اور سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ عورتوں میں حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا۔ ظاہر ہے الزام تراشی اور افواہ سازی دوسرے فریق کو بدنام کرنے اور پریشان کرنے اور پھر منتشر کرنے کا بہترین ہتھیار ہے۔ مگر یہ معاملہ تھا پیارے نبی ﷺ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تو اس کا انجام بخیر ہوا اگرچہ ایک ماہ تک آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ اور دیگر صحابہ کو پریشانی اٹھانی پڑی۔ ایک ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی میں بہتان لگانے والوں اور اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں سورۃ النور کی مندرجہ بالا دس آیات نازل فرمائیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی انتہائی عزت افزائی ہے کہ خاص طور سے قرآن پاک میں ان کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عزت احترام' پاکدامنی اور نیک نامی کے طور پر لکھ دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اسلامی سوسائٹی کو بہترین بنائے رکھنے کے بہترین اصول قوانین اور طریقے بتا دیے گئے ہیں۔ اب یہ ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان تمام ارشادات کو پلے باندھ کر امن وسکون اور خیر و عافیت سے زندگیاں گزاریں اور نافرمان مشرک اور غافل لوگوں کے لیے بھی بتا دیا گیا ہے کہ ''ایسے لوگ جو چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (النور آیت 16)

اسلامی سوسائٹی نے ان برائیوں کی نشاندہی بھی کی ہے جن سے بچنا چاہیے۔

(1) جھوٹا الزام۔

(2) بغیر تحقیق کے سنی سنائی بات آگے بیان کرنا۔

(3) بغیر ثبوت کے الزام لگانا۔

(4) فحش کاموں اور باتوں سے نہ بچنا۔

(5) گناہ سے نہ بچنا۔

(6) اللہ کا خوف ہر وقت دل میں نہ رکھنا۔

(7) دوسرے کی عزت کا خیال نہ رکھنا۔

(8) آپس میں ہمدردی اور سلوک سے نہ رہنا۔

(9) بدگمانی کرنا۔

(10) کسی کی بری بات کو پھیلانا۔

(11) ہر صورت تقویٰ اور پرہیزگاری کا خیال نہ رکھنا۔

اس کے برعکس جو معاشرہ ان تمام برائیوں سے پاک ہو وہ بھلا کیونکر ترقی نہ کرے گا۔ اور پھر اس میں خود انسان کے لیے سکون ہی

سکون ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن کے اصول وقوانین کسی زمانے میں بھی خواہ ترقی پذیر ہو، ترقی یافتہ ہو یا پسماندہ نامناسب نہیں ہوتے بلکہ ہر لحاظ سے فٹ ہوتے ہیں۔ اقبال مسلمان کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے

جہاں گیرو جہاں دارو جہاں نبان و جہاں آرا

(اقبال)

مطلب یہ ہے کہ دورِ اول کے مسلمان میں اتنی صفات تھیں کہ بیان سے باہر ہے۔ ان صحرانشینوں (صحراؤں میں رہنے والے) کی ساری زندگی صحراؤں اور بیابانوں میں گزری مگر یہ اسلام اور قوانین اسلام کی ہی برکت تھی کہ ایمان لانے کے بعد انہوں نے نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ کو فتح ہی کیا بلکہ جدید طرز کی سلطنت بھی قائم کر کے دکھائی۔ دنیا کے نظام کو ٹھیک کیا۔ زندگی، حکومت اور حکمرانی کے ایسے بہترین قوانین، اصول وضوابط جاری کیے کہ خلاف راشدہ کی صورت میں ایک مثالی نظام حکومت پیش کیا۔ سبحان اللہ۔ کیوں نہ ہو جس کا بچہ نوجوان، جوان اور بوڑھا بہترین زندگی گزارنے کے لیے بہترین اصول جانتا ہو وہ بھلا کامیابیوں کی دوڑ میں پیچھے کیسے رہ سکتا ہے۔

شیطان کی چالوں سے اللہ کا فضل بچا سکتا ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ
مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا
الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ڝ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾
اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ
لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ ع 3/6/9

مومنو! شیطان کے کہنے پر نہ چلنا' اور جو شخص شیطان کی پیروی کرے گا تو شیطان بے حیائی اور برے کاموں کی ترغیب دے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم میں ایک بندہ بھی پاک نہ رہ سکتا مگر اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(21) اور جو لوگ تم میں امیر اور صاحب استطاعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں' محتاجوں اور مہاجرین کو کچھ مالی مدد نہ دیں گے۔ ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔(22) جو لوگ پرہیز گار اور برے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔(23) قیامت کے دن جس روز ان کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں سب ان کے کاموں کی گواہی دیں گے۔(24) اس دن اللہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اور ٹھیک بدلہ دے گا اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ برحق اور حق کو ظاہر کرنے والا ہے۔(25) ناپاک عورتیں ناپاک مردوں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے، پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ ان باتوں سے جو کہتے ہیں بری ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔(26)

تشریح: ان آیات میں واقعہ افک کی کچھ وجوہات بیان ہوئی ہیں جن میں سب سے بڑی وجہ شیطان کی شرارت ہے۔ شیطان تو ہر وقت اور ہر صورت سے انسان کو بہکانے میں لگا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ تو انسان کا پکا دشمن ہے اور کچھ انسانی کمزوری ہے کہ وہ جلدی شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر میرا فضل میری رحمت اور میری مدد انسان کو میسر نہ ہو تو اکثر و بیشتر انسان اس کے شکار ہو جائیں۔ افواہیں' بدگمانیاں اور فتنے یہ سب شیطان کے راستے ہیں۔ انہی میں سے ایک واقعہ افک بھی تھا۔ جس کی وجہ سے بڑا ہنگامہ ہوا کئی نیک لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس سے سبق سیکھیں جو کوئی بھلائی کے راستے دکھائی دیتے ہیں ان کو اختیار کریں۔ برائی کے راستوں سے توبہ کریں اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رویہ کو بھی سامنے لا کر یہی سمجھایا گیا کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ برائی کا بدلہ دنیا و آخرت میں اللہ ضرور دے گا مگر آپ سب لوگ دل صاف کر کے آپس میں بھلائی کا راستہ اختیار کرو۔

بائیسویں آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عزیزوں میں سے تھے۔ وہ چونکہ غریب تھے اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی اور ان کے خاندان کی کفالت کرتے تھے اور ہر طرح سے ان کی مالی اعانت فرماتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ واقعہ افک میں مسطح رضی اللہ عنہ بھی شریک ہیں تو آپ نے غصہ میں آ کر کہا کہ میں آئندہ اس شخص کو کبھی مالی امداد نہ دوں گا، مگر جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و کرم نازل کرنے اور بہتان لگانے کی برائی اور اس کی سخت سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں امیر اور صاحب استطاعت لوگ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی اعانت نہ کریں گے۔ بلکہ انہیں چاہیے کہ درگزر کریں اور بخش دیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خود بخشنے والا اور مہربان ہے اس لیے

وہ اپنے بندوں میں بھی یہ صفت دیکھنی پسند کرتا ہے۔اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ مسطح رضی اللہ عنہ اور اس کے خاندان کی مالی مدد جاری رکھی۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ: ''جو اس دنیا میں بداعمالی کے عذاب سے بچ جائے گا تو وہ روز حساب سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ کیونکہ وہ تو ایسا حساب کا دن ہوگا کہ انسان کے اپنے اعضاء زبان ہاتھ اور پاؤں خود اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس سے بڑا انصاف کرنے کا اور کون سا ذریعہ ہوسکتا ہے۔''

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اعمال نامے کا سامنے موجود ہونا۔ یہ سب ایک عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ لیکن قرآن کے بیان کے مطابق اس پر ایمان لانا لازمی ہے۔ سائنس دان اس حقیقت پر یقین کرنے لگے ہیں۔ کیونکہ اگر انسان ایک فلم سٹوڈیو میں ایکٹرز کی فلم بنا سکتا ہے جو ہم کسی بھی وقت بلکہ ان لوگوں کے مر چکنے کے کافی عرصہ بعد تک کو حرکات وسکنات کرتے دیکھ سکتے ہیں تو کیا اللہ کے پوشیدہ کیمرے جو فضائی لہروں کی صورت میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں جن کو فرشتے یا اللہ کا بنایا ہوا نظام کہتے ہیں وہ اس قدر مضبوط اور معقول کیوں نہیں ہوسکتا کہ وہ ہر شخص کی زندگی کی مکمل فلم تیار کر سکے اور وقت آنے پر ہمارے سامنے چلا کر اس کے مطابق سزا یا جزا دی جائے۔ اس موضوع پر پہلے بھی بڑی مدلل بحث ہو چکی ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے جو ہمارے سامنے ضرور آ کر رہے گی۔ جیسے اللہ نے ہمیں پہلے پیدا کیا ہے یہ حیرت انگیز طریقہ ہے۔ اسی طرح ہمیں دوبارہ ضرور پیدا کیا جائے گا۔ اور ہمارا حساب کتاب ضرور لیا جائے گا۔ کیونکہ ایک تو یہ ثابت ہو چکا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار دفعہ اس بات کا اعلان کیا ہے۔ اور یہ ضرور ہوگا کہ جب انسان کی زندگی کی پوری فلم اس کے سامنے چلے گی تو وہ پکار اٹھے گا۔

القرآن: یہ کیسا دفتر ہے جس نے میرا چھوٹا بڑا کوئی کام بھی درج کیے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔ (سورۃ کہف آیت:49)

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو ہر وقت اللہ کی مدد طلب کرتے ہوئے نیکی کی راہ اختیار کرنی چاہیے کسی کی برائی کا بدلہ لینا ضروری نہیں کیونکہ وہ سمیع وبصیر ہے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور حاکم اعلیٰ ہے نیک و بد کے ظاہر و باطن کو ہر طرح سے خوب جانتا ہے۔ اور پھر اللہ نے نہ انسانوں کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور نہ ہی پوری کائنات ہی بے مقصد پیدا کی گئی ہے۔

''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (یہاں جیسا بوئے گا وہاں ویسا کاٹے گا) اللہ کی حکمت اور اسباب پر بھروسہ کرنا ہی بندگی ہے سکون اور چین کا باعث بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا مصیبت میں پرسکون رہنا حضرت یعقوب علیہ السلام کا اللہ پر مکمل بھروسہ رکھنا بیٹوں کو معاف کر دینا۔ یہ سب صبر وشکر اور عفو ودرگزر کی بہترین مثالیں ہیں۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا

تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا
مَتَاعٌ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ شاید تم یاد رکھو۔(27) اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔(28) ہاں اگر تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ بستا ہو اور اس میں تمہارا کچھ مال رکھا ہوا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔(29)

تشریح: جیسا کہ آداب معاشرت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اسلام ہر چھوٹی بڑی بات کو سامنے رکھ کر اخلاقیات کا ایک اور نکتہ بیان کرتا ہے وہ یہ کہ کسی دوسرے کے گھر میں بلا اجازت اچانک گھس جاؤ بلکہ گھر والوں سے اجازت طلب کرو۔ اگر ایک دفعہ جواب نہ ملے تو دوسری دفعہ پھر جواب نہ آئے تو تیسری دفعہ جواب نہ آئے تو لوٹ جاؤ۔ اسی طرح باقی تمام احکامات اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیے گئے ہیں ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں ان تمام احکامات میں کوئی مشکل بات نظر نہیں آتی بلکہ سب کے سب انسان کے سکون راحت اور خیر خواہی کے موجب ہیں۔ کیونکہ ان میں انسان کے ذاتی آرام اور پرائیویسی کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اخلاص سے اللہ کے بنائے ہوئے احکامات کی تعمیل کریں۔ کیونکہ اللہ رب العزت ہر عمل کے وقت انسان کی نیت سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: ''اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔'' (النور آیت:29)

کچھ اور اخلاقی آداب

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۗ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؀۳۱

مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (زیور) کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھا لیا کریں۔ اپنے خاوند' اپنے باپ' سسر' بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں (سوتیلے بیٹے) بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں' اپنی ہی قسم کی عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا اور ان نوکروں کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔ غرض ان لوگوں کے سوا کسی پر اپنی زینت اور سنگار کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں اس طرح زمین پر نہ ماریں کہ ان کا چھپا ہوا زیور ظاہر ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ (31)

تشریح: معاشرے کی اخلاقی معاشرتی اور تمدنی برائیوں سے بچانے کے لیے چند اور اصول بتائے جا رہے ہیں جو کہ شرم و حیا قائم کرنے اور برے راستوں کو بند کرنے کا موجب ہیں۔ نگاہیں اللہ کی دی ہوئی ایسی نعمت ہے کہ اگر اس کو ٹھیک استعمال کیا جائے تو نعمت ورنہ زحمت کیونکہ ہر چیز آنکھوں کے ذریعے ہی دل میں اتر جاتی ہے اور اسی کے مطابق انسان کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حکم ہوا کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی پردہ اور ستر پوشی کا سخت حکم دیا گیا ہے یہاں عورتوں کے لیے زیادہ تاکید اور بڑی وضاحت سے ان رشتہ داروں کے نام بتا کر وضاحت کر دی گئی ہے کہ سوائے ان خاص عزیزوں کے باقی تمام مردوں سے پکا پردہ کریں۔ بعض لوگ چہرے کو پردے میں شامل نہیں کرتے اگر چہرے کا پردہ نہیں تو پھر عورت کی زینت کیا ہے؟ چہرے کا پردہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اور اپنی چال ڈھال بات چیت سج دھج سے ہرگز کوئی ایسا عمل نہ کریں کہ جس سے دیکھنے والوں کے دل میں کسی بھی قسم کا کوئی شیطانی خیال پیدا ہو۔ یعنی معاشرے میں سے بے شمار گناہوں کا سد باب کر دیا گیا ہے لباس کا تعین بھی کر دیا گیا ہے مردوں کے لیے اور عورتوں کے لیے بھی لباس ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے جسم سے کوئی بھی پوشیدہ حصہ ننگا نہ ہو اور نہ ظاہر ہو۔ کیونکہ اس سے انسانی سفلی جذبات ابھرتے ہیں اور یہی سفلی جذبات ہی انسان کو بدراہ کرتے ہیں اور پھر اس گمراہی اور بدراہی سے ہی تمام برائیوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے، لہٰذا اس بنیاد کو ہی ختم کر دیا گیا کہ لباس ایسا پہنو کہ جس سے انسانی عظمت' حسن کردار اور شرم و حیا کا مظاہرہ ہو، یعنی نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

غیر اسلامی ممالک کی بدنصیبی' بے سکونی اور گمراہی کا سبب ہی عریانی ہے۔ اسی لیے تو وہاں جانوروں والا جنسی معاشرہ

ہے اور عورت کی عظمت اور قدر و قیمت کوڑیوں کے برابر ہے۔ عورت انتہائی سستی اور بے وقعت ہو کر رہ گئی ہے۔ اور پھر وہاں کی عورت خوش ہے کہ اس کو آزادی ملی ہوئی ہے۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ اس کا سکون عزت اور آبرو سر عام نیلام ہو رہی ہے۔ ہر اچھی بری نظر اس کے حسن کو دھندلا رہی ہے۔ جب کہ اسلام نے عورت کی حفاظت کے لیے پردہ کا حکم دے کر اس کو ہر ہر بلا سے باقاعدہ تحفظ دے دیا ہے۔ اور یہی اصل آزادی ہے۔ پردہ کے احکامات سورۃ الاحزاب میں 5 ہجری کو نازل ہوئے تھے پھر یہ واقعہ افک غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر پیش آیا جو کہ 6 ہجری میں ہوا۔ بہر حال سورۂ النور کی یہ آیات پردہ کے بارے میں پہلے نازل ہوئیں۔ پوری طرح شرعی پردہ کے تمام احکامات ان شاء اللہ سورۂ احزاب میں دیکھیں گے۔ یہاں مختصراً صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے جو کہ سورۂ نور میں آیا ہے۔ یعنی عورتوں کو چاہیے کہ اپنے دوپٹوں سے اپنے سینے چھپائے رکھیں جسم کے اعضاء اور بناؤ سنگھار کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے بھائی، بھتیجا، بھانجا، لونڈی، غلام اور نابالغ بچوں کے۔ باقی تفصیلات آگے آئیں گی ان شاء اللہ۔ آخر آیت میں توبہ کے دروازے کا ذکر ہے جو بھول چوک سے ہونے والے گناہوں کے لیے ہر وقت کھلا ہے اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

''اے ایمان والو اللہ کے سامنے سب مل کر توبہ کرو تا کہ تم بھلائی پاؤ۔ (سورۂ نور آیت: 31)

غرض پردہ ایک مضبوط ڈھال ہے عورت کے پاس برائیوں اور دنگا فساد سے بچنے کا۔

بدی کو روکنے کے لیے مزید احکامات

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع 4/8/10

اور (اپنی قوم کی) بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اپنی لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں نکاح کر دیا کرو۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا اور اللہ بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ (32) اور جو نکاح کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ پاکدامنی اختیار کیے رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں اگر تم ان میں صلاحیت اور نیکی پاؤ تو ان سے مکاتبت کر لو۔ اور اللہ نے جو مال تم کو دیا ہے اس میں سے ان کو بھی دو اور اپنی

لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو بے شرمی سے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس عمل پر ان کی پکڑ نہ ہوگی (مجبور کرنے والے کی پکڑ ہوگی) اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(33) اور ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کی ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی خبریں اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔(34)

تشریح: ان آیات میں شرم وحیا اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے نکاح کی تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ نکاح انسان کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا جائز اور حلال طریقہ ہے۔ اور اس طرح فحاشی بدکاری، گمراہی اور فتنہ فساد کی روک تھام ہو جاتی ہے۔ پھر جیسا کہ اس وقت لونڈی غلام کا دور دورہ تھا کیونکہ یہ رسم رومن ایمپائر کے زمانے سے چلی آ رہی تھی جو کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ اس کو ختم کرنے کے لیے ایک بڑا طریقہ مکاتبت کا شروع کیا گیا۔ مکاتبت کا مطلب ہے غلام اپنے آقا سے معاہدہ کرتا کہ اتنے عرصہ میں اتنا پیسہ میں ادا کر دوں گا تو آپ مجھے آزاد کریں گے۔ یہ لکھت پڑھت غلاموں کو آزادی حاصل کرنے کا بڑا آسان طریقہ تھا جس کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر آزاد کردہ غلام کے لیے ایک سہولت یہ بھی رکھی گئی کہ آقا اپنے اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے مدد کے طور پر اپنے آزاد کردہ غلام کو ضرور دے تاکہ وہ اپنی آزاد زندگی کو اچھی طرح سہولت سے شروع کر سکے۔

لونڈی اور غلاموں کے نکاح کر دینے کا حکم بھی اس برائی کو روکنے کے لیے دیا گیا ہے۔ ایک حکم اور بھی یہاں دیا گیا ہے کہ جو لونڈی پاکدامنی کی زندگی گزارنا چاہے تو اس کے آقا کو ہرگز اس بات کو اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق وہ اپنی لونڈی سے فحاشی کا کاروبار کروائے۔ کیونکہ اسلام نے تو اس کاروبار کو ہر صورت حرام کاروبار ٹھہراتے ہوئے روک دیا ہے۔ پھر مجبور و بے بس لونڈی کو خوشخبری سنائی ہے کہ اگر ظالم و جابر آقا کی مرضی سے اس کو یہ کاروبار کرنا پڑے تو اس کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ اس فعل کا عذاب اس کو نہیں ملے گا بلکہ اس کے ظالم آقا کو ضرور ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”کہ اللہ ان کی بے بسی کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (النور آیت:33)

آخر میں سوسائٹی کو پاک صاف رکھنے کے لیے ان تمام کھلی آسان اور سادہ آیات کا ذکر کیا گیا ہے جو اب تک اس سورت میں بیان کی گئی ہیں وہ ہدایات ہم ایک دفعہ یوں مختصراً دہرا لیتے ہیں۔

(1) گناہ کی حد بتائی گئی ہے۔

(2) بے گناہ پر تہمت لگانے کی مذمت اور سزا بتائی گئی ہے۔

(3) بیوی اور میاں کے تہمت لگانے کا جھگڑا نمٹایا گیا ہے۔

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی ظاہر کی گئی اور بدزبانوں کو ڈرایا گیا ہے۔

(5) بدی اور بدکاری کی روک تھام کے لیے نکاح کو ضروری کر دیا گیا ہے۔

(6) پردے کا حکم اور پابندی فرض کی گئی ہے۔

(7) لونڈی غلاموں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(8) فحاشی کے اڈے ختم کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

ظاہر ہے یہ تمام احکامات انسانوں کی بھلائی معاشرے کی اصلاح کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔ جن میں نہ تو کوئی مشکل ہے اور نہ ہی بے کار بات۔ پھر اس قادر مطلق کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے جو سب سے بڑا اور مہربان ہے۔

اللہ کے نور مثال اور مرد لوگوں کی تعریف

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ
زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ
اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا
تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا
تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ
فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے اس میں چراغ ہے اور چراغ ایک قندیل میں ہے اور قندیل ایسی صاف شفاف ہے گویا موتی جیسا چمکتا ہوا تارا ہو اس میں ایک مبارک درخت کا تیل جلایا جاتا ہے یعنی زیتون کہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل خواہ آگ اسے نہ بھی چھوئے جلنے کو تیار ہے بڑی روشنی پر روشنی ہو رہی ہے اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور اللہ جو مثالیں بیان فرماتا ہے تو لوگوں کے سمجھانے کے لیے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (35) وہ قندیل ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کیے جائیں اور وہاں اللہ کا ذکر کیا جائے اور ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہیں۔ (36) ایسے مرد جن کو اللہ کے ذکر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن سے جب خوف سے دل اور گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ جائیں گی ڈرتے ہیں۔ (37) تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دے

اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔(38)

تشریح: ان آیات میں اللہ کے اس صفاتی نام نور کی مثال دی گئی ہے ایک ایسے روشن، خوبصورت ترین چراغ کے ساتھ جس میں تیل بھی بہترین زیتون کے درخت کا پڑتا ہے۔ زیتون کے درخت کئی قسم کے ہوتے ہیں مگر بہترین درخت وہ ہوتا ہے جو کھلی فضا اور کھلی جگہ میں ہوتا ہے۔ اس کا تیل کھانے کے لیے اور جلانے کے لیے بہترین ہوتا ہے۔ زیتون کا درخت اس کا پھل اور اس کا تیل انسان کے لیے بے حد مفید شفاف اور صحت کے لیے بہترین غذائیت رکھتا ہے۔

اللہ کے نور کی تعریف کرنا بڑی مشکل بات ہے بہر حال اس وقت کے بہترین چراغ سے اللہ نے خود اپنے نور کو تشبیہ دی ہے۔ ہم تو صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی تعریف انسان کے بس کی بات نہیں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ زمین و آسمان ان کا وجود ان کا کاروبار یعنی کائنات کا روشن ہونا اور نظام کائنات کا چلتے چلے جانا یہ سب اللہ کے نور کی ہی بدولت ہے۔ اللہ نے اپنے نور کی مثال جو لوگوں کو سمجھانے کے لیے دی ہے وہ بہترین ہے۔ ہم یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ کے نور سے ایمان کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہدایت پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست پر چلاتا ہے۔

وہ جسے چاہتا ہے نور ایمان نور ہدایت دیتا رہتا ہے۔ یہ تو اس کی خاص مہربانی ہے کہ وہ اس قندیل کو کس کے دل میں اور کس کے گھر میں روشن کرتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مومن کا دل اور اللہ کا گھر یعنی پاک صاف بہترین جگہ جس کو مسجد کا نام دیا گیا ہے منتخب کیا ہے۔ مومن کے دل کی تعریف تو یوں کی گئی ہے کہ وہ دنیا کی کسی چیز کی وجہ سے اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ نماز کی پابندی کرتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ اور آخرت کے خوف سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔ اور یہ سب کچھ خلوص نیت سے کرتا ہے۔ اور پھر پاک گھر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں ان میں ہر وقت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس کی تسبیح و تقدیس کی جاتی ہے۔ اس لیے اس کی پاکی، صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے جس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہاں دنگا فساد بیہودہ باتیں اور شر انگیز گفتگو ہرگز نہ کی جائے کہ جس سے مسجد کا احترام مجروح ہو۔ مسجدیں بنانا، ان کو سجانا، ان کو صاف ستھرا رکھنا اور ان کا احترام کرنا بالکل واجب اور فرض ہے۔ پھر وہ گھر بھی قابل احترام ہیں جہاں اللہ کا نام کسی بھی صورت میں لیا جائے۔ ایسے گھروں پر اللہ کی خاص رحمتیں برستی ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ اپنے خاص فضل و کرم سے نوازتا ہے جن کے دل نور ایمان سے روشن ہوتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ فرماتا ہے" تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔(سورہ النور آیت:38)

دعا ہے: اے اللہ ہمارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ آمین

اللہ کو نہ ماننے والوں کے اعمال؟

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ
يَجِدْهُ شَيْـــــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿39﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ
فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ
بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿40﴾ ع 6/5 11

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے کہ جیسے میدان میں ریت، کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اسے اس کا پورا پورا حساب چکا دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔(39) یا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے، جیسے دریا کی گہرائی میں اندھیرے جس پر لہر چڑھی ہوئی ہو اس کے اوپر اور لہر آ رہی ہو اور اوپر سیاہ بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک چھایا ہوا جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو کہیں بھی روشنی نہیں مل سکتی۔(40)

تشریح: ان آیات میں کفار کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے دور سے ریت پیاسے کو پانی دکھائی دیتی ہے، حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتا بلکہ ایسے ہی برے اعمال دور سے اچھے دکھائی دیتے ہیں مگر اصل میں وہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہیں ہوتے سچ اور حق تو اللہ ہی ہے وہ حساب لینے میں کبھی نہ غلطی کرتا ہے نہ بے انصافی سے کام لیتا ہے اور کچھ تو اللہ کے اس قانون کی گرفت میں فوراً آ جاتے ہیں۔ کہ ''جو کیا پا لیا'' یعنی مکافات عمل کی گرفت۔ اسی طرح کفار کے بداعمال کو ان اندھیروں سے تشبیہ دی گئی ہے جو گہرے سمندر میں تہہ در تہہ لہروں کے نیچے اس صورت میں کہ کالے بادل بھی چھائے ہوئے وہاں ایسی تاریکی زبردست ہوتی ہے کہ ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا تو کفار گناہ پر گناہ کفر پر کفر اسی طرح کرتے چلے جاتے ہیں کہ ان کے دل ودماغ کے لیے ایمان کی کوئی ہلکی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی نہ تو وہ ہدایت حاصل کرنے کا سوچتے ہیں نہ کوشش کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''جس کو اللہ تعالیٰ روشنی نہ دے اس کو کہیں بھی روشنی نہیں مل سکتی۔ (سورۃ النور آیت:40)

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے اس آیت سے ایک سائنسی نقطہ بیان کیا ہے کہ ''پانی میں سے روشنی کی لہریں نہیں گزر سکتیں۔'' (انوار القرآن صفحہ 438)

جیسا کہ بادل سورج کی روشنی کو زمین پر آنے سے روک دیتے ہیں اسی طرح اعمال بد کافر کے دل کو ایمان کی روشنی سے محروم رکھتے ہیں۔ جب ایک شخص اللہ کو ہی نہیں مانتا جو کہ سراسر نور ہی نور ہے ہدایت کا۔ روشنی ہی روشنی ہے تو اس کو سوائے گناہ و کفر کی تاریکی کے اور کیا ملے گا؟ مذہب اسلام میں کوئی زبردستی نہیں۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، تخلیق الٰہی کے نمونے اور منافقین کا رویہ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿٤٢﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ ع 6 10 12

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقوں سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کو معلوم ہے۔(41) اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(42) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر ان کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل میں سے مینہ نکل کر برس رہا ہے اور آسمان میں جو اولوں کے پہاڑ ہیں ان سے اولے نازل کرتا ہے تو جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے اس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر کے بینائی کو اچک لیے جاتی ہے۔(43) اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا ہے سمجھنے والوں کے لیے اس میں بڑی عبرت ہے۔(44) اور اللہ ہی نے چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو اس میں بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر

چیز پر قادر ہے۔(45) ہم ہی نے روشن آیتیں نازل کی ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔(46) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ان کا حکم مان لیا پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ایمان والے ہی نہیں ہیں۔(47) اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ اللہ اور رسول ان کا فیصلہ چکا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے۔(48) اگر ان کو حق ملتا ہو تو گردن جھکا کر چلے آئیں۔(49) کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ نہیں! بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔(50)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی حاکمیت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ انسان کو غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اگر غور کریں تو آسمان وزمین اور تمام چرند پرند اللہ کی موجودگی اور حاکمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور پھر دوسری بات یہ کہ ہر پرندہ اور ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ جو طریقہ اللہ نے اس کو سکھا رکھا ہے اس کے مطابق تسبیح کر رہی ہے۔ پھر بادلوں کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ بادل، ہوائیں، بارش اور اولے یہ سب اللہ تعالیٰ کے نظام اور ایک بہت بڑی حکمت کے تحت وجود میں آتے ہیں انسان لاکھ ترقی کر لے زور لگا لے یہ نظام نہ پیدا کر سکتا ہے نہ چلا سکتا ہے۔ ڈاکٹر موریس بکائے سائنسی تحقیقات کے بعد یوں بیان کرتے ہیں۔ "بادلوں کی دس بڑی قسمیں ہیں۔ تین قسم کے بادل بڑی بلندی پر ہوتے ہیں دو قسم کے درمیانہ بلندی پر تیسری قسم کے نہایت کم بلندی پر دو قسمیں ایسی ہیں جو نیچے سے اوپر کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہیں اور ان کی بلندی بعض اوقات کئی کئی میل کی ہوتی ہے۔ اور اوپر کے بادلوں میں اتنی ٹھنڈ ہوتی ہے کہ پانی کے بخارات منجمد ہو کر برف کے تراشے بن جاتے ہیں اس لیے ان سے بارش ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ متوسط بادلوں میں سے ایک قسم اور زیریں بادلوں میں سے دو قسمیں ایسی ہیں، جن سے بارش کا امکان ہوتا ہے۔ ان میں بھی زیریں قسم کے بادل "سحاب باراں" بارش کے لیے مخصوص ہیں۔ اوپر کی طرف بڑھنے والے بادلوں میں کیومیونمبس سے گرج چمک اور ژالہ باری ہوتی ہے سحاب باراں کے ٹکڑے بدلیاں کہلاتی ہیں وہ بھی بارش برساتی ہیں۔ جب مائیات کی جدید معلومات کا موازنہ ان بیانات سے کیا جاتا ہے جو قرآن کی متعدد آیات میں ملتا ہے۔ تو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان میں بڑی مطابقت پائی جاتی ہے۔ (بائبل قرآن اور سائنس)

جب یہ تمام حقائق ہمیں پتہ چلتے ہیں تو پھر انسان کو اپنی کمزوری اور اللہ کی بے پناہ طاقت کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کوئی شخص نہ تو اس انتظام میں دخل دے سکتا ہے نہ خود کر سکتا ہے تو پھر انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی پھر سوچنا پڑتا ہے کہ کسی حکمت سے سمندر سے اٹھ کر دور دراز علاقوں میں تمام مخلوقات کی زندگی کا بندوبست کس خوبی اور ریاضیاتی توڑ جوڑ سے کیا جاتا ہے۔ پانی کے باریک قطرے کائناتی دھول کے گرد اکٹھا ہو کر بادل بنتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ دھول کے ذرے بادل میں کس طرح ٹھہرتے ہیں۔ پھر یہ کہ پانی زندگی کے لیے انتہائی ضروری ہے کوئی بھی زندہ چیز پانی کے بغیر سوکھا ہوا پنجر ہے چاہے وہ DNA اور جینیاتی

فارمولے محفوظ کیے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ نہ تو تخلیقات کو بڑھا سکتا ہے نہ حرکت کر سکتا ہے۔ جب پانی آتا ہے تو اسے اپنے H اور QH آئن سے ہائیڈروجن مہیا کرتا ہے تو حیاتیاتی فارمولا CODE اچانک کام شروع کر دیتا ہے۔ مگر یہ خوردبینی اجسام کے لیے ہے۔ پھر یہ کہ ہر جاندار پانی سے پیدا ہوا ہے۔ سب کا ایک ہی فارمولہ ہے مگر حیرت کی بات ہے کہ لاکھوں کروڑوں اربوں کھربوں قسم کے حشرات الارض، چوپائے اور دریاؤں پر چلنے والی مخلوقات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ شیرنی کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے خرگوش نہیں ہوسکتا۔ تمام مخلوقات کے رنگ، عادات، شکلیں اور آوازیں بالکل مختلف ہیں۔ اور صرف انسان کو ہی علم، عقل اور ارادہ دیا گیا ہے جب کہ یہ بھی حیوان ہی شمار ہوتا ہے ہاں یہ فرق ہے کہ اس کو حیوان ناطق (بولنے والا حیوان) کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت اور اپنی تخلیقات پر اس کا پورا پورا کنٹرول ظاہر کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ تو صرف چند معمولی حقائق ہیں پوری کائنات اس طرح کے بے شمار حقائق سے بھری پڑی ہے۔ مگر پھر بھی کئی بے وقوف لوگ ایمان لے آنے کے بعد بھی ایمان کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کا کوئی علاج نہیں۔ اصل میں یہ ایمان پوری طرح لاتے ہی نہیں بلکہ شکوک و شبہات میں ہی گھرے رہتے ہیں اور اپنے اوپر ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا ہے۔ ''بلکہ وہ خود ظالم ہیں۔ (النور آیت: 50) ایسے لوگ منافق کہلاتے ہیں۔

مؤمنین کی پہچان

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾

مومنین کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں گے ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (51) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پانے والے ہیں۔ (52)

تشریح: مومن کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو ایمان لے آئے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کو سچا مان لے اور جو اللہ و رسول پر ایمان لے آتا ہے تو پھر وہ اپنے ہر معاملے کا فیصلہ ان کے مقرر کیے گئے احکامات کے مطابق کرتے ہیں تو ظاہر ہے اس طرح وہ فلاح پاتے ہیں اور مزے میں رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے۔ ''وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ (آیت 52 النور)

اللہ کی اطاعت، بچوں کیلئے آدابِ اجازت اور کھانے کے آداب

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ
مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا
يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ع 7 7 13
اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ
ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ
بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ
طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ
لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ
وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى
الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ

بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا
مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ
فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ ع 8/4/14

اور یہ اللہ کی پختہ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تم ان کو حکم دو تو سب گھروں سے نکل کھڑے ہوں کہہ دو کہ قسمیں مت کھاؤ اچھی فرمانبرداری چاہیے بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔(53) کہہ دو کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ کے رسول کے حکم پر چلو اگر منہ موڑو گے تو رسول پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمے ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف احکام الٰہی پہنچا دینا ہے۔(54) جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم اور پائیدار کر دے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔(55) نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول اللہ کے فرمان پر چلتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔(56) اور ایسا خیال نہ کرنا کہ کافر لوگ ہمیں زمین میں مغلوب کر دیں گے یہ جا ہی کہاں سکتے ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔(57) مومنو! تمہارے غلام لونڈیاں اور جو بچے بالغ نہیں ہوئے تین اوقات میں تم سے اجازت لے لیا کریں۔ ایک تو صبح نماز سے پہلے دوسرے گرمی کی دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں ان کے آگے پیچھے یعنی دوسرے وقتوں میں نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ ان پر کہ کام کاج کے لیے ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہو اس طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔(58) اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے ولا اور حکمت والا ہے۔(59) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اور وہ کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں یہ نہیں کہ اپنا سنگھار دکھاتی پھریں اور اگر اس سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ (سب باتیں) سنتا (سب اعمال) جانتا ہے۔(60) نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے نہ لنگڑے اور نہ بیمار پر اور نہ خود تم پر کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ' اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہوں یا اپنے دوستوں کے

گھروں سے اور اس کا بھی تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ اس طرح اللہ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ (61)

تشریح: یہ اس زمانے کی بات ہے جب مدینہ آنے کے بعد بھی کفار مشرکین اور منافقین کی چالوں سے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ تو اللہ نے اپنے نبی کو ان کی چالوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو بتا دو ان کی اصل حقیقت اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔ اس لیے جو بھی اللہ و رسول کے احکامات سے دور بھاگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اللہ و رسول کو دھوکہ دے سکتا ہے تو یہ غلط خیال ہے اس کی سزا تو ان کو خوب اچھی طرح بھگتنی پڑے گی کیونکہ رسول نے پیغام دے دیا جو نیک عمل نہ کرے گا سزا پائے گا اور جو نیک عمل کرے گا اس سے اللہ کے تین وعدے ہیں۔ حکومت، دولت اور امن۔ مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور رسول اللہ ﷺ کی خلوص دل سے اطاعت کرو۔ اور پھر اس بات کا اعلان کرنے کا حکم دیا کہ مسلمانوں کو اللہ کی مدد مل رہی ہے۔ اس لیے وہ کبھی بھی ناکام نہ ہوں گے۔ اور یہ سب وعدے اللہ نے پورے کر دیے۔ اس کے بعد کچھ آداب زندگی بڑی وضاحت سے تمام رشتوں کو بیان کر کے میل جول کے اوقات مقرر کر دیے گئے۔ وہ اوقات آرام کرنے کے ہوتے ہیں اس لیے خصوصی اجازت لینا ضروری ہے۔ فجر سے پہلے ظہر کے بعد اور عشا کے بعد۔ بظاہر یہ بڑی معمولی باتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس قدر محبت ہے کہ ماں کی طرح ہر چھوٹی بڑی بات وضاحت سے بتا دیتا ہے کہ لوگ خواہ مخواہ کی تکلیف سے بچ سکیں۔

واقعی ان اوقات میں اگر کوئی خلل ڈالے تو بڑی کوفت ہوتی ہے۔ پھر پردے کا ذکر پہلی آیات میں بڑی تفصیل سے ہو چکا ہے یہاں ان بوڑھی عورتوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جن کو حیض آنا بند ہو جائے اور نہ خود ان کے اندر جنسی خواہش ہو نہ کسی مرد کو انہیں دیکھ کر کوئی خواہش پیدا ہو۔ کہ اگر وہ پردے کے بغیر نکلیں تو ان پر کوئی حرج نہیں اس سے مراد شلوار قمیض کے علاوہ اوپر کے پردے والی چادر ہے۔ اسی طرح بالغ لڑکوں کا حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو تمام احکامات ان کے لیے جوان مرد کے سے ہو جائیں گے پھر بچے والے احکامات اس پر عائد نہ ہوں گے۔ پھر یاد کروایا جا رہا ہے کہ یہ احکامات اس مہربان کی طرف سے بھیجے گئے ہیں جو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اسی طرح اس نے بندوں کے لیے آداب خانہ داری پوری وضاحت سے ہر رشتے کا نام لے کر بتا دیا ہے کہ کن لوگوں کے ساتھ مل کر تم بے تکلفی اور آسانی سے کھانا کھا سکتے ہو۔ یہ آپس کی محبت، میل جول اور بھائی چارے کے لیے بے حد ضروری ہے اسی لیے اللہ نے یہ خود ہی تفصیل سے بتا دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ یہ سب اس حکمت والے اور جاننے والے کی طرف سے احکامات جاری کیے گئے ہیں جو تمہاری زندگی کے ہر ہر مرحلے سے خوب اچھی طرح واقف ہے اور تمہاری مشکلات کو بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ کس قدر گہرائی سے اللہ تعالیٰ انسانوں کے مسائل کو جانتا ہے اسی سوسائٹی اور معاشرے کو صاف ستھرا رکھنے کے اور امن و سکون اور باہمی محبت کو قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی وضاحت سے اپنے تمام احکامات بتا دیے ہیں۔ یہاں تک بتایا کہ ''جب اپنے گھروں میں جایا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو یہ اللہ کی طرف سے

مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ (النور آیت: 61)

رسول کریم ﷺ کو بلانے کے آداب اور آپ کی نافرمانی پر سزا

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾

ع 9/3/15

مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جو کام جمع ہو کر' کرنے کا ہو اور پیغمبر ﷺ کے پاس جمع ہوں تو ان سے اجازت لیے بغیر نہیں چلے جاتے' اے پیغمبر ﷺ! جو لوگ تم سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں' سو جب بھی یہ لوگ تم سے کسی کام کے لیے اجازت مانگا کریں تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دے دیا کرو اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(62) مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ کو وہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔ تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔(63) دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے جس طریق پر تم ہو اسے جانتا ہے اور جس روز لوگ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ ان کو بتا دے گا اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(64)

تشریح: لوگوں کو آپس میں مل جل کر رہنے سہنے اور معاملات زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو واضح کرنے کے بعد اب اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ تمام معاملات میں آنحضرت ﷺ کے معاملات میں خصوصی احتیاط کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا درجہ دیا ہے۔ بلکہ تمام انبیاء میں بھی آپ کو فضیلت اس طرح ملی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی شریعت اور نہ کوئی دین۔ تو ظاہر ہے ایسے عظیم الشان محسن انسانیت، حامل قرآن کی عزت وتوقیر کسی بھی

عام انسان کی طرح نہیں ہوسکتی۔ بلکہ آپ کے بلاوے پر فوراً حاضر ہونا۔ محفل کے آداب کا پورا پورا احترام کرنا اور چپکے سے بلا اجازت آپ کی مجلس میں سے کھسک جانا بڑا گناہ شمار ہوتا ہے۔ تو جو لوگ منافق تھے ان کو یہ خیال تھا کہ یہ دین چلنے والا نہیں اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے مسلمانوں میں شامل تو رہتے تھے مگر دل سے نہ نبی ﷺ کی عزت کرتے نہ ان کی بات پر دھیان دیتے نہ ہی شوق سے ان کی محفل میں بیٹھتے اور حکم ماننا تو بڑی دور کی بات ہے۔ تو ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب کا اعلان کیا گیا ہے اور پھر ان کو بتا دیا گیا ہے کہ یہ جو دھوکہ تم دے رہے ہو اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہو کیونکہ اللہ تو ہر بندے کی نیت خیال اور سوچ سے اچھی طرح واقف ہے زمین و آسمان کی ہر ہر چیز سے وہ واقف ہے کیوں نہ ہو! اسی نے تو سب کچھ بنایا ہے اسی کے حکم سے چل رہا ہے۔ وہی ختم کر دے گا اور پھر لوٹ کر اسی کی خدمت میں حاضر ہو کر سزا اور جزا ملے گی۔ اسی لیے اللہ فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔" (النور آیت:64)

اصل میں یہ آخری آیات مسلمانوں کی جماعت کو مکمل طور پر منظم اور مضبوط کرنے کے لیے اتری تھیں۔ ان میں جو کچھ احکامات ہیں مسلم سوسائٹی کا امتیاز ہیں۔ اور یہ سب کچھ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ سلم نے ہمیں بتایا ہے اس لیے ان کی جتنی بھی عزت کی جائے احترام کیا جائے کم ہے۔ ان سے جتنی دعائیں لیں کم ہیں۔ حدیث ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ "یارسول اللہ! ﷺ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں آپ مجھے زادِ راہ عنایت فرمایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ عنایت فرمائے" اس نے عرض کی کہ "مجھے مزید عنایت کیجیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تیرے گناہ معاف فرمائے۔" اس نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اور زیادہ مرحمت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے لیے بھلائی کو آسان فرمائے۔" (جامع ترمذی از اسوۂ حسنہ)

سورۂ نور کی خاصیتیں

سورۃ النور واقعی مسلم سوسائٹی کے لیے روشن چراغ ہے۔ یوں تو پورا قرآن ہی ہدایت کا سرچشمہ ہے مگر اس وقت میں صرف سورۃ النور کا ذکر کروں گی اس کو سمجھ لینے کے بعد اس جادو اثر تبلیغ کا یقین ہو جاتا ہے جس نے عرب کے انتہائی پسماندہ کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو خیر امت اور بہترین و کامیاب ملت بنا دیا اور انہوں نے دنیا کے بیشتر حصوں پر حکومت کی اور بہترین اصول و ضوابط حکمرانوں کو دیے اور لوگوں کو ایمان کی روشنی سے منور کر دیا۔ یہ اخلاق و کردار اور بہترین سوسائٹی کا ہی نتیجہ تھا۔ پھر جیسے جیسے مسلمانوں نے مذہب سے دوری اختیار کی ویسے ویسے ان کا تنزل ہوتا چلا گیا۔

کیسے بہترین اصول ہیں جو سورۃ النور میں پڑھنے کو ملے ہر اصول روشنی کا چراغ ہے۔ زنا کی روک تھام۔ بدکاری سے بچنا۔ دوسروں کی عزت کی حفاظت۔ اپنی بیوی پر تہمت نہ لگانا۔ دوسروں کے گھروں میں جانے کے اصول۔ مرد و عورتیں نگاہیں نیچی رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ نکاح کرنے کا فائدہ بدکاری سے بچاؤ۔ نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنا۔ غلاموں کے

ساتھ مکاتبت کرنا۔ دوسروں سے ملاقات خاص وقتوں میں کرنا۔ پردہ کی تاکید۔ آپس میں مل کر کھانے پینے کے آداب۔ گھر میں آ کر گھر والوں کو سلام کرنا۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اور اللہ کی حاکمیت پر پورا پورا یقین کرنا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ آدابِ رسول اور نافرمانیٔ رسول کی سزا۔ واقعی ہر اصول سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

تعارف سورۂ فرقان

یہ سورت جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فرق کرنے والا یعنی حق و باطل، کفر و ایمان میں فرق کرنے والا۔ یہ سورت مکی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کا تقریباً درمیانہ دور تھا جب یہ سورت نازل ہوئی اس میں 77 آیات اور 6 رکوع ہیں۔

اس سورت کے خاص موضوعات قرآنی اور توحید رسالت ہیں۔ یہ کفر و ایمان کی زبردست لڑائی کا زمانہ تھا۔ اس لیے اس میں دونوں طرف سے شدید مباحثے ہوتے تھے۔ آخر میں مومن و مشرک کی زندگیوں کے خاص خاص اوصاف بیان کر کے ثابت کیا گیا کہ نورِ ایمان اور ایمان والوں کی زندگیاں ہر ہر لحاظ سے کامیاب اور بہترین ہیں جبکہ کفر و شرک سوائے جہالت، ناپاکی اور نفرت و ناکامی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اسی سلسلے میں پچھلی قوموں اور پیغمبروں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، پھر ان کا دنیا میں انجام بتایا گیا اور آخرت کے اس عذاب کا ذکر کھول کر کیا گیا ہے جو کفار کو ملے گا اور ان مومنین کا ذکر کہ جو اللہ کے محبوب بندے ہیں اللہ کو دنیا میں سکون اور آخرت میں بہترین انعامات دے گا۔ یہ غیب کی باتیں ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں خبردار کرنے کے لیے بار بار آیا ہے یا ان کتابوں میں آیا ہے جو پہلے نبیوں کو لوگوں کی ہدایت کی راہ دکھانے کے لیے دی گئی تھیں۔ اس سورت کو ہم دلچسپ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانوں کو جگانے اندھیروں سے روشنیوں کی طرف لانے کا بہت بڑا ذریعہ بنی۔ یقیناً آپ بھی اس سے بڑا فائدہ حاصل کریں گے۔ اور آج کل کے مشرکین کے ساتھ سوال و جواب کرنے میں آپ کو بڑی مدد ملے گی۔ کیونکہ کفار اس وقت بھی تھے اور کفار اب بھی بڑی تعداد میں دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کو قرآن کی روشنی میں اسلام کی دعوت ضرور دیتے رہیں اور خود بھی ان کے لیے مثال بنیں۔ تو آیئے اب کفر و ایمان کی جنگ ملاحظہ کرتے ہیں:

سب تعریف اللہ کی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا ﴿۲﴾

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تا کہ اہل دنیا کو ڈرائے (ہدایت کرے) (1) وہ ذات کہ آسمان اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور بادشاہی میں جس کا کوئی شریک نہیں اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔(2)

تشریح: یہ آیات اللہ کی برکت اس کی حاکمیت اور وحدانیت کو واضح کر رہی ہیں۔ وہ کس قدر عظیم ہے یہ تو جب محسوس ہوتا ہے جب اس کی پیدا کی ہوئی کائنات پر غور وفکر کرتے ہیں۔ ایمان لانا تو بعد کی بات ہے پہلے تو یہ تمام کائنات اور اس کی ہر چیز اللہ کے موجود ہونے کا ثبوت بڑا اچھا پیش کر دیتی ہیں۔ دنیا کی ہر چیز دو عدموں (غیب) میں قید ہے۔ ایک عدم پیدائش سے پہلے تھا اور دوسرا موت کے بعد ہوگا۔ پہلے عدم میں ایک ایسے خالق کا موجود ہونا ضروری ہے جو پیدائش کا باعث ہو۔ کیونکہ کوئی چیز کسی خالق کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی۔ اللہ ہی ایک ایسی ہستی ہے جو ہر تخلیق پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ اس حقیقت پر بے شمار شہادتیں اور دلیلیں موجود ہیں۔ وہی تو ہے جو ہماری دعائیں سنتا ہے۔ مصیبت میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا جسمانی پرورش کے لیے ماں کو پیدا کیا اور پھر انواع واقسام کی سہولتیں عطا کیں اور پھر روحانی پرورش یعنی رشد وہدایت کے لیے نبی بھیجے اور آسمانی کتابیں نازل کیں اور پھر آخری نبی مبعوث کیا اور آخری کتاب نازل کی کہ لوگوں کو نیکی کی خوشخبری اور گناہوں سے ڈرنے کی تاکید کرے۔ کیا یہ سب کچھ اللہ کو پہچاننے کے لیے کافی نہیں؟ مغرب کے ایک طبیعی رابرٹ کار کا قول ہے:

اے میرے اللہ! جب میں ان حسین دنیاؤں کو دیکھتا ہوں جو تیرے مقدس ہاتھوں نے تعمیر کی ہیں' جب میں ان جھلملاتے تاروں' نیلی گھٹاؤں اور نیلی فضاؤں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری روح بے ساختہ پکار اٹھتی ہے۔ کہ اے رب! تو کتنا عظیم ہے"؟ (خدا موجود ہے صفحہ 220)

پھر جب اس کی تخلیقات کے کمالات' ناپ تول اور انداز پر غور کرتے ہیں تو سوائے سبحان اللہ کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ مدتوں سے چاند' سورج نکل رہے ہیں مجال ہے کہ کوئی اپنے مدار سے ہٹ کر دوسرے کے مدار میں جا گھسے یہی تو اس کی کاریگری ہے جو وہ خود ہی بالکل اکیلا یہ سب چلا رہا ہے۔ کیونکہ وہ کسی کی مدد کا نہ محتاج ہے اور نہ ہی کبھی ہوگا۔ نہ اس کا بیٹا ہے جو اس کی نسل چلائے گا اور نہ ہی اس کا کوئی مشیر اور نہ ہی اس کا کوئی وزیر ہے بس وہ واحد ہے اپنی تمام بادشاہی میں اور اس کی سلطنت بڑی وسیع وعریض ہے جو اس کے حکم سے چل رہی ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اور بادشاہی میں جس کا کوئی شریک نہیں۔ (الفرقان آیت:2)

اجالا ہو یا چھا رہا ہو اندھیرا
ہے اس کی نظر میں ہر اک کام میرا
وہ سب کچھ برا اور بھلا دیکھتا ہے
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

(حفیظ جالندھری)

منکرین حق اور نبی کے سوال وجواب

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ
ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ
هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ
السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ
يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ ع 1/9 16

اور لوگوں نے اس کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں' جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں' اور نہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں' نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے' اور نہ جینا اور نہ مر کر اٹھ کھڑے ہونا۔(3) اور کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن من گھڑت باتیں ہیں جو یہ خود ہی بنا لایا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے سو آ گئے یہ لوگ جھوٹ اور بے انصافی پر۔(4) اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے' اور وہی صبح وشام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔(5) کہہ دو کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(6) اور کہتے ہیں کہ "یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے (ہدایت) کو رہتا۔(7) یا اس کی طرف (آسمان سے) خزانہ اتارا جاتا' یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔" اور ظالم تو کہتے ہیں کہ تم جادو میں مبتلا ایک مرد کی پیروی کرتے ہو۔(8) اے پیغمبر ﷺ! دیکھو تو یہ تمہارے بارے میں کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں۔ سو یہ گمراہ ہو گئے اور راستہ نہیں پا سکتے۔(9)

تشریح: کفار مکہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری اتنی نعمتیں برکتیں لوگوں کو ملی ہوئی ہیں پھر بھی یہ لوگ دوسرے معبود بنا بیٹھے ہیں۔ اصل میں انسان خود بہت بڑا معمہ ہے اور سب سے بڑا معمہ اس کا دماغ ہے جس میں ذہانت' عقل' فکر' جستجو' حافظہ' فہم اور حکمت سب کچھ موجود ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ تمام صلاحیتیں کس نے دی ہیں؟ انسان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس کا جواب ہر کوئی یہی دیتا ہے کہ "اللہ نے" جسے دل نے تو ہمیشہ مان لیا لیکن عقل اس سے انکار کرتی ہے اور یہی لوگ مشرک ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خالق کو چھوڑ کر مخلوق (پیدا کیا ہوا) کے آگے جھکتے ہیں مرادیں مانگتے ہیں تو اب اس کو کیا کہیں! کفر اور شرک ظلم ہے اور اس ظلم سے

بچانے کے لیے نبی ﷺ آئے اور یہ لوگ بجائے ان کی نصیحت ماننے کے الٹا ان پر غلط اعتراضات کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں۔ کلام الٰہی نہیں۔ دوسرا یہ کہ کچھ یہودی علماء اور غلاموں نے ان کی مدد کی ہے کتاب لکھنے میں۔ تیسرا یہ کہ کہیں سے پہلے لوگوں کی کہانیاں اکٹھی کر رکھی ہیں جو سناتے رہتے ہیں۔ چوتھا یہ کہ یہ ہماری طرح کا انسان ہے۔ کوئی فرشتہ بھی مددگار نہیں۔ پانچواں یہ کہ ان کو مالدار اور صاحب جائیداد ہونا چاہیے تھا۔ چھٹا یہ کہ وہ جادو کے اثر میں آ چکا ہے یعنی (نعوذ باللہ) ان کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔

یہ تمام اعتراضات بالکل اسی مفہوم کے ساتھ آج کل کے پڑھے لکھے جاہل کفار و مشرکین بھی کرتے ہیں۔ تو کفار مکہ اور موجودہ اور آئندہ تمام کفار کے لیے رب العلمین کی طرف سے بڑے معقول جوابات ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ جوابات دیتے ہیں۔ سب سے پہلے تو قرآن پاک کی حقانیت' معقول مضامین اور گزشتہ وغیب کی باتیں جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں وہ کوئی امی شخص اپنے پاس سے نہیں بتا سکتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ چھٹی صدی عیسوی کا ایک عرب امی اتنے تاریخی حقائق زمین و آسمان کے راز جو وقتاً فوقتاً اکثر آیات میں بتائے گئے ہیں اور پھر قیامت' حساب کتاب جنت و دوزخ یہ سب عالم الغیب کی ہی اطلاعات ہیں جو اللہ وحی کے ذریعہ نبی ﷺ کو آہستہ آہستہ بتاتے رہے۔ یہ لوگ جو قرآن مجید اور نبی ﷺ کو جھٹلا کر اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں۔ تو کیا یہ لوگ سوچتے ہیں کہ اگر اللہ ہوتا تو ان کو فوراً عذاب دے دیتا۔ ان کو پتہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ تو اس کی ایک بڑی حکمت ہے کہ ان کو ڈھیل دے رہا ہے کہ شاید توبہ کر لیں اور دوسری بات شاید یہ بھی ہو سکتی ہے۔ ایمان والوں کو مضبوط کرنا چاہتا ہے کہ وہ تمام کفر کیر رکاوٹوں کو برداشت کرتے ہوئے استقامت اختیار کریں۔ پھر یہ اعتراض کہ ہم جیسا انسان نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انسان کا ڈاکٹر انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اور پھر ہدایت کا راستہ دکھانے والا اگر اپنے ہم جنس میں سے نہ ہوگا تو پھر وہ انسانی مسائل' مشکلات' سوچ' عمل کی طاقت اور ذہنی معیار کو کیسے سمجھ کر اس کے مطابق بات کر سکتا ہے۔ فرشتہ یا جن یہ کام کیسے کر سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ انسان کو اللہ نے اتنا افضل بنایا ہے کہ فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا اور پھر اپنا نائب بنا کر زمین میں اتار دیا۔ تو اس کی ہدایت کے لیے ہمیشہ انسان کے گروہوں میں سے ہی ایک بہترین انسان کو منتخب کر کے نبوت دیتا رہا جو ہر زمانے میں توحید' ایمان اور آخرت پر یقین کرنے کی نصیحت کرتا رہا۔ مگر جس شخص کے دل پر کسی نصیحت کا اثر ہی نہ ہو یعنی جو نیکی کی آرزو ہی نہ کرے سوچے ہی نہ تو پھر اس کو اللہ بھی راہ نہیں دکھاتا۔ یہی حال ہٹ دھرم ضدی کفار کا بھی ہو چکا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ فرماتا ہے "دیکھ یہ لوگ تجھ پر کیسی مثالیں بٹھاتے ہیں یہ بہک گئے پس اب راستہ نہیں پا سکتے۔ (الفرقان آیت:9)

آج کے مسلمان کا مسئلہ یہ ہے کہ اس مادی دنیا کی طلب میں بھاگ رہا ہے۔ اول تو سجدہ کرتا ہی نہیں اگر کر بھی لے تو نہ اللہ کی شان تک اس کا دل پہنچتا ہے اور نہ سجدے کی لذت سے جھومتا ہے۔

ذرا اللہ کے تصور میں ڈوب کر دیکھیے تو ہر معاملہ آپ کو اللہ کے ہاتھ میں دکھائی دے گا۔ یوں لگے گا گویا ہم بذات خود اس سے کلام کر رہے ہیں تو سوچیے اس حالت میں بندہ اللہ کے کس قدر قریب ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ کے نور کی کس قدر بارش ہوتی ہے۔ دنیا کے غم فکر اور تمام تکالیف ختم ہو جاتی ہیں اور انسان خود کو ہلکا پھلکا ہواؤں میں اڑتا محسوس کرتا ہے۔ آج کل ہمیں ایسے ہی سجدوں کی ضرورت ہے کہ جو ہمارے دلوں کو غفلت اور دکھاوے کی عبادت سے رہائی دلا سکیں اور اصلی ایمان کی دولت عطا کر سکیں۔

نبی ﷺ پر فضل اور منکرین پر عذاب

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ۝۱۲ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ۝۱۴

وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر چیزیں بنا دے یعنی باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور تمہارے لیے محل بنا دے۔ (10) بلکہ یہ تو قیامت ہی کو جھٹلاتے ہیں اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ (11) جس وقت وہ ان کو دور سے دیکھے تو یہ اس کا غصے سے چلانا اور چیخنا سنیں گے۔ (12) اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔ (13) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو۔ (14)

تشریح: پہلے تو پیارے نبی ﷺ سے اللہ نے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے کہ آپ کے لیے محلات و باغات کیا معنی رکھتے ہیں۔ مگر آپ جس حال میں ہیں سب اللہ کی خاص حکمت کی وجہ سے ہے ورنہ نبوت سے بڑی اور کون سی چیز ہے۔ اتنا بڑا اعزاز دنیاوی عیش و آرام کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ آپ کا دل امیر ہے تو آپ امیر ترین انسان ہیں آپ کی روح نور الٰہی سے منور ہے تو آپ دنیا کے عظیم ترین انسان ہیں۔ یہی چیزیں تو ہیں جو موت کے بعد ہمیشہ کا آرام و عیش دلوائیں گی ورنہ یہ دنیا کے محلات باغات اور عیش و آرام تو یہیں پر رہ جائے گا۔ بلکہ یہ لوگ جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں ان کو اچھی طرح خبردار کر دو کہ یہ خوف ناک عذاب میں ضرور ڈالے جائیں گے۔ جس کی شدت ناقابل برداشت ہو گی تو یہ لوگ التجا کریں گے کہ موت آ جائے تو عذاب سے چھوٹ جائیں گے رب العزت فرمائے گا۔ ''آج ایک موت کو نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو۔'' (الفرقان آیت: 14)

پرہیز گاروں کو خوشخبری اور بدوں کو عذاب

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾
لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا
السَّبِيْلَ ؕ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ
مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا
تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾
وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي
الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع 2/11/17

پوچھو! کہ یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کا رہنے کا باغ جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ ہے یہ ان کے عملوں کا بدلہ اور رہنے کا ٹھکانا ہوگا۔(15) وہاں وہ جو چاہیں گے ان کو میسر ہوگا ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔(16) اور جس دن اللہ ان کو اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے جمع کرے گا تو فرمائے گا ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے۔(17) وہ کہیں گے ''تو پاک ہے ہم سے یہ نہ ہوسکتا تھا کہ تیرے سوا کسی کو دوست بنائیں۔ لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو استعمال کرنے کو نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے تھے۔(18) تو (کافرو!) انہوں نے تو تمہیں جھٹلا دیا بس اب تم عذاب کو نہ پھیر سکتے ہو نہ کسی سے مدد لے سکتے ہو اور جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔(19) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا۔ کیا تم صبر کرو گے اور تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے۔(20)

تشریح: آنکھیں بند کر کے ذرا تصور کریں کہ جنت کے باغات کیسے ہوں گے؟ جو کہ ایسی ہستی کی طرف سے وعدہ ہے جس کی عظمت، حقانیت اور جود وسخا کسی سے چھپا ہوا نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنی دعاؤں میں باقی تمام دعاؤں کے ساتھ جنت الفردوس کا مانگنا نہ بھولیں۔ کیونکہ اس سے مانگنا اس کو پسند ہے اور دعا کو تو عبادت کا بہترین حصہ کہا گیا ہے تو ایمان کی سلامتی اللہ سے عجز و نیاز اور مغفرت مانگتے رہنا اللہ کو بے حد پسند ہے۔ پھر دوبارہ منکرین کو عذاب کی خبر دی جارہی ہے۔ اور نصیحت کی جارہی ہے

کہ جو بھی کرو اپنی عقل کو کام میں لا کر کرو کیونکہ جھوٹا شخص نجات دلانے میں بھی جھوٹا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور کفار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان نہ لانے پر عذاب کے وقت ان کی طرف سے کوئی حیلہ بہانہ ہرگز نہ چلے گا آخر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ذکر یوں کیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو سب لوگ ہر حیثیت سے برابر ہوتے نہ کوئی غریب ہوتا نہ بیمار نہ مصیبت زدہ مگر اس طرح تو دنیا کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا کوئی کام بھی کسی کے لیے نہ کرتا اور دوسرے یہ تو انسانوں کی آزمائش اور کردار کی جانچ کے لیے کیا گیا ہے۔ کہ کون شکر کرتا ہے اور کون صبر کرتا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو تا کہ حسد کی بیماری سے بچو اپنے سے نیچے والے کو دیکھو تا کہ شکر اور مہربانی کے جذبات پیدا ہوں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تمہاری نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو مال و دولت میں تم سے زیادہ ہو یا صحت وقوت اور عزت و جاہ میں تم سے بڑا ہو تو تم فوراً ایسے لوگوں پر نظر کرو جو ان چیزوں میں تم سے کم حیثیت رکھتے ہیں۔ تا کہ تم حسد کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور اپنی موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق ہو۔ (رواہ البخاری ومسلم، تفسیر مظہری، معارف القرآن جلد 6 صفحہ 466)

وَقَالَ الَّذِيْنَ پارہ نمبر 19

سرکش اور نیک لوگوں کا انجام

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿21﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿22﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا ﴿23﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿24﴾

اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کیے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ اپنے خیال میں بڑائی رکھتے ہیں اور اسی لیے بڑے سرکش ہو رہے ہیں۔(21) جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے اللہ کرے تم روک لیے اور بند کر دیے جاؤ۔(22) اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم انکی طرف متوجہ ہونگے تو ان کو اڑتی خاک کر دینگے۔(23) اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بہتر ہوگا اور آرام کا اچھا ٹھکانا ہوگا۔(24)

تشریح: یہاں پھر میدان حشر کا نقشہ اور گنہگاروں کے تکبر کا انجام بڑے صاف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس قدر غرور اور لا پرواہی میں بدمست ہو چکے تھے کہ مطالبہ کرتے کہ یا تو فرشتے یا خود اللہ ان سے بات کرے تو مانیں گے۔ تو فرشتے تو قیامت کے دن ہی دکھائی دیں گے تب توبہ کر اٹھیں گے اور اعمال بد تو ان کے ویسے ہی برباد ہو چکے ہوں گے تب ان کو اصل حقیقت کا یقین آئے گا۔ مگر اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ ان کو اعمال بد کے نتیجہ میں بدترین ٹھکانا مل چکا ہوگا۔ اور ان کے مقابلے میں نیک متقی، پرہیزگار اور مقبول الٰہی لوگوں کو بہترین آرام دہ اور پر آسائش ٹھکانا جنت میں ملے گا۔ بار بار جنت اور دوزخ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ غیب کی بات ہے لوگوں کو اس کا یقین اور سمجھ مشکل سے آتی ہے۔ مسلمان تو خیر اس پر فوراً یقین کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس پر یقین کیے بغیر تو ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ مسئلہ تو کفار و مشرکین کا ہے بلکہ کئی کمزور ایمان والے بھی یوں کہہ دیتے ہیں "دیکھا جائے گا" ان کو اتنی بھی عقل نہیں آتی کہ یہ سراسر کفر کا کلمہ ہے۔ اور اس کی سزا ان کو بہت بڑی ملے گی۔ اس بات کو پکا اور یقینی بنانے کے لیے قرآن پاک میں 115 مقامات پر الآخرۃ کا لفظ آیا ہے۔

قیامت کا نقشہ اور کفار کی حسرت

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاۗءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿25﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿26﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

اور جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے۔(25) اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی اور وہ دن کفار پر سخت مشکل ہوگا۔(26) اور جس دن گنہگار اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔(27) ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔(28) اس نے نصیحت کی کتاب میرے پاس آنے کے بعد مجھے بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔(29)

تشریح: حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس دن اللہ بادشاہوں کا بادشاہ پورے جلال سے اپنا دربار لگائے گا۔ تب ہر شخص اپنے کیے گئے گناہ اور جنہوں نے اپنے برے دوستوں کے غلط مشوروں پر چل کر ہدایت پانے کے بعد گمراہی اختیار کی ہوگی' افسوس کرے گا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ نیکی کا راستہ اور نیک دوستوں کی مجلس ہی انسان کے لیے ذریعہ نجات ہوگی۔ برے دوست وقت پر دھوکہ دیتے ہیں برے راستے اور برے اعمال سزا کا باعث بنتے ہیں۔ جزا کا باعث نہیں بنتے۔ اس لیے نیک دوست بھی بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ بری صحبت یعنی برے لوگوں سے بچنا بھی نیکی ہے اور بڑی سعادت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اچھے دوست کی مثال خوشبو بیچنے والے اور برے دوست کی مثال بھٹی جلانے والے (لوہار) سے دی ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھٹی پر کام کرنے والے کے پاس جو بیٹھے گا تو اس کے کپڑوں میں سے بھی دھوئیں کی بدبو آنے لگتی ہے۔ نیک خیالات رکھنے والا بندہ ساتھ بیٹھنے والے کو نیکی کی ہدایت ضرور کرتا ہے اور اس کے کان میں بھی کوئی بھلی بات ہی پڑتی ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں اس گناہ گار کا ذکر اس طرح کیا ہے جو قیامت کے دن پچھتا رہا ہوگا فرمایا ''ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص (برے دوست) کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے نصیحت کی کتاب میرے پاس آنے کے بعد مجھے بہکا دیا۔'' (الفرقان آیت: 27 - 28)

نبی ﷺ کی قرآن مجید کو پس پشت ڈالنے والوں کے خلاف شکایت

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾

اور رسول کہیں گے اے میرے رب! میری قوم نے تو اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔(30) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے دشمن بنا رکھے ہیں اور تیرا رب راہ دکھانے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔(31)

تشریح: نبی اکرم ﷺ روز قیامت ایسے لوگوں کی شکایت کریں گے کہ جنہوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا یا اس پر طرح

طرح کے اعتراضات کر کے اسے جھٹلاتے رہے اور مذاق کا نشانہ بناتے رہے ایسے لوگوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتوں میں سے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر زمانے میں گنہگاروں میں سے کچھ لوگ نبی کی مخالفت کے لیے ضرور مقرر کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مثلاً آپ کسی کو کہتے ہیں جھوٹ نہ بولو۔ وہ کہتا ہے اچھا بات ختم ہو گئی۔ لیکن جب کوئی کہے کہ بھئی میں نہیں مانتا تو پھر کہنے والے کو اسے منانے کی مختلف تراکیب سوچنی پڑتی ہیں اور یوں تبلیغ یا درس و تدریس میں گرما گرمی زور اور قوت پیدا ہوتی ہے کافر کے اعتراضات اور سوالات سے نئی نئی باتیں نکلتی ہیں اور یوں علم میں اضافہ ہوتا ہے، یعنی اگر مخالفت نہ ہو تو جدوجہد ہوتی ہے اور نہ کامیابی کا وجود ہوتا ہے۔ گویا کامیابی کے وجود کے لیے مخالفت ضروری ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تیرا رب راہ دکھانے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔'' (الفرقان آیت:31)

اور یہ لوگ جو آپ کی مخالفت یا نافرمانی کرتے ہیں تو گھبرانے کی بات نہیں بلکہ یہ تو اللہ کی حکمت کا ایک حصہ ہے کہ آپ کامیاب ہو جائیں۔

کفار کی طرف سے ایک اور اعتراض اور جواب

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾

اور وہ لوگ جو منکر ہیں کہنے لگے اس پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اترا اس لیے کہ ہم اس کے ذریعہ تیرے دل کو قوی رکھیں اور اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنائیں۔(32)

تشریح: اس سورت کے شروع سے ہی کفار کے اعتراضات ہوتے چلے آئے ہیں تو ان میں سے ایک اعتراض کفار کی طرف سے یہ بھی ہوا کہ دیکھو قرآن پاک کتنے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ بیک وقت کیوں نہیں نازل ہوا؟

اس کا جواب رب ذوالجلال اس طرح دیتے ہیں کہ اس کی کچھ وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ آپ پر پوری کتاب کا بوجھ یکدم نہ پڑے آپ آہستہ آہستہ یاد کرتے چلے جائیں دوسرا یہ کہ تمام انسانی مسائل کا حل دلیل کے ساتھ ہر واقعہ کے مطابق اللہ کی طرف سے احکامات کے ساتھ نازل ہوتے چلے گئے اور انسان کو ہر مسئلہ پر بنے بنائے قانون ملتے چلے گئے۔ تیسرا یہ کہ اللہ کی نگہبانی اور مدد کا پتہ چلتا رہا کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ ہمارے ساتھ ہے اور سب سے بڑا مددگار بھی وہی ہے۔ برابر کبھی فتح کی اور کبھی مدد کی بشارت اللہ تعالیٰ دیتا رہا جس سے مسلمانوں کو اور نبی ﷺ کو تقویت حوصلہ اور تسلی ہوتی رہی۔ تو اللہ کا کوئی کام حکمت کے بغیر نہیں ہوتا اور کفار کسی بات کو اعتراض کے بغیر نہیں چھوڑتے اور اس طرح اللہ کی حکمتوں کی وضاحت بھی ہوتی رہتی ہے۔ اور یوں ثابت ہوا کہ ''مزاحمت اور مزاحمت کی مزاحمت'' ہی وہ قانون ہے جس کے سہارے ترقی ہوتی ہے۔'' (از قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل)

حق پر اعتراض کرنے والوں کا انجام

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى
ع 3 14 1 وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۳۴

اور یہ لوگ تمہارے پاس جو اعتراض کی بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب واضح جواب بھیج دیتے ہیں۔(33) جو لوگ اپنے مونہوں کے بل دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے ان کا ٹھکانا بھی برا ہے اور وہ رستے سے بھی بھکے ہوئے ہیں۔(34)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی کفار کے الٹے سیدھے سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں انہی کے بارے میں اللہ رب العزت جہاں فرما رہے ہیں کہ کفار و مشرکین کا تو ہمیشہ سے ہی یہ کام رہا ہے کہ اپنے نبیوں کو جھٹلاتے تنگ کرتے بلکہ قتل تک کرتے رہے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآن پاک میں شدید ترین عذاب کا اعلان کیا گیا ہے۔اب اس سلسلے میں کچھ پچھلی قوموں کا ذکر مثال دینے کے لیے کیا جارہا ہے۔

پچھلی قوموں کا عبرت ناک انجام

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝۳۵ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝۳۶ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ
اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۷ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟
وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝۳۸ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا
تَتْبِيْرًا ۝۳۹ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ
بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝۴۰ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ
بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝۴۱ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۴۲ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ
اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝۴۳ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ
ع 4 10 2 هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۴۴

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بھائی ہارون کو ان کے ساتھ ملا کر ان کا مددگار بنا دیا۔(35) اور کہا کہ دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جب نافرمانی پر اڑے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔(36) اور نوح کی قوم نے بھی جب پیغام لانے والوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ڈبو دیا اور لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا۔ اور ظالموں کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(37) عاد، ثمود کنویں والوں اور ان کے علاوہ بہت سی درمیانی جماعتوں کو بھی ہلاک کر ڈالا۔(38) اور سب کے سمجھانے کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور نہ ماننے پر سب کو تہس نہس کر دیا۔(39) اور یہ لوگ اس بستی کے پاس ہو آئے ہیں جس پر برا مینہ برسا کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا ہوگا؟ بلکہ یہ مر کر جی اٹھنے کی امید نہیں رکھتے۔(40) اور جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو سوائے ٹھٹھہ مذاق کرنے کے انہیں اور کوئی کام نہیں (کہتے ہیں) کیا یہی ہے جسے اللہ نے پیغام دے کر بھیجا ہے؟ (41) یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے دور ہی کر دیتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے اور عنقریب جان لیں گے جس وقت عذاب دیکھیں گے کہ راہ سے بھٹکا ہوا کون ہے؟ (42) کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو؟۔(43) یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں یہ تو چوپایوں کی طرح کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔(44)

تشریح: ہم یہ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور توحید کی ابتدا کی۔ مکہ میں خانہ کعبہ سب سے پہلا اللہ کا گھر بنایا گیا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ لوگ ان کی تعلیمات بھولتے گئے۔ تو انہوں نے اپنی مرضی سے کئی مذہب بنا لیے تو عرب کے قدیم باشندوں نے عرب سے نکل کر بابل، شام اور مصر میں حکومتیں قائم کی تھیں۔ ان کو عرب بائدہ یعنی جو نا پید ہو گئے کہا جاتا ہے عاد اور ثمود کی قومیں اسی دور سے تعلق رکھتے تھے۔ سب کے پاس نبی بھیجے گئے، آسمانی کتابیں بھیجی گئیں جیسا کہ ان کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا جا چکا ہے کہ سب کے پاس کفار مکہ کی طرح رسول بھیجے گئے، مگر انہوں نے بھی اسی طرح اپنے نبیوں کا مذاق اڑایا ان کی نافرمانی کی اور اس حد تک نافرمانی کی کہ اس نے ان پر عذاب کیا ان کو ختم کر دیا اور پھر دوسری قوم کو ان کی جگہ آباد کر دیا۔ یہ اللہ کے بنائے ہوئے اصول کا ایک حصہ ہے جو قوموں کے تنزل و تبدل کا ذریعہ بنتا رہتا ہے۔ مگر اس ترقی و تنزل سے سبق حاصل کر کے اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرنے چاہئیں جو قوم کو مضبوط اور ناقابل تسخیر بنا دیں مگر کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کفر و جہالت کا دور دورہ تھا تو وہ لوگ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جانوروں کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور نبی کو تسلی دی ہے کہ یہ عقل کے کورے بھٹکے ہوئے لوگ اپنے اعمال کے بدلے میں عنقریب بہت بڑا عذاب پائیں گے۔ کیونکہ ان کو عقل بھی دی گئی ہے اور نیک پیغام بھی مگر پھر بھی یہ نیکی اختیار کرنے کو تیار نہیں تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ فرماتا ہے۔ ''یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ (الفرقان آیت:44)

قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اور اس کی صداقت و حقانیت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے، اس لیے اور کئی دوسری خصوصیات کی وجہ سے قرآن پاک دوسری تمام الہامی کتابوں سے بڑھ کر اعلیٰ

حیثیت رکھتا ہے اور پھر مسلمانوں کی ترقی وکامیابی کا وعدہ بھی رب العزت کر چکے ہیں۔ موجودہ دور کے مسلمان کو اپنی کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ بحال کرنے کے لیے قرآن کا ہی رخ کرنا بہت ضروری ہے اور الحمدللہ کہ اللہ کے فضل سے مسلمان دنیا میں تعداد کے لحاظ سے بڑھ رہے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں'' کہ 1924ء سے پیرس میں ایک مسجد تھی مگر اب گذشتہ بارہ سال سے یہ مسجد نمازیوں کے لیے ناکافی ہو رہی ہے چنانچہ شہر میں روز بروز مسجدیں بننے لگی ہیں یا پھر گرجاؤں کو خرید کر مسجدوں میں بدلا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت میرے علم میں شہر پیرس اور اس کے مضافات میں اسی (80) سے زائد مسجدیں ہیں۔ (از خطبات بہاولپور)

سورج، دن رات، ہوائیں اور بارش پیدا کرنے کا مقصد

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ
دَلِيْلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا
وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ
رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ
اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾

بھلا تم نے اپنے رب کی قدرت کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو بے حرکت ٹھہرا رکھتا پھر سورج کو اس کا رہنما بنا دیتا ہے۔ (45) پھر ہم آہستہ آہستہ اس کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ (46) اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔ (47) اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) کے آگے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ اور ہم آسمان سے پاک اور نتھرا ہوا پانی برساتے ہیں۔ (48) تاکہ اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیں اور پھر ہم اسے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو جو ہم نے پیدا کیے ہیں پلاتے ہیں۔ (49)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی تخلیقات میں سے سورج' دن' رات' بارش اور ہواؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور آخر میں بتایا گیا ہے کہ سب تخلیقات صرف انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ اور ہر تخلیق اپنی جگہ بے حد اہم اور عجیب وغریب ہے۔

سورج کا اپنے مدار میں گردش کرنا اور زمین کا اپنے مدار میں گردش کرنا ایک خاص انداز ے اور خاص نظام کے تحت یہ لوگوں کے لیے رحمت سے کسی طرح کم نہیں کیونکہ اسی کی وجہ سے دھوپ مناسب اوقات میں زمین پر پڑتی ہے جس سے صبح دوپہر شام اور رات وجود میں آتے ہیں۔ بادل بنتے ہیں۔ پھول پھل اور فصلیں پکتی ہیں۔ سایہ جو سورج کی روشنی سے کبھی لمبا کبھی چھوٹا اور کبھی ختم ہو جاتا ہے۔ وقت کا تعین کرتا ہے۔ صبح کے بعد سائے آہستہ آہستہ چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں جبکہ دوپہر کو گھٹ کر بالکل چھوٹے ہو جاتے ہیں اسی طرح جیسے جیسے سورج غروب ہونے لگتا ہے سائے دوبارہ لمبے ہونے لگتے ہیں۔ انسان نے وقت

کے تعین کے لیے شمسی گھڑیاں بنا رکھی تھیں۔ آج کل بھی ان کو قدیمی یادگار کے طور پر کہیں کہیں یادگار قدیمہ کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر جب سورج اپنا چکر پورا کر لیتا ہے تو زمین کے چکر کے ساتھ وہ غروب ہو جاتا ہے دنیا کے مختلف حصے مختلف فاصلوں کے لحاظ سے آہستہ آہستہ اندھیرے میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں اور کچھ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ مشرقی ممالک اور مغربی ممالک کا دن رات میں فاصلے کے مطابق ٹائم کا فرق ہوتا ہے۔ اور یوں دن رات کے ردوبدل سے انسان کے لیے بے شمار سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں ایک تو سورج کی مسلسل گرمی و تپش سے چھٹکارا ملتا ہے اور دوسرے رات کی خاموشی اور سکون سے ہر کوئی نیند کی آغوش میں جا کر جسم کی وہ تمام توانائیاں حاصل کر کے تروتازہ ہو جاتا ہے جو نیند سے ملتی ہیں۔ نیند' رات اور سورج کا غروب ہونا بذات خود بہت بڑی نعمتیں ہیں جو اللہ نے ہمارے لیے بنا رکھی ہیں جو بن مول ہمیں ملتی رہتی ہیں۔ بھلا یہ تمام سہولتیں دنیا کی کوئی طاقت ہمیں دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ہواؤں کا ذکر ہے' جو ڈاکٹر ہلوک باقی کی تحریر سے واضح کی جاتی ہیں لکھتے ہیں:

''ہواؤں کے مختلف اطراف سے چلنے میں کئی نکتہ رس وجوہات ہیں۔ یہ جو ٹھنڈی اور گرم ہواؤں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں تو اس کا پہلا اور اہم مقصد بارش کی تیاری کرنا ہوتا ہے بعض اوقات ہوائیں تیز ہو جاتی ہیں اور اپنے ساتھ ہوا سے آئن (Ions) کو گھسیٹ کر لے جاتی ہیں۔ اس طرح برقی توانائیاں جو حیات کی بنیاد ہوتی ہیں' بارش کے ذریعہ ہوا سے زمین تک پہنچتی ہیں۔ جہاں پانی کا ایک چھوٹا سا قطرہ بھی بجلی سے چارج شدہ ایک حیات بخش چیز بن جاتا ہے۔ (بارش کی آمد کی اطلاع دیتی ہیں) ہوا کے ذریعے پودوں کے بیجوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا اور یہاں تک کہ پھولوں کے زہرہ (Pollen) پر تخم پاشی کرنا (Insemination) یعنی نباتات میں تخلیقی عمل کے متعلق بھی قرآن میں ذکر ملتا ہے۔ ہواؤں کا ایک بہت ہی اہم پہلو ان کا آکسیجن اور تازہ ہوا کو شہروں میں لانا اور شہروں کی زیرآلود خراب ہوا جنگلوں کی طرف صفائی کے لیے لے جانا بھی ہے۔ خراب ہوا ایک حد تک درختوں کی خوراک کا ذریعہ بھی ہے۔ اس طریقہ سے ساری دنیا میں آکسیجن کی ایک خاص سطح برقرار رہتی ہے۔ یہ سب حیران کن عمل تو قادرِ مطلق کے عظیم کمپیوٹر میں پہلے ہی سے درج کر دیے گئے ہیں جو بغیر کسی فنی خرابی کے چلتے رہتے ہیں۔ آپ یہ یقین کر لیں کہ ہر علم کے مالک ''اللہ'' کے کمپیوٹر میں یہ پہلے ہی سے درج کر دیا گیا ہے کہ کون سی ہوا کس علاقے میں پیدا ہو گی کون سی ہوا کس شہر میں چلے گی' اور کس وقت چلے گی؟ کیا یہ سب سائنس کے کمالات اور اصول کسی ایسی طاقت کے بنائے ہوئے ہیں جس کو ہم اللہ کے سوا خالق کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔'' (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ ہوائیں چلانا کسی کی طاقت کے بس میں ہرگز نہیں۔ اسی طرح انسان حیوان نباتات اور جمادات کی زندگی کے لیے ہوائیں کس قدر لازمی ہیں۔ پھر یہ ہوائیں بادل بنانے بادل لے جانے اور مینہ برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرنے کا کام بھی کرتی ہیں۔ اس سائنسی مگر قدرتی عمل کو ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

''خشک زمین کے نیچے ایک مردہ سلطنت پوشیدہ ہوتی ہے۔ زمینی مٹی کے ایک گرام میں کھربوں کی تعداد میں جراثیم ہوتے ہیں۔ بارش کے نہ ہونے سے یہ خوابیدہ ہو جاتے ہیں۔ بارش پڑنے پر زندہ ہو کر نائٹروجن فکیشن کے عمل کی مدد سے ایک

بڑی پیداواری مہم شروع کر دیتے ہیں اور یہ جانور یا پودوں کی پیداوار کا موجب بنتے ہیں اور یوں زیر زمین مردہ شہر میں زندگی جاتی ہے۔اس سے کھاد بنتی ہے اور بے شمار چھوٹے پودوں کے بیج زندہ ہو کر اُٹھتے ہیں اور زمین میں اپنی جڑوں سے ایسے راستے کھولتے ہیں جیسے ایک شہر کی سڑکیں۔اس کے بعد چھوٹے کیڑے مکوڑے اور چیونٹیاں اپنے گھروں کے لیے زمین کے اندر ایسی کھدائی کرتی ہیں جیسے ایک بڑے شہر میں ہو۔اس طرح مردہ زمین کے زندہ ہونے کا یہ عمل واقع ہوتا ہے۔(از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

کیا خوب انتظام ہے قدرت کے کارخانے کا۔کیا یہ سب کچھ اللہ کے سوا کوئی بھی کچھ وصول کیے بغیر کرتا چلا جائے؟ ہرگز نہیں۔سبحان اللہ! کس قدر سچائی' معقولیت اور دلیل موجود ہے اللہ کے اس کلام میں فرماتا ہے۔''آسمان سے پاک اور نتھرا ہوا پانی برساتے ہیں تاکہ اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیں' اور پھر ہم اسے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو جو ہم نے پیدا کیے ہیں پلاتے ہیں۔'' (الفرقان آیت:48 49)

جب ایک جاہل انسان کو اللہ کی یہ تمام قدرتیں بتا کر کہا جائے کہ صرف اس کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے یہ تمام بندوبست اس طرح کیا (جو اوپر بیان کیا گیا ہے) تو کوئی انسان جو عقل رکھتا ہے اللہ کا انکار ہرگز نہیں کر سکتا۔ مگر کفار و مشرکین باوجود پڑھے لکھے ہونے کے پھر بھی اللہ پر ایمان نہیں لاتے اسی لیے ایسے لوگوں کو اللہ نے جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں یہ لوگ کیونکہ جانور عقل نہیں رکھتے جبکہ یہ لوگ عقل رکھتے ہیں مگر عقل سے کام لے کر اللہ کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے۔تو ایسے لوگوں پر افسوس کرنا بے کار ہے۔اللہ اپنے حبیب پاک ﷺ سے مخاطب ہوتا ہے۔اور اپنی قدرت کی کچھ اور نشانیاں بیان فرماتا ہے۔اور فرماتا ہے کہ ناشکرے لوگ ہر صورت ناشکرے ہی رہتے ہیں۔

کفار سے جہاد کبیر کیوں اور کیسے؟

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾

اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے بیان کیا لوگوں کے لیے تاکہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا۔(50) اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے۔(51) تو تم کافروں کا کہا نہ مانو اور ان سے اس قرآن کے حکم کے مطابق بڑے جوش و جذبہ سے لڑو۔(52)

تشریح: جیسا کہ اوپر آیات میں اللہ کی کچھ نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی صورت بھی توحید کے قائل نہیں ہو سکتے تو اللہ رب العزت پیارے نبی ﷺ کو اپنی حکمت سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ آخری اور ایک ہی نبی تمام دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔آپ ہی آخری اور ایک ہی نبی ہیں۔آپ کی شریعت آپ پر

نازل کردہ قرآن بہترین مکمل اور نا قابل تردید ہے۔ حق اور سچ ہے اور تا قیامت رہنے والا ہے۔ اس لیے آپ نہ تو اپنے مخالفین سے ڈریں نہ گھبرائیں نہ ہی پریشان ہوں اللہ نے آپ کو اس فرض کو ادا کرنے کے لیے چن لیا ہے۔ آپ بے فکر ہو کر کفار کے مقابلہ میں توحید کے پیغام کے لیے ڈٹ جائیں اور اس راستہ میں پوری ہمت کوشش اور اعتماد سے ہر قسم کا زبردست جہاد کریں یعنی ہر قسم کا جہاد، جہاد بالنفس، بالمال، باللسان، بالعلم اور جہاد بالسیف کیونکہ آپ جس کے لیے یہ جہاد کر رہے ہیں وہی تو مالک الملک ہے۔ اس کی کاریگری ہر طرف دکھائی دیتی ہے۔

اللہ کی طاقت کے ثبوت

میٹھا اور کھارا پانی، انسان کی پیدائش، رسول کریم کی بعثت اور اللہ کا عرش پر مستوی ہونا

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا
بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ
وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ
الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا
يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ
خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا
وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدۃ 7 ع 16

اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔ (53) اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحب نسب اور سسرال بنا دیے اور تمہارا رب ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔ (54) اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کر رہے ہیں جو نہ ان کو فائدہ پہنچا سکے اور نہ نقصان اور کفار اپنے رب کی مخالفت میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ (55) اور (اے محمد! ﷺ) ہم نے آپ کو صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے۔ (56) کہہ دو کہ میں تم سے اس کام کی اجرت نہیں مانگتا، ہاں جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا رستہ اختیار کرے۔ (57) اور اس زندہ اللہ پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہیں مرے گا، اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح

کرتے رہو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔ (58) جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہ جس کا نام رحمٰن (یعنی بڑا مہربان) ہے تو اس کا حال کسی بھی خبر رکھنے والے سے پوچھ لو۔ (59) جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کے لیے تو کہے اس پر ان کا بدکنا اور بڑھ جاتا ہے۔ (60)

تشریح: رب العزت کو دیکھنا کسی بھی انسانی آنکھ کے لیے ممکن نہیں کیونکہ اس کا جلال اس قدر زیادہ ہے کہ بندہ اس کو قیامت کے دن ہی دیکھ سکے گا اس مادی جسم کے ساتھ اس کو آنکھ سے نہیں البتہ دل کی آنکھ اور فہم وفراست سے اس کی بنائی ہوئی تخلیقات سے اس کی عظمت اور بڑائی کا اندازہ ضرور کر سکتا ہے۔ اب یہاں اس کی بے شمار تخلیقات میں سے ایک تو میٹھے اور کھارے پانی کو ایک ہی سمندر میں بہتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ایک ہی سمندر میں بہہ رہے ہیں مگر پانی آپس میں ملتا نہیں۔ کس قدر حیرت ناک اور عجیب وغریب سائنسی معجزہ ہے جو انسان کو قرآن پاک کے ذریعے بتایا گیا ہے اس کی تحقیق سولھویں صدی عیسوی میں امیر البحر سیدی علی رئیس نے کی۔ ''کہ خلیج فارس کے نیچے میٹھے پانی کے چشمے ہیں۔ (مرآۃ الممالک تفہیم القرآن)

راشد مسعود صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''گلف سٹریم دریافت ہوئی جو کہ ایک گرم پانی کا سمندر میں بہتا دریا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار سمندری دریا دریافت ہوئے۔''

کس قدر حیرت اور حکمت کی بات ہے جو سمندروں اور دریاؤں کے بارے میں قرآن بتا رہا ہے ایک سائنس دان خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کھاری پانی کی حکمت کیا ہے۔ سمندر پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اگر میٹھا ہوتا تو پانی خراب ہو جاتا۔ اس کے پانی میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر نمکیات رکھ دی ہیں کہ وہ سمندر کے ساکن پانی کو بدبو اور سرانڈ سے بچائے رکھتی ہیں۔ دنیا کا تمام استعمال شدہ اور فالتو گندی چیزیں سب سمندر میں جا گرتی ہیں اور پھر بے شمار آبی جانور ہر وقت پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں ذرا سوچیں اگر اس قدرتی نظام کو نافذ نہ کیا جاتا تو بدبو اور سڑاند سے انسان کا جینا محال ہو جاتا۔ تین چوتھائی حصہ سمندر اور ایک چوتھائی حصہ خشکی کا ہے۔ اتنا بڑا حوض صاف کیونکر ہو سکتا تھا اللہ کی حکمت کہ اس ساکن پانی کو محفوظ اور صاف رکھنے کا یہ طریقہ بنا دیا اور پھر پینے کے لیے صاف، میٹھے اور نتھرے ہوئے پانی کا جو بہترین انتظام میٹھے دریاؤں، چشموں اور بارش کے ذریعے اللہ نے انسان کے لیے کر دیا ہے۔ کیا یہ بہت بڑا احسان، قدرت اور کمال نہیں؟ کیا یہ سب اللہ کے موجود ہونے اس کے واحد ہونے اور لاشریک ہونے کی صاف آسان دلیلیں نہیں ہیں؟ بالکل ہیں کوئی نہیں جو ہر قسم کی طاقت مدد اور وسائل لگا کر بھی ایسی ترکیب پانی ذخیرہ کرنے اور پھر دور دراز علاقوں میں فلٹر کر کے پانی کی اتنی بڑی مقدار سپلائی کر سکے جتنی کہ ہر وقت انتہائی مناسب وقت مقدار اور علاقہ میں اللہ کی طرف سے خود کار پلانٹ کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ یہ پلانٹ خود کار ضرور ہے مگر ہے یہ اللہ کے پورے کنٹرول میں۔ کوئی بھی جن و بشر اس میں ہرگز مداخلت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کی قدرت کا ایک اور بہت بڑا معجزہ انسان کی پیدائش ہے۔ ایک پانی کا قطرہ اتنے بڑے انسان کی تخلیق کا باعث بنتا ہے۔ اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں یہاں صرف اتنا ہی

عرض کرنا ہے کہ وراثت کا جو نظام اس ایک معمولی چھوٹے سے کروموسوم میں اللہ نے رکھ دیا ہے وہ اتنا مضبوط اور اٹل ہے کہ اس سے فرار ہرگز ممکن نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا عورتوں مردوں کی بے شمار قسموں سے بھری پڑی ہے۔ مگر وراثت کا یہ نظام ہر شخص کو دوسرے سے مختلف رکھتا ہے۔ شکل' آواز' رنگ' عادات اور ذہنیت غرض جنس کو بھی علیحدہ علیحدہ رکھتا ہے۔ ماہرین حیات نے بتایا ہے کہ چند خوردبینی اجرام والدین کی خصوصیات کو اولاد میں منتقل کرتے ہیں۔ مگر پیدائش کا یہ نظام لڑکا اور لڑکی پر منحصر ہوتا ہے۔ کیونکہ آئندہ نسل چلنے کا سبب عورت مرد پھر ان کی رشتہ داریاں یعنی سسرال کی رشتہ داریوں سے خاندان بنتے اور رشتہ داریاں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ یہ سب کام سوائے اللہ کی قدرت کے اور کون کر سکتا ہے۔ اگر غور کریں تو عقل یہی بتاتی ہے کہ صرف اللہ ہی سب طرح کی قدرت کا مالک ہے اس لیے صرف اسی کی عبادت اور اسی کو سجدہ کرنا جائز ہے مگر یہ کفار تو بالکل ہی عقل کے اندھے ہیں اتنا کچھ دیکھ کر بھی یہ بجائے اللہ کی عبادت کے ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو کچھ بھی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے بے وقوفی اور ہٹ دھرمی کی انتہا ہے۔ اس لیے اللہ رب العلمین پیارے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ کا کام ہے سمجھانا سیدھی اور اچھی راہ دکھانا۔ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ اللہ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ گنہگار اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو اللہ خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ آپ اللہ کی تسبیح و تقدیس اور تبلیغ میں ڈٹے رہیں۔ اس اللہ کی تسبیح جو دنیا کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور رحمٰن و رحیم ہے اس آیت پر سجدہ کرنا چاہیے۔ یہ کفار تو رحمٰن کے نام سے ہی بدک جاتے ہیں جیسا کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر جب نبی اکرم ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو کفار نے کہا کہ یہ نہیں بلکہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ مطلب یہ ہے کہ کفار تو اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے دور بھاگتے ہیں عبادت کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس رحمٰن و رحیم کی کون کون سی قدرتوں کا ذکر کریں اس کی لاجواب اور بے مثال قدرت کا ذکر آیت 59 میں کیا گیا ہے۔ یہ آیت تخلیق کائنات کی دلیل کے لیے بہترین آیت ہے۔

''زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب چھ دن میں پیدا کیا۔'' اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں سات جگہ آئی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے وہ چھ دن ہمارے اس دنیا کے چھ دن سے ٹائم کے لحاظ سے بہت مختلف ہیں۔ کیونکہ ہمارے دن اور رات زمینی محوری گردش سے بنتے ہیں۔ اس گردش کے دوران زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے روشن ہو کر دن کہلاتا ہے اور جو حصہ سورج کے سامنے نہیں ہوتا وہاں اندھیرا ہوتا ہے تو وہ رات کہلاتی ہے۔ اصل میں قرآن پاک میں جو دن کا لفظ آتا ہے یہ اصل میں عام دن کے معنی میں نہیں آتا بلکہ اس سے مراد وقت ہوتا ہے۔ جیسا کہ یوم القیامہ یعنی قیامت کا دن اب اس دن سے مراد ہمارا زمینی دن نہیں بلکہ اس دن کی مقدار قرآن پاک میں ہمارے پچاس ہزار سالوں کے برابر بتائی گئی ہے اور کہیں ہمارے ایک دن کو ہزار برس کے برابر کہا گیا ہے۔ بہر حال اس وقت کا مقرر کرنا اس کا اندازہ کرنا فی الحال انسان کی عقل سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی اور براجمان ہے اس کی کیفیت کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ وہ تو کُنْ فَیَکُوْنُ'' ہو جا اور ہو گیا پر قدرت رکھتا ہے اب اس میں کتنا وقت درکار ہوتا ہے اور حکم اور عمل کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے یہ تو اللہ ہی جانتا ہے انسان تو تحقیق و جستجو میں لگا رہتا ہے جتنا علم اس نے دینا ہے دے دیتا ہے اور بس ہمارے لیے تو صرف اس کے سامنے سجدہ کرنے

کا حکم ہے۔ اللہ ہمیں اس حکم کی پابندی کی توفیق عطا کرے آمین۔ کفر و شرک کی گندگی اور ظلم سے بچائے آمین۔

آسمانوں کے انتظام' نیک لوگوں کی صفات اور انعام

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ
الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ
يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ
يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ
الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا
عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ
اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا
تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ
ع 6 17 4 لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

اور اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ (61) اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو آگے پیچھے آنے جانے والا بنایا یہ چیزیں اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں)۔ (62) اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ ان کو سلام کہتے ہیں۔ (63) اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدے کر کے اور عجز و انکساری سے

کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔(64)اور وہ جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے رب العزت دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچانا کہ اس کا عذاب بڑا تکلیف دینے والا ہے۔(65)اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بڑی بری جگہ ہے۔(66)اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں بلکہ درمیانہ، یعنی میانہ روری سے کام لیتے ہیں۔(67)اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں بناتے اور جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریقہ (یعنی شریعت کے مطابق) بدکاری نہیں کرتے اور جو بھی یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔(68) قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔(69) مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔(70) اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔(71)اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو برے (لغو) کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سنجیدگی سے گزر جاتے ہیں۔(72)اور وہ لوگ کہ جب ان کو رب کی باتیں بتائیں جاتی ہیں تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گزر جاتے۔(بلکہ غور وفکر سے سنتے ہیں) (73)اور وہ جو اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو اپنی بیویوں (کی طرف سے دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔(74)ان صفات کے لوگوں کو صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا وسلام سے ملاقات کریں گے۔(75)اس میں وہی ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت عمدہ جگہ ہے۔(76) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو نہیں پکارتے تو میرا رب بھی تمہیں یاد نہیں رکھتا (پرواہ نہیں کرتا) تم نے جھٹلا دیا ہے سو اس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔(77)

تشریح: یہاں بھی کفار کو اللہ رحمٰن ورحیم کی کچھ اور مہربانیاں بتائی جارہی ہیں جو خالصتاً اس وقت کے عرب بدؤں کے معیار کے مطابق بات کی جارہی ہے۔ گو کہ اس میں بھی افلاک کے بہت سے رازوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اس وقت یعنی ساتویں صدی کے آغاز کا عرب بدو اپنی تہذیب' زبان' تشبیہ اور ثقافت کے معیار سے ہی بات سمجھ سکتا تھا کیونکہ قرآن کا سب سے پہلا مخاطب وہی عرب بدو تھا۔ لہٰذا رب ذوالجلال انہی کی زبان میں فرماتا ہے کہ ''بڑی بابرکت ہے اس کی ذات جس نے آسمان میں برج بنائے اور پھر سورج کا روشن چراغ رکھ دیا اور چاند کا اجالا کر دیا۔ اور وہی ہے جس نے رات دن بنائے آگے پیچھے آنے والے اس شخص کے واسطے جو دھیان رکھنا چاہے یا شکر کرنا چاہیے۔(الفرقان آیت:61 - 62)

اب ان کی وضاحت ایک عالم افلاک اپنی علمیت کی روشنی میں کرتا ہے۔ مطلب دونوں کا یہ ہے کہ عام آدمی اللہ کی اس بنائی ہوئی تنظیم کو دیکھ کر اللہ کی توحید کا قائل ہو کر اسی کی عبادت میں جھک جائے اور اسی طرح ایک عالم وفاضل اللہ کی بنائی ہوئی اس تنظیم کو سمجھ کر اس کے سامنے جھک جائے اور دونوں ہی شکر بجالائیں اور اس کے نیک بندے بن کر بہترین انعامات حاصل کریں جو دنیا میں بھی ملتے ہیں اور آخرت میں بھی ملیں گے۔ یہ سب کچھ اللہ نے بندوں کے فائدے کے لیے بنایا ہے' اور نجات کے لیے قرآن نازل فرمایا اور رسول ﷺ کو مبعوث کیا ہے۔ ورنہ بندوں کی عبادت گزاری اور نیکی اللہ کے کسی فائدے کی بات نہیں۔ اللہ

کے مقبول اور نیک بندوں کی صفات یہ ہیں:

(1) ان کی چال میں وقار اور نیکی پائی جاتی ہے۔

(2) برے لوگوں کے ساتھ نرمی' عقل اور حکمت سے بات کرتے ہیں۔

(3) راتوں کو رکوع و سجود کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

(4) اللہ سے ہر وقت مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(5) نہ وہ فضول خرچ ہوتے ہیں نہ بخیل ہوتے ہیں۔

(6) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

(7) کسی کو بغیر وجہ' قانون شکنی کرتے ہوئے قتل نہیں کرتے۔

(8) بدکاری اور ہر قسم کی بے حیائی سے دور رہتے ہیں۔

جو لوگ ان صفات کو اپنی زندگی میں پیدا نہیں کرتے وہ بے شک دگنا عذاب بھگتیں گے۔ایک تو کفر وشرک کا اور ایک گنہگاروں کی زندگی گزارنے کا یعنی ہر برے عمل کا بدلہ علیحدہ علیحدہ دیا جائے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دیا جائے گا۔ جب کہ ایمان لانے والوں اور توبہ کرنے والوں کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اگر کوئی گناہ اس سے ہو بھی جائے تو اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔اس کو معاف کر دیا جائے گا یا اگر کوئی ایسا گناہ کہ جس کے لیے اس نے توبہ نہ کی ہو تو پھر صرف اسی کی سزا ملے گی اور جہنم سے یا سزا سے نکال دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کی اور بھی صفات بیان کی جا رہی ہے۔

(1) جھوٹ کبھی نہیں بولتے اور نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمام عیوب کی جڑ ہے۔

(2) تقویٰ اور نیکی میں سب سے سبقت لے جانے کی دعا اور کوشش کرتے ہیں۔

(3) ہر صورت صبر سے کام لیتے ہیں۔

"کیونکہ مصیبت ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔" (قول حضرت امام جعفر صادق ؒ)

(4) کلام الٰہی کو غور سے سنتے ہیں' عمل کرتے ہیں اور ہر وقت دعائیں کرتے ہیں۔ کہ "ہمیں متقی اور نیک لوگوں کا امام اور پیشوا بنا دے۔" (الفرقان آیت: 74)

یہی لوگ مقبول الٰہی ہیں اور انہی کے لیے اللہ فرماتا ہے۔"ان صفات کے لوگوں کو صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا و سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بڑی عمدہ جگہ ہے۔" (الفرقان آیات 74 - 75 - 76)

پھر آخر میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں سے فرما دیں: "اگر تم اللہ کو نہیں پکارتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ تم نے جھٹلایا ہے تو اس کی سزا تمہارے لیے ضرور ہو گی۔ (الفرقان آیت:77)

الحمدللہ سورۃ الفرقان مکمل ہوئی جیسا کہ تمام سورتیں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں یہ سورت بھی توحید، رسالت اور آخرت کے سبق سے بھری ہوئی ہے اور آداب و اخلاق کے وہ تمام اصول دلیلوں کے ساتھ بتائے گئے ہیں جو انسان کو انسان اور مسلمان کو پکا مسلمان اور مقبول الٰہی انسان بنا سکتے ہیں۔ اللہ کی صفات نبی کی صفات قرآن کی برکات اور نیک و بد انسان کی صفات اور ان کے سزا و جزا کا ذکر بڑی ہی وضاحت سے کیا گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک جاہل اور عالم کو اللہ کا راستہ دکھانے کے لیے بے حد مفید، آسان اور ضروری ہیں۔ دعا: "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

ترجمہ: اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

تعارف سورۃ الشعراء

یہ سورت مکی ہے اس میں دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں۔ اس میں خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کی اس جدو جہد اور بے انتہا جاں نثاری، خلوص، محبت، محنت اور کمال درجے کے خلوص سے تبلیغ اسلام کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد ان کا کفار و مشرکین کی بے رخی، ہٹ دھرمی اور نافرمانی پر رنجیدہ ہو کر رات بھر خشوع و خضوع سے اللہ سے فریاد کرنا پھر اس پر اللہ کی طرف سے ان کو تسلی دینا اور یہ کہنا کہ اللہ قادر مطلق ہے وہ چاہتا تو سب کو یکدم ہدایت دے دیتا مگر یہ اللہ کی حکمت کے خلاف ہے اور انسانی شرف کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کا نائب ہے اور عقل و ارادہ کا بھی مالک ہے۔ زبردستی اس کو دین پر لانا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا بڑی محنت جانفشانی اور خلوص سے کام کیا بس آپ کا اتنا ہی کام ہے۔ رب العزت کی موجودگی اور وحدانیت کے ثبوت ان لوگوں کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اور پھر تاریخ بھی ان کے سامنے ہے سات جلیل القدر انبیاء اور ان کی قوموں کے اعمال اور انجام ان کے سامنے ہیں یہ خوب اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ اللہ کس قدر زبردست، قادرِ مطلق، رحیم و کریم اور ساتھ ہی وہ بڑا جبار و قہار بھی ہے۔ تو پھر یہ بھی انہی قوموں کی طرح نیست و نابود ہو جائیں گے۔

قرآنِ پاک کی عبارت، مفہوم اور مقصد اس قدر بہترین ہے کہ کفار کا اس پر اعتراضات کرنا سوائے اپنے اوپر ظلم کرنے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ظلم ہی تو ہے کہ انسان اس قدر مفید اور خیر و برکت کی کتاب سے بجائے فائدہ حاصل کرنے کے اس کو شعر و شاعری یا (نعوذ باللہ) فالتو سا کلام کہہ دے۔ سورۃ الشعراء میں رب ذوالجلال اپنے بندوں کو اخلاقِ حسنہ میں سے خاص طور پر توکل علی اللہ، ناپ تول کا خیال رکھنا، عقیدہ اور عمل کا مضبوط ہونا، گمراہی سے بچنا، دین و انبیاء کو جھٹلانے سے بچنا اور فساد سے بچنے کی تلقین فرماتا ہے۔ قرآن پاک زندگی کے ہر مسئلہ کو آسان کر کے دلیل کے ساتھ ہدایات دیتا ہے۔ مگر جو اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ شروع سے جس قدر آسمانی کتابیں نازل کی گئیں سب میں اللہ کی وحدانیت، رسول کی اہمیت اور صحیح راستے پر چلنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مگر نیکی اور برائی کی جنگ شروع دن سے چلی آ رہی ہے۔ شیطان کی شرارت سے خود کو محفوظ رکھنا خود انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور آخر میں انسان کو اس کے کیے گئے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔

کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر سے مومنوں کے دل ڈر جائیں۔

قرآن روشن کتاب ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③
اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ
مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ
اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥

طٰسٓمّٓ (1) یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔(2) شاید آپ اس غم سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔(3) اگر ہم چاہیں تو ہم آسمان سے ان کے لیے نشانی اتاریں، پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔(4) ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نشانی (نصیحت) نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔(5) پس یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔(6)

تشریح: ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب ''کتاب'' کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

1- ''جس کے پانے سے تمام خیر و کمال وابستہ ہوں۔
2- تصور کائنات موجودہ حالات ماضی حال اور مستقبل کے احکامات کا وہ جائزہ جس کی بنیاد پر نصب العین کا حصول، معیار کا تعین ہو۔
3- وہ مقام یا حیثیت جس کے حوالے کے بغیر اعمال کا موازنہ (جانچنا) اور تخمینہ مقصود نہ ہو سکے۔
4- وہ عمل جسے اتمام (تکمیل) تک پہنچانے پر کوئی جماعت مامور ہو۔
5- لائحہ عمل پہلے سے ترتیب دیا ہوا فرائض واعمال کا وہ گوشوارہ جو اپنے اندر مطلوبہ نتائج تک پہنچانے کی ضمانت رکھتا ہو۔
6- معیار وہ نمونہ کمال یا اصول جس کے حوالے سے ہر عمل کو پرکھا جائے اور بہتر سے بہتر بنایا جا سکے اور جس کی مطابقت میں عمل کے ڈھلنے سے ''فضائل'' واقعہ بن سکیں۔'' مزید لکھتے ہیں کہ ''اس کتاب کا مسئلہ یہ ہے کہ فرد اور معاشرے کو جس نمونے پر ڈھلنا چاہیے وہ کیونکر ڈھلے؟ کتاب کی احتیاج (ضرورت) فرد اور معاشرے کو لاحق ہے۔ کتاب سے یہ مسئلہ حل نہ ہو تو زندگی کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ زندگی کے تقاضے پورے نہ ہوں تو کتاب ہدایت مقصود نہیں ہو سکتی۔ کتاب سے ہم اپنی جستجو اس سوال تک محدود رکھیں کہ دین کیا ہے؟ تو اس سے زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی اور ہماری جستجو یہ نہ ہو کہ ہماری زندگی کے تقاضے کیسے پورے ہوں گے جن میں ہماری معیشت اور سیاست کا معاندین کی گرفت سے آزاد ہونا بھی داخل ہے' (موجودہ ماحول حکمران اور ان کے

وضع کردہ قانون اصول) تو پھر زندگی کا لادینی نظام ڈھلا رہنا ناگزیر (ضروری) رہے گا۔ جب تک ہم کسی منہاج کے مطابق قرآنِ مجید سے یہ اخذ نہ کر سکیں کہ غایت کیا ہے؟ دعوتِ کائنات کیا ہے؟ زاویہ نگاہ کیا ہے؟ (غرض و غایت) دعوت کیا ہے؟ (اسلام کی طرف بلانا) لائحہ عمل اور معیار کیا ہے؟ زندگی کے لادینی نظام سے نکلنے کا کوئی امکان نہیں۔ جب تک حصول مقصد میں بے یقینی ہوگی اور مقصد کا شعور نہ ہوگا تو غلط روی کا پیدا ہونا ضروری ہے۔'' مضامین قرآن کے بارے میں مزید لکھتے ہیں۔ ''غیب سے مراد اللہ تعالیٰ ملائکہ' آخرت' حشر ونشر' جنت دوزخ' جزا اور سزا سے حیاتِ کامرانی مراد ہے۔'' (از قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل)

اس حیاتِ کامرانی کے حصول کے لیے یقین اور اللہ کی مدد کا حصول بہت ضروری ہے۔ رسول کی راہنمائی اور اس پر یقین کامل ایمان کی پختگی اور قرآن کی روشنی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے مگر آنحضرت ﷺ کی پریشانی پر اللہ تعالیٰ ان کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں (یہ تضاد کا اصول ہر محنت کرنے والے کے لیے ہے) کہ آپ ان لوگوں کی نفرت نافرمانی اور گمراہی سے بالکل پریشان نہ ہوں کیونکہ اللہ جانتا ہے آپ کس خلوص' محنت اور کوشش سے یہ کام کر رہے ہیں۔ یہ میری حکمت میں شامل ہے۔ اور یہ کائناتی قانون ہے کہ ہر نشوونما تضاد کے قانون کے تحت چل رہی ہے۔ جیسا کہ قرآن ان دو گروہوں کی نشاندہی یوں کرتا ہے۔ آدم ابلیس، اہل جنت' اہل جہنم، اصحاب حق' اصحاب باطل تو ثابت ہوا کہ مخالف فریق کے بغیر نشوونما ممکن نہیں اسی لیے ہر انسان کے مقابلہ میں شیطان ہے اور ہر پیغمبر کے مقابلہ میں دشمن ہیں۔ تو یہ تضاد اور مخالفت نشوونما اور ترقی و کامیابی کا ایک ضروری حصہ ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہوئے اپنی مدد اور کامیابی کی بشارت بھی دیتا ہے۔ یہی مضمون سورۂ کہف کی آیت 6 میں ہو چکا ہے سورۂ فاطر میں آیت 8 میں بھی آئے گا۔ تو آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو آپ کو جھٹلاتے ہیں وہ عنقریب اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ ''پس یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' آیت 6۔ یہ انجام بد ان کے سامنے کئی صورتوں میں آ سکتا ہے۔ یعنی حق کی فتح کی صورت میں بھی ان کو ناکامی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے یا پھر عذاب کی صورت میں وہ اپنا انجام بد دیکھیں گے۔ بہر حال ان کا انجام برا ہی ہوگا اور پھر اس وقت عمل اور توبہ کا وقت گزر چکا ہوگا اور سوائے افسوس کے کچھ نہ ہو سکے گا۔

دعوتِ توحید کی صداقت کی نشانیاں

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ⑧ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑨ ع 1/9/5

کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی عمدہ نباتات اگائی ہیں؟ (7) کچھ شک نہیں کہ اس میں قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں مگر یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ (8) اور آپ کا رب غالب اور مہربان ہے۔ (9)

تشریح: اس کی تشریح ہم روس کے مشہور ادیب و فلسفی ٹالسٹائی کی زبانی کرتے ہیں جو مذہب سے پھر جانے کے بعد دوبارہ ایمان لایا تو اس کی مدد قدرت کے ان نظاروں نے ہی کی جو ہمارے چاروں طرف بے شمار پھیلے ہوئے ہیں۔ اپنی کتاب ''اے کنفیشن'' "A. Confession" میں ایک جگہ وہ لکھتا ہے۔ ''نوع انسانی کسی نہ کسی ایمان کے سہارے جی رہی ہے اور اسی سے منزل کا تعین ہوتا ہے انسانی نفس کی گہرائیوں میں ایک لامحدود فیاض اور بے مثال اللہ کا تصور موجود ہے' جس سے رابطہ ہونے کے بعد دل کو سکون ملتا ہے۔ اللہ سے منحرف ہونے کے بعد میں ایک شام ایک حسین جنگل میں پھر رہا تھا۔ ہر طرف سے پر اسرار آوازیں میرے کانوں میں موسیقی انڈیل رہی تھیں۔ رنگ برنگی چڑیاں شاخوں پر پھدک رہی تھیں اور حسن فطرت پھوار کی طرح برس رہا تھا' اور یہ منظر دیکھ کر مجھے خیال آیا' کہ اس بے پناہ دلکشی، مستی اور سرور کا کوئی نہ کوئی خالق ہونا چاہیے اور یوں میں تین سال بھٹکنے کے بعد پھر اللہ پر ایمان لے آیا' اس ایمان سے مجھے کائنات کے ہر تغیر کی توجیہ (وجہ) مل گئی حریم دل میں بجھی شمع پھر فروزاں ہو گئی' جس کے اجالوں سے تشکیک (شبہات) واضطراب کی ظلمتیں (اندھیرے) دور ہو گئیں' اور مجھے یہ احساس ہوا کہ میں بیک وقت زمین پر بھی ہوں اور آسمان پر بھی۔'' (از نفسیات وروحانی واردات ص 271)

ایک کافر کو اگر اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی حسین کائنات' نیلی فضائیں' کالی گھٹائیں' سبزہ زار' کہسار' سمندر' دریا' ندی' نالے' لہلہاتے کھیت' مسکراتی کلیاں' پھول' پھل طرح طرح کی غذائی اجناس اللہ کے وجود کا یقین نہیں دلا سکتیں تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ اس سے بڑی اور کون سی نشانیاں ہو سکتی ہیں جو اس کو یہ سمجھا سکیں کہ یہ تمام انتظام کرنے والا ایک غالب اور مہربان موجود ہے جو صرف ایک ہی ہے اور سب پر اس کا غلبہ ہے سب پر مہربان بھی ہے۔ کیونکہ وہ کفار و مشرکین کو بھی تمام نعمتیں ضرور اور بے شمار دیتا ہے مگر ناشکرے لوگوں کو بڑی مہلت دیتا ہے کہ شاید کبھی ان کا دل دماغ سیدھی راہ کی طرف ان کو چلا دے۔ مگر یہ بڑی پرانی رسم چلی آرہی ہے کہ بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے جیسا کہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء آئے اور اسی طرح بہت سی قومیں گزریں ان کے واقعات یہاں بیان کیے جائیں گے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور نبی کو تسلی ہو جائے کہ یہ سب کچھ تو ضرور ہوتا ہے مگر حق کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اللہ حق ہے اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس نے ایسے خراب لوگوں کو سمجھانے کے لیے نبی ضرور بھیجے مگر زبردستی ان کو دین کی طرف دھکیلا نہیں۔ جن کی عقل نے کام کیا' ایمان لے آئے تو جنت حاصل کر لی اور جن کی عقل نے کام نہ کیا کفر میں ڈوبے رہے تو انہوں نے خود اپنے لیے دوزخ کما لی۔ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ پہلے بھی گزر چکا ہے اب نبی ﷺ کو تسلی دینے اور کفار کو عبرت دلانے' اور تمام مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لیے پھر بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ واقعہ اپنے طور پر بے شمار سبق آموز باتوں کا موجب ہے۔ اللہ کو پہچان لینا بڑا آسان کام ہے بس ذرا سی عقل کی ضرورت ہے۔ تو واقعہ سنیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِیْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ
اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا
مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ
مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ
سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا
مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ
رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ
الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَيْضَآءُ
لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ع 2 24 6
بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ
بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ
مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا
لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا
يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى
وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا
خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ ع 3 18 7
مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ
قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾
فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ
كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى
وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع 4 17 8

اور جب تمہارے رب نے موسیٰ سے کہا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔(10) قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں۔(11)
انہوں نے کہا میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں گے۔(12) اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے
(بولنے میں روانی نہیں) تو ہارون کو (میرے ساتھ) بھیج دے۔(13) اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک الزام (یعنی قبطی کو مارنے کا
دعویٰ بھی ہے) تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔(14) فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ
سننے والے ہیں۔(15) تو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تمام جہانوں کے مالک کی طرف سے بھیجے ہوئے
ہیں۔(16) اور اس لیے آئے ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔(17) فرعون نے موسیٰ سے کہا
کیا ہم نے تم کو کہ جب بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے پاس زندگی نہیں گزاری؟(18) اور تم نے ایک اور کام کیا
تھا جس کا تو نے ارتکاب کیا تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔(19) موسیٰ نے کہا ہاں وہ حرکت مجھ سے اتفاقاً ہو گئی تھی اور میں
خطاکاروں میں تھا۔(20) تو جب مجھے تم سے ڈر لگا میں یہاں سے بھاگ گیا' پھر اللہ نے مجھے حکمت (نبوت) اور علم بخشا اور مجھے

پیغمبروں میں سے کیا۔(21)اور کیا یہی احسان ہے جو آپ مجھ پر رکھتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔(22) فرعون نے کہا کہ تمام جہانوں کا ملک کیا؟(23) کہا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو۔(24) فرعون نے اپنے اہل دربار سے کہا کہ ''کیا تم سنتے نہیں؟(25) موسیٰ نے کہا کہ ''تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادا کا مالک۔(26) فرعون نے کہا یہ پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باؤلا ہے۔(27) موسیٰ نے کہا کہ ''مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک اگر تم کو سمجھ ہو۔(28) فرعون نے کہا کہ ''اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔(29) موسیٰ نے کہا خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز (یعنی معجزہ) لاؤں؟(30) فرعون نے کہا اگر سچے ہو تو اسے لاؤ دکھاؤ۔(31) پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدہا بن گئی۔(32) اور اپنا ہاتھ جو نکالا تو اسی وقت دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکدار دکھائی دینے لگا۔(33) فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا کہ یہ تو ماہر جادوگر ہے۔(34) چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے؟(35) انہوں نے کہا اس کے اور اس کے بھائی کو کچھ مہلت دیں اور شہروں میں اعلان کروا دیجیے۔(36) کہ سب ماہر جادوگروں کو جمع کر کے آپ کے پاس لے آئیں۔(37) تو جادوگر ایک مقررہ دن وقت پر جمع ہو گئے۔(38) اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ سب اکٹھے ہو جائیں۔(39) تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں۔(40) جب جادوگر آ گئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب رہے تو ہمیں انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں اور تم مقربوں (خاص لوگوں) میں بھی شامل کر دیے جاؤ گے۔(42) موسیٰ نے ان سے کہا جو چیز ڈالنی چاہو ڈالو۔(43) تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے ''فرعون کے اقبال کی قسم ہم ضرور غالب رہیں گے۔(44) پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان تمام چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں نگلنے لگی۔(45) جادوگر سجدے میں گر پڑے۔(46) اور کہنے لگے ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔(47) جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔(48) فرعون نے کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے بے شک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو عنقریب تم اس کا انجام معلوم کر لو گے کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف طرف سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔(49) انہوں نے کہا کہ کچھ نقصان کی بات نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔(50) ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا۔ اس لیے کہ ہم اول ایمان لانے والوں میں ہیں۔(51) اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو رات کو لے نکلو کہ (فرعون کی طرف سے) تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔(52) تو فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کیے۔(53) اور کہا کہ ''یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے۔(54) اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔(55) اور ہم سب ساز و سامان سے لیس ہیں۔(56) تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔(57) خزانوں اور نفیس مکانات سے۔(58) ان کے ساتھ ہم نے اس طرح کیا اور ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔(59) تو انہوں نے سورج نکلنے کے وقت (یعنی صبح) ان کا تعاقب کیا۔(60) جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لیے

گئے۔(61) موسیٰ نے کہا "ہرگز نہیں' میرا رب میرے ساتھ ہے' وہ مجھے رستہ بتائے گا۔(62) اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو، تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک طرف یوں ہو گئی کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔(63) اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا۔(64) موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کو بچا لیا۔(65) پھر دوسروں (فرعونیوں) کو ڈبو دیا۔(66) بے شک اس (واقعے) میں نشانی ہے لیکن یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں۔(67) اور تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے(68)

تشریح: اس واقعہ میں بے شمار نصیحتیں' اللہ کے کمالات' عجز و انکساری اور سب سے بڑھ کر توکل علی اللہ کا بہت زبردست سبق ملتا ہے۔ایمان کامل انسان کے اندر اس قدر ہمت' جرأت' بہادری اور معرفت پیدا کر دیتا ہے کہ انسان مادی اصولوں سے بے نیاز ہو کر روحانی دنیا میں گم ہو جاتا ہے اور اس کو اللہ' اس کی مدد' اس کا سایہ دنیا کے ہر خطرے سے محفوظ بے نیاز کر دیتا ہے۔جیسا کہ سید حسین نصر صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "سچے مومن کی فراست تکمیل کو پہنچ جاتی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا "اللہ کی یاد میں دلوں کا سکون ہے۔" (سورۂ رعد آیت:28)

ایسا شخص جو اس حالت میں ہو وہ سکون اور سرخوشی سے مالا مال ہوتا ہے۔اور اللہ کے قرب کے مدارج طے کرتا ہے۔

یہ درجات ہمیں سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہم السلام کے قصہ میں ایک تو اس وقت ملتے ہیں جب وہ فرعون کے دربار میں دعوت توحید لے کر جاتے ہیں۔اس وقت ایک تو وہ ایک محکوم شہری تھے کیونکہ ان سے ایک قبطی کا خون ہو گیا تھا جس وجہ سے وہ مصر سے فرار ہوئے تھے۔دوسرے ایک حاکم کے دربار میں یوں چلے جانا جو جاہ و جلال کی شراب میں یوں مست ہو چکا تھا کہ خود کو خدا سمجھتا تھا اور خود کو سجدہ کرواتا تھا۔ بھلا اس کے سامنے جا کر یوں اللہ کا پیغام دینا کوئی معمولی کام تھا۔اور دوسرا واقعہ ان جادوگروں کا' یوں فوراً بے خوف ہو کر ایمان لے آنا اور جس کو کچھ مدت پہلے وہ ہاتھ جوڑ کر انعام و اکرام کی درخواست کر رہے تھے۔سزا اور موت کے خوف سے بالکل بے نیاز ہو کر یوں کہنا کہ "کچھ نقصان کی بات نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا اس لیے کہ ہم اول ایمان لانے والوں میں ہیں۔(الشعراء آیات: 50-51)

سبحان اللہ وہ جس کے دل کو منور کر دے۔مقصد یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کی زندگیوں کا مقابلہ کیا جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی نسبتاً زیادہ مشکل دکھائی دیتی ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ قصہ یہاں بیان کیا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پرورش کا ذکر بڑی تفصیل سے سورۂ الاعراف' طٰہٰ' نمل اور قصص میں بتایا گیا ہے۔ ان کے معجزات جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے یہ سب کچھ سورۂ یونس اور سورۂ بنی اسرائیل میں بیان ہو چکا ہے۔

مقصد صرف یہی ہے کہ حق کی جیت ضرور ہوتی ہے اور حق کے جاں نثاروں کی مدد اللہ خود کرتا ہے۔فرعون کا لاجواب ہو کر غصہ میں الٹا سیدھا بیان دینا اور بالآخر عذاب الٰہی کا شکار ہونا بہت بڑی عبرت ہے۔مگر کفارِ قریش بڑے ہٹ دھرم اور ضدی تھے۔جس طرح قوم فرعون اتنے بڑے بڑے صریح معجزے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائی اسی طرح یہ بھی اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ تو آپ کو اللہ پر بھروسا رکھنا چاہیے اور یہ پیغام ہر مسلمان کے لیے ہے کہ حق کی حمایت میں تبلیغ و اشاعت دین میں جس قدر بھی

مشکلات پیش آئیں خوشی سے برداشت کرتے چلے جائیں اور یقین رکھیں کہ حق کی فتح ضرور ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چھوٹی سی جماعت نے فرعونیوں کے اتنے بڑے لاؤلشکر سے ٹکر لے لی۔ اور فرعونیوں کو اپنے فخر و غرور کی وجہ سے سخت تباہی دیکھنی پڑی اور پھر اللہ کی حکمت دیکھیے کہ پورا لاؤلشکر فرعون کی سربراہی میں موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں چل نکلا۔ مقصد یہی تھا کہ سب کے سب یکدم غرق ہو جائیں اور ان کی تمام جائیدادیں، مال ومتاع یہیں دھرارہ جائے اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا گیا۔ اہل عرب کو ان کی نافرمانی کفر وشرک کی سزا فوراً نہیں دی جارہی کیونکہ ان کو مہلت دی جارہی ہے۔ یہ بھی اللہ کی حکمت ہے۔ کیونکہ وہ بڑا غلبہ رکھنے والا اور مہربان ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی بعثت سے وفات تک بے شمار عنایات الٰہی سے بھری پڑی ہے۔ وہ اپنے مومن بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ نبی اور پیغمبر کی تو بات ہی اور ہے وہ بھلا اللہ کی مدد اور رحمت سے دور کیسے رکھے جاسکتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک اور جلیل القدر پیغمبر کی زندگی اور امت کا حال بیان کیا جارہا ہے ملاحظہ ہو:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ
اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ
اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ
تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ
خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾
وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ
هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا
تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ
سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا
هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ

إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ أَضَلَّنَآ إِلَّا
ٱلْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَٰفِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ
مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
ٱلْعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ ع 5/36/9

تو ان کو ابراہیم کا حال پڑھ کر سنا دو۔(69) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟(70) وہ بولے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔(71) ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں؟(72) یا تمہیں کوئی فائدہ دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟(73) انہوں نے کہا ”نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔(74) ابراہیم نے کہا کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو۔(75) تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔(76) وہ میرے دشمن ہیں مگر اللہ رب العلمین میرا دوست ہے۔(77) جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔(78) اور وہ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔(79) اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے۔(80) اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا۔(81) اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخش دے گا۔(82) اے رب! مجھے حکمت (دانش) سکھا اور نیکوکاروں میں شامل فرما۔(83) اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر نیک جاری رکھ۔(84) اور مجھے نعمتوں کی بہشت کے وارثوں میں کر۔(85) اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔(86) اور جس دن لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔(87) جس دن مال کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔(88) ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا وہ بچ جائے گا۔(89) اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی۔(90) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی۔(91) اور ان سے کہا جائے گا جن کو تم پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟(92) جن کو اللہ کے سوا پوجتے تھے کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟(93) تو وہ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔(94) اور شیطان کے لشکر سب کے سب جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔(95) وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے۔(96) کہ اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے۔(97) جب کہ تمہیں رب العلمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔(98) اور ہم کو ان گنہگاروں ہی نے گمراہ کیا تھا۔(99) تو آج نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے۔(100) اور نہ گرم جوش دوست۔(101) کاش ہمیں دنیا میں پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں۔(102) بیشک اس میں نشانی ہے مگر ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں۔(103) اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے۔(104)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ ان کی عزت واحترام اہل قریش یہود ونصاریٰ سب ہی کرتے ہیں مگر ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے آپ کے بارے میں سورۂ بقرہ، الانعام، مریم، الانبیاء میں بیان

ہو چکا اور آئندہ سورۃ الصّٰفّٰت اور الممتحنہ میں ہوگا۔

انہوں نے بت پرستی اور شرک کو مسترد کیا اور صرف اللہ کی عبادت کی ترغیب دی۔ صاف ظاہر ہے اللہ خالق اور مالک اور ہدایت دینے والا بھی ہے جبکہ بت اور دوسری چیزیں خود اس کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ آپ اتنے بڑے پیغمبر تھے کہ آپ کو اللہ نے خلیل اللہ یعنی اللہ کا دوست کہا، مگر آپ میں عاجزی و انکساری اس قدر تھی کہ جو ان کی دعا کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتی ہے اور یہی عاجزی اللہ کو پسند ہے اور وہ اپنے نیک بندوں کو انعام میں جنت اور برے لوگوں کو جہنم کی سزا دے گا۔ جہنم کا نقشہ اس قدر واضح اور خوف ناک انداز میں کیا گیا ہے کہ کوئی بھی عقل مند اس سے عبرت اور خوف حاصل کر سکتا ہے۔ اس قصہ میں نشانی کے دو پہلو ملتے ہیں۔

ایک یہ کہ اہل قریش اور یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنی نسبت جوڑنے میں فخر محسوس کرتے ہیں مگر انہی کی تعلیمات یعنی اسلام کی مخالفت زور وشور سے کر رہے ہیں۔ اسی توحید کی دعوت حضرت محمد ﷺ دے رہے ہیں تو اس کو ویسے ہی مسترد کر رہے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا۔

دوسری نشانی یہ ہے کہ قوم ابراہیم علیہ السلام دنیا سے مٹ گئی اپنے کفر وشرک کی وجہ سے مگر توحید کے علمبردار اور حضرت ابراہیم اولاد میں اسماعیل اور اسحاق اور آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے مقبول ترین انبیاء قرار دیے گئے اور ان کا نام قرآن پاک میں درود پاک میں اور بے شمار دعاؤں میں دنیا کے مسلمان دن میں کئی بار لیتے ہیں عزت واحترام سے لیتے ہیں اور قیامت تک لیتے رہیں گے اس کے مقابلہ میں مشرکین کا نام ونشان مٹ چکا ہے اور روز قیامت ان کا برا حال ہوگا۔ یہ سب کچھ جان کر بھی بہت سے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر ان کو موت تک مہلت دی جائے گی کیونکہ ''تمہارا رب غالب اور مہربان ہے۔'' (الشعراء آیت:104)

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ
رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ
الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي ۖ لَوْ
تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ
تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ
بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع 6 18 10

قوم نوح نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔(105) جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔(106) میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔(107) تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔(108) اور میں اس کام کا تم سے صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو اللہ رب العلمین کے پاس ہے۔(109) تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔(110) وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوئے ہیں۔(111) نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے ہیں۔(112) ان کا حساب اعمال میرے رب کے ذمہ ہے کاش تم سمجھو۔(113) اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔(114) میں تو صرف کھول کھول کر ڈرانے والا ہوں۔(115) انہوں نے کہا کہ "نوح اگر تم باز نہ آئے تو سنگسار کر دیے جاؤ گے۔(116) نوح نے کہا اے میرے رب میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا ہے۔(117) سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے۔ مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں انہیں بچا لے۔(118) پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا۔(119) پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔(120) بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔(121) اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے۔(122)

تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں تفصیلات سورۃ الاعراف، یونس، ھود، بنی اسرائیل، الانبیاء، المومنون اور الفرقان میں گزر چکی ہیں۔ یہاں دوبارہ اس کا ہلکا سا بیان ہو رہا ہے تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو اندازہ ہو سکے کہ ہر نبی اور ہر قوم ایسے ہی مراحل سے گزری ہے۔ مثلاً نبی ہمیشہ دلیل کے طور پر دو باتیں ضرور کرتا ہے۔ ایک یہ کہ میں تمہارے جیسا بندہ ہوں میری سیرت و کردار تمہارے سامنے ہے۔ جو کہ بالکل پاک صاف ہے دوسرا یہ کہ دعوت توحید اور کفر و شرک سے بچاؤ کی جو تدبیریں علم اور قانون جو میں تمہیں بتاتا ہوں اس کے لیے میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی اور اس کے حکم کے مطابق میں تمہیں ہدایات دیتا ہوں۔ اور پھر یہ اعتراض کہ نبی اور اس کے ماننے والے کم حیثیت لوگ کیوں ہوتے ہیں۔ امرا اور سردار ہمیشہ یہ اعتراض ضرور لگاتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام پر بھی یہ اعتراض ہوا اور پھر حسب معمول یہ الزام بھی لگایا گیا کہ صرف اپنے درجات بلند کرنے کے لیے لوگوں میں مقبول ہونے کے لیے یہ سب کیا جا رہا ہے۔ بہر حال جب قوم کے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کو دھمکی دی کہ آپ تبلیغ سے باز آ جائیں ورنہ آپ کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ یعنی انہوں نے آپ کو اور آپ کے پیغام کو پوری طرح رد کر دیا تو پھر تھک ہار کر حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی "اے میرے رب میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا ہے۔ سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے۔" (الشعرا آیات: 117 - 118)

تب اللہ نے ان پر پانی کا طوفان برپا کر دیا اور پوری نافرمان قوم ڈوب گئی سوائے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں

بیٹھنے والے لوگوں کے۔تو یہ انجام سمجھنے والے لوگوں کے لیے عبرت کا مقام ہے اور اللہ غالب و مہربان ہے ورنہ تم بھی عذاب میں آ چکے ہوتے۔اسی طرح قوم عاد کا ذکر بھی پہلے گزر چکا ہے دوبارہ صرف ان کے عذاب سے عبرت دلانے کے لیے بیان کیا جا رہا ہے۔

قوم عاد کا تذکرہ

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ هُوْدٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ إِنْ هٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع 7/18/11

عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔(123) جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ (124) میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔(125) تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔(126) اور میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ رب العلمین کے ذمہ ہے۔(127) بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔(128) اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے۔(129) اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔(130) تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔(131) اور اس سے جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو ڈرو۔(132) اس نے تمہیں مویشیوں اور بیٹوں سے مدد دی۔(133) اور باغوں اور چشموں سے۔(134) مجھے تمہارے بارے میں بڑے سخت دن کے عذاب کا خوف ہے۔(135) وہ بولے کہ ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے یکساں ہے۔(136) یہ تو اگلوں ہی کے طریقے ہیں۔(137) اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔(138) تو انہوں نے اس (ھود) کو جھٹلایا سو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔(139) اور بے شک تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔(140)

تشریح: سورۃ الاعراف اور سورۂ ھود میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔جسمانی مالی اور تمدنی لحاظ سے یہ قوم بے مثال تھی۔وہ لوگ

بجائے اللہ کا شکر کرنے کے انتہائی مغرور، سرکش اور نافرمان لوگ تھے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے ان کو توحید اور نیکی کی طرف بلانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ نافرمان بالکل نہ مانے آخر اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل شدید آندھی نے ان کو الٹ کر رکھ دیا اور یہ صرف ان کی نافرمانی اور بے راہروی کی سزا تھی۔ اللہ ہر چیز پر غالب ہے۔ بروں کو بڑی مہلت دیتا ہے کیونکہ مہربان ہے مگر آخر عذاب دینا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں یہ اس کی حکمت ہے کہ جب کوئی قوم حد سے گزر جاتی ہے تو پھر زمین کی صفائی اسی طرح ہوتی ہے کہ اس قوم کو جڑ سے ختم کر کے وہاں دوسرے لوگ آباد کر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کی بستیاں پہلے تو کھنڈروں کی صورت میں دکھائی دیتی تھیں مگر اب تو وہ احقاف کا پورا علاقہ ایک خوفناک ریگستان بن چکا ہے اور یہ عبرت حاصل کرنے کا بہت بڑا ثبوت موجود ہے۔ اسی طرح ثمود کا ذکر ہے۔

قوم ثمود اور قوم لوط اور حضرت شعیب کی قوم کا تذکرہ

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ
رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾
وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا
اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا
يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ
إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾
وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾
فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا ع 8 19 12
تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ
مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾
وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ

لَمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ
نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ
دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ ع 9 16 13
اَصْحٰبُ لْــَٔــيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾
وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ
اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ
السَّمَاۗءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا
كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾ ع 10 16 14

اور قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔(141) جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا ''تم ڈرتے کیوں نہیں؟(142) میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔(143) تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔(144) اور میں اس کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ اللہ رب العلمین کے ذمے ہے۔(145) کیا جو چیزیں تمہیں یہاں میسر ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے۔(146) باغات اور چشموں میں۔(147) کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں۔(148) اور تکلیف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔(149) تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہے پر چلو۔(150) اور حد سے بڑھنے والوں کی بات نہ مانو۔(151) جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔(152) وہ کہنے لگے کہ تم جادو زدہ ہو۔(153) تم تو صرف ہماری طرح کے آدمی ہو اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔(154) صالح نے کہا دیکھو! یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک دن تمہاری باری۔(155) اس کو کوئی تکلیف نہ دینا نہیں تو تم کو سخت عذاب آ پکڑے گا۔(156) تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر نادم ہوئے۔(157) سو ان کو عذاب نے آ پکڑا بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان

لانیوالے نہیں تھے۔(158) بیشک تمہارا پروردگار غالب اور مہربان ہے۔(159) اور قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔(160) جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے؟(161) میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔(162) تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔(163) اور میں تم سے اس کام کا بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ اللہ رب العلمین کے ذمے ہے۔(164) کیا تم اہل عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو۔(165) اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو' حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔(166) وہ کہنے لگے کہ لوط اگر تم باز نہ آئے تو شہر سے نکال دیے جاؤ گے۔(167) لوط نے کہا کہ میں تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں۔(168) اے میرے رب مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں کے وبال سے نجات دے۔(169) سو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔(170) مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔(171) پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا۔(172) اور ان پر مینہ برسایا سو جو مینہ ان لوگوں پر برسایا جو ڈرائے گئے تھے وہ برا تھا۔(173) بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔(174) اور بیشک تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔(175) اور بن کے رہنے والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔(176) جب ان سے شعیب نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟(177) میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔(178) تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔(179) اور میں اس کام کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو اللہ رب العلمین کے ذمہ ہے۔(180) دیکھو پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو۔(181) اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔(182) اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔(183) اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی خلقت کو پیدا کیا۔(184) وہ کہنے لگے کہ تم جادو زدہ ہو۔(185) تم اور کچھ نہیں ہم ہی جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔(186) اگر سچے ہو تو آسمان سے ہم پر ایک ٹکڑا لا گراؤ۔(187) شعیب نے کہا کہ جو کام تم کرتے ہو میرا رب اس سے خوب واقف ہے۔(188) تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا پس سائبان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔(189) اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔(190) اور بے شک تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔(191)

تشریح: موجودہ زمانہ میں بھی ایسے ہی بدمست' عزت و دولت میں مست ہو کر تمام اخلاقی' مذہبی اور تمدنی پابندیوں سے آزاد اور فخر و غرور میں ڈوبے ہوئے نافرمان لوگ بڑی تعداد میں موجود ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے غافل ہو کر گناہوں میں ڈوب کر زندگی گزار رہے ہیں جب بھی کوئی ان کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے تو بڑی بے نیازی سے جواب دیتے ہیں "اوہو کوئی بات نہیں بھئی دیکھا جائے گا۔ کچھ نہیں ہوتا۔ بس سب یونہی چلتا ہے۔ بھئی تم اپنی نصیحت اپنے پاس رکھو۔ اور کہنے والے کا خوب مذاق اڑاتے ہوئے اس کو بری طرح چپ کروا دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو سوائے اس مادی دنیا اس کے عیش و آرام جائز و ناجائز اور گناہ و مستی میں اس بات کا ہرگز خیال ہی نہیں آتا یہ سب کچھ عارضی اور مٹ جانے والا ہے۔ اگر کوئی چیز انسان کے لیے سودمند اور باقی رہ کر مدد کرنے والی ہے تو وہ تو صرف آخرت کی زندگی میں یہاں کے کیے گئے

اعمال ہی ہیں۔ اس کو سوچ کر زندگی گزارنا عقل مندی تقویٰ نجات اور پرہیز گاری کا سبب بن سکتا ہے۔ ورنہ تو دنیا میں بھی بالآخر عذاب اور آخرت میں تو عذاب یقینی ہوگا۔ دوسرا طبقہ منکرین کا ہے وہ بھی ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جیسی عادؑ ثمود اور حضرت شعیب کی قومیں کرتی تھیں۔ انسانی فطرت تو شروع دن سے ایک ہی ہے۔ کچھ لوگ نیک فطرت اور کچھ بدفطرت پھر اسی کے مطابق اعمال اور پھر اسی کے مطابق انجام بھی ہوگا۔

اللہ کا پیغام شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی مفہوم کی صورت میں نازل ہوتا رہا ہے۔ اللہ کیونکہ ابد سے ازل تک کے علم کا مالک ہے اس لیے تمام انبیاء کو ایک پیغام دیا گیا وہ ہے توحید' خوف الٰہی اور آخرت پر ایمان کی کیفیت پہلی کتابوں میں وقت کے ساتھ ساتھ کچھ تحریف ہوتی گئیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے جن میں سے تین سو پندرہ رسول (صاحب کتاب) تھے جیسا کہ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ تمام کتابیں اصل حالت میں موجود نہ رہیں تو اس لیے اللہ رب العزت نے اپنے تمام احکامات کو انسانی زندگی کے عین مطابق جمع کر کے آخری کتاب قرآن کی صورت میں آخری نبی پر نازل فرمائی اور ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ یہ کتاب اللہ کی حفاظت میں قیامت تک اصلی مضمون کے ساتھ موجود رہے گی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ صرف عربی زبان ایک ایسی زبان ہے جو شروع سے آج تک مفہوم' الفاظ' گرائمر' لہجے اور تلفظ کے لحاظ سے بالکل نہیں بدلی۔ کیونکہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے اس لیے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی بدولت زبان کی بھی حفاظت ہوگئی۔

قرآن پاک کا آغاز غارِ حرا میں دسمبر سنہ 609ھ میں ہوا اور 23 سال میں مکمل ہوا۔ قرآن کو لکھنے اور حفظ کرنے کا حکم نبی پاک ﷺ نے دیا جو کہ پہلے کبھی کسی کتاب کے لیے نہیں دیا گیا تھا۔ قرآن مجید کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو سمجھائی اور نازل فرمائی جو حدیث کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

بہر حال اس سے فائدہ وہی حاصل کر سکتے ہیں جو انسان کامل ہیں۔ عظیم اخلاق کے ماہرین متفقہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ "انسان کی زندگی جانوروں جیسی نہیں بلکہ اس کی زندگی کا کوئی عظیم مقصد ہے۔ یہ عظیم مقصد کیا ہے؟ فضائل اخلاق کا وہ سرچشمہ (مجموعہ) ہو اور سعادت اس کی منزل ہو۔ عظیم مقصد کے حصول کے لیے راستہ بہت مشکل ہے لیکن عزم صادق (سچا ارادہ) اور خلوص نیت کے سبب وہ غالب آ جاتا ہے اور اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اخلاق فضائل کا طالب (بہترین اخلاق والا) ان اوصاف (صفتوں) کا حامل ہوگا۔ حکمت' شجاعت' عفت اور عدالت۔" (از مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات)

مقصد یہ ہے کہ انسان میں اگر یہ تمام صفات نہ ہوں تو وہ شیطان کے قبضہ میں بڑی آسانی سے آ جاتا ہے اور جب شیطان کے قبضہ میں آ جاتا ہے تو پھر اسی کے راستے پر چل کر بدترین زندگی گزارنے لگتا ہے اسی طرح معاشرہ خراب ہوتے ہوتے پوری قوم خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ پچھلی تمام قوموں کے حالات بتا کر انسان کی اس کمزوری کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ دنیا میں بھی برا اور آخرت میں تو بہت ہی برا ہوگا۔ اللہ سے ہر وقت نیکی کی ہدایت اور شیطان کی شرارت سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ سچ ہے ہر مرض کا سرچشمہ ہماری بے جا خواہشات ہیں۔ اور جو خیر کے راستے پر چلتے ہیں اللہ بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ کا غالب ہونا اور مہربان ہونا سچ اور حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

قرآن کا عربی میں نزول اور عربی زبان کے گمراہ شعرا کا رد

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٩٢ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝١٩٣ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ
الْمُنْذِرِيْنَ ۝١٩٤ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝١٩٥ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٩٦ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً
اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝١٩٧ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝١٩٨ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ
مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝١٩٩ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝٢٠٠ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝٢٠١ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٠٢ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ
مُنْظَرُوْنَ ۝٢٠٣ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝٢٠٤ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝٢٠٥ ثُمَّ جَآءَهُمْ
مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝٢٠٦ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝٢٠٧ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا
لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝٢٠٨ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٢٠٩ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝٢١٠ وَمَا يَنْۢبَغِيْ
لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝٢١١ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝٢١٢ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝٢١٣ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝٢١٤ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢١٥ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٢١٦ وَتَوَكَّلْ عَلَى
الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٢١٧ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝٢١٨ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝٢١٩ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٢٢٠ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝٢٢١ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ
اَثِيْمٍ ۝٢٢٢ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝٢٢٣ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝٢٢٤ اَلَمْ تَرَ
اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝٢٢٥ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝٢٢٦ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ
ع 11 36 15 الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝٢٢٧

اور یہ قرآن اللہ رب العلمین کا اتارا ہوا ہے۔(192) اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔(193) اس نے تمہارے دل پر القا
کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں۔(194) اور فصیح عربی زبان میں کیا ہے۔(195) اور اس کی خبر پہلے (پیغمبروں)

کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔(196) کیاان کے لیے یہ سند نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔(197)اور اگر ہم اس کو کسی غیر اہل زبان پر اتارتے۔(198)اور وہ اسے ان لوگوں کو پڑھ کرسناتا تو یہ اسے کبھی نہ مانتے۔(199)اسی طرح ہم نے (انکارکو) گنہگاروں کے دلوں میں داخل کردیا۔(200) وہ جب تک درد دینے والا عذاب نہ دیکھ لیں گے اس کو نہیں مانیں گے۔(201)وہ ان پر ناگہاں آ واقع ہوگا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔(202)اس وقت کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی؟(203) تو کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کررہے ہیں۔(204) بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہیں۔(205) پھر ان پر وہ عذاب آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔(206) تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے ان کے کس کام آئیں گے۔(207)اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لیے ڈرانے والا پہلے بھیج دیتے تھے۔(208) تاکہ نصیحت کردیں اور ہم ظالم نہیں ہیں۔(209)اور اس قرآن کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔(210) یہ کام نہ ان کو سزاوار ہے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔(211)وہ آسمانی باتیں سننے کے مقامات سے الگ کردیے گئے ہیں۔(212) تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارنا ورنہ تم کو عذاب دیا جائے گا۔(213)اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنادو۔(214)اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے بتواضع پیش آؤ۔(215) پھر اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں۔(216)اور اللہ غالب اور مہربان پر بھروسہ رکھو۔(217) جب آپ قیام کرتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔(218) اور سجدہ کرنیوالوں کے درمیان بھی آپ کے پھرنے کو بھی۔(219) بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(220) اچھا میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟(221) ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔(222) جو سنی ہوئی بات اس کے کان میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔(223)اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔(224) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں؟(225)اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔(226) مگر جو لوگ ایمان لائے، نیک کام کیے، اللہ کو بہت یاد کرتے رہے، اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔(227)

تشریح: قرآن کی حقانیت' افادیت اور حفاظت کا ذکر ہو چکا اور یہ بھی کہ یہ عربی زبان میں ہی کیوں اترا؟ اس کے بارے میں مزید یہ کہ جہاں عربوں میں بہت سی برائیاں تھیں کچھ اچھائیاں بھی تھیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی زبان ''عربی'' کی بے حد حفاظت کرتے تھے۔ اسی لیے عربی زبان بے حد وسیع' جامع اور غیر متبدل (تبدیل نہ ہونے والی) زبان ہے۔ جبکہ باقی تمام زبانیں اپنی اصل سے بہت زیادہ ہٹ چکی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو صاف طور پر احکامات سنائے گئے ہیں اور ان کو اللہ کی ذات جو کہ بے حد مہربان ہے پر پورا بھروسہ رکھنے اور نیکی پر ڈٹے رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ شیطان کی پرزور مذمت کی گئی ہے اور شاعروں کو بھی قابل مذمت کہا گیا ہے سوائے ایسے شاعروں کے جن میں یہ چار صفات موجود ہوں۔

(1) وہ جو ایمان لے آئیں۔

(2) اور نیک عمل کرنے والے ہوں۔

(3) اللہ کو یاد کرنے والے ہوں۔

(4) کسی پر زیادتی کرنے والے نہ ہوں۔

ایسے شاعروں پر تو اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ اچھا کلام کہتے ہیں ورنہ تو شاعر کے قول اور عمل میں تضاد ہوتا ہے جو انسانیت کے بالکل خلاف ہے۔ ضمیر کی آواز پر دھیان نہ دے کر جو دنیا کی آلائشوں میں گم ہو جاتے ہیں وہ گویا خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں کیونکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔'' (الشعرا آیت:227)

سورت شعرا بفضل اللہ مکمل ہوئی۔ الحمد للہ

یہ پوری سورت شیطان اور انسان کی جنگ میں ہے۔ جو شیطان سے جیت گیا وہ مقبول الٰہی ہوا اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا وارث ہوا اور جو ہار گیا وہ شیطان کا ساتھی بن گیا اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی سزاؤں کا مستحق ہوا۔

تعارف سورۃ النمل

یہ سورت مکہ کے دورِ متوسط کی سورت ہے۔ کیونکہ اس میں بھی پہلی قوموں کی مثالوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی ہمت بندھائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ ایسا تھا کہ کفار مکہ نے مسلمانوں پر سختیوں اور ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے یعنی وہ نبی کو اور مسلمانوں کو بے انتہا تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔

اس سورت میں 93 آیات اور 7 رکوع ہیں۔ پہلی اور دوسری آیت میں قرآن کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں، پھر ایمان داروں اور آخرت کا انکار کرنیوالوں کا ذکر کیا ہے۔ جو آخرت کی حقیقت کو دل و جان سے مان لیتا ہے وہی کامیاب انسان ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے عاد، ثمود، فرعون کی مثال دی گئی کہ کیسے انہوں نے اللہ کا انکار کر کے دنیا و آخرت برباد کر لی، جبکہ ملکہ سبا نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر اللہ پر ایمان آخرت پر یقین کر کے دنیا میں ترقی اور آخرت میں کامیابی حاصل کر لی اور پھر ان دلیلوں کی روشنی میں موت و حیات، ایمان و شرک اور اللہ کی عظمت کا ذکر بڑے ہی اچھے اور مختصر انداز میں کیا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر آخرت پر ایمان لانا ہے کیونکہ آخرت کا ڈر ہی انسانی زندگی کو روشنی بخشتا ہے۔

قرآن مجید کے اوصاف، ایمانداروں اور کفار کا تذکرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۱﴾ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝٥ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝٦

طٰسٓ ۔ یہ قرآن اور کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔(1) مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔(2) وہ جو نماز قائم کرتے زکوٰۃ دیتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔(3) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے آراستہ کر دیے ہیں تو وہ سرگردان پھر رہے ہیں۔(4) یہی لوگ ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے اور وہ آخرت میں بھی بہت نقصان اٹھانے والے ہیں۔(5) اور تم کو قرآن اللہ حکیم وعلیم کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔(6)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی کئی مرتبہ قرآن پاک کی صفات بیان کی جا چکی ہیں۔ بہر حال اسلام کی یہ مقدس کتاب قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ ممتاز اور بہترین ہے۔ کیونکہ یہ تا قیامت پوری کائنات اور مخلوقات کے لیے مکمل آئین ہے۔ اس کے ذریعہ ہم ماضی حال اور مستقبل کو بڑی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں اور پھر یہ سائنسی حقائق کا سرچشمہ بھی ہے۔ مسلم سائنس دانوں نے جس قدر ایجادات کی ہیں جو کہ بے شمار ہیں سب کی بنیاد قرآن پاک کی مختلف آیات ہی پر ہے۔ سائنس کی بنیاد سچ ہے اور قرآن پاک پورے کا پورا سچ ہے۔ اس کی ہر آیت اتنی جامع اور آسان ہے کہ بدو ہو یا عالم دونوں کی ذہانت کے مطابق مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً دن اور رات کا بدلنا۔ بدو اور جاہل انسان اس سے کام اور آرام پھر دن تاریخ اور مہینے کا تعین کرتا ہے جبکہ ایک عالم فاضل سائنسدان دن رات کے ردو بدل سے بے شمار سائنسی نکات نکال لیتا ہے مثلاً سورج چاند اور زمین کا فاصلہ اور ان کا عمل اور ان کے وہ تمام اثرات جو انسان حاصل کرتا ہے۔ اور پھر ان کی بنیاد پر کئی ایجادات کر لی گئیں جو لوگوں کی سہولت اور آسانی کا باعث بنتی ہیں۔ یوں کہنا درست ہے کہ قرآن کی ہدایت مومنین کے لیے بشارت اور ہدایات کا مجموعہ ہے۔ مومن کی تعریف اللہ رب العزت یوں فرماتا ہے کہ وہ نماز' زکوٰۃ اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق خوشدلی اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتا ہے اور پھر آخرت پر مکمل طور پر یقین رکھتا ہے۔ آخرت پر یقین اصل میں انسان کو بہترین انسان بناتا ہے۔ جب تک ایک طالب علم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے اس کا نتیجہ اس کو ملے گا اور پھر اسی نتیجہ پر اس کی آئندہ زندگی کی ترقیوں اور کامیابیوں کا انحصار ہے۔ اس وقت تک اس محنت' توجہ اور کوشش میں وہ زور پیدا نہیں ہو سکتا جس کی اس کو اصل میں ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہمیں پتہ ہے کہ یہ دنیا عمل کرنے کی عارضی جگہ ہے مگر وقت بہت قیمتی ہے جیسے ہی یہ وقت ختم ہو گا ہم دنیا کو چھوڑ کر اپنے اعمال کے ساتھ عالم برزخ میں چلے جائیں گے پھر حساب کے دن اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ پھر اپنے کیے ہوئے اعمال کے مطابق ہمیشہ کے لیے یا جنت ملے گی یا دوزخ۔ ایسے میں کون بے وقوف ہو گا جو نیکی کے راستہ کو چھوڑ کر شیطان کی راہ پر چلے گا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کی نعمت ان کو دی گئی ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ بے شک یہ بہت بڑی نعمت اللہ کی

طرف سے انسان کو دی گئی ہے۔ اس اللہ کی طرف سے جو بڑی حکمت والا بھی ہے اور بہت زیادہ علم والا بھی ہے۔ اس کی حکمت اور اس کا علم کائنات کے ذرے ذرے میں دکھائی دیتا ہے۔ بس اس کو دیکھنے پرکھنے کے لیے نظر کی ضرورت ہے اور خلوص کی ضرورت ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا۔

کل کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

(علامہ ڈاکٹر اقبال)

قومِ موسیٰ کا ذکر باعثِ عبرت

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ
قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا
وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا
رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ
الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ
يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾
وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
ع 14/16 الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾

جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں رستے کا پتہ لاتا ہوں یا سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں تا کہ تم تاپو۔(7) جب موسیٰ اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ وہ جو آگ میں ہے بابرکت ہے اور وہ جو آگ کے اردگرد ہے اور اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے پاک ہے۔(8) اے موسیٰ میں ہی اللہ غالب اور دانا ہوں۔(9) اور اپنی لاٹھی ڈال دو! جب اس (موسیٰ علیہ السلام) نے اسے دیکھا تو سانپ کی طرح ہل رہی تھی' تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا' حکم ہوا کہ موسیٰ ڈرو مت' ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔(10) ہاں! جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں بخشنے والا، مہربان ہوں۔(11) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو بغیر کسی عیب کے سفید نکلے گا، (یہ دو معجزے) ان نو معجزوں میں سے ہیں جو کہ

فرعون اور اس کی قوم کے لیے کہ وہ بدکردار لوگ ہیں۔(12) جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔(13) اور بے انصافی اور غرور سے ان سے انکار کیا لیکن ان کے دل ان کو مان چکے تھے سو دیکھ لو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ (14)

تشریح: نبوت ملنے کا انداز بھی عجیب ہے حضرت محمد ﷺ کو غار حرا میں نبوت ملی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں ملی کہ آگ لینے گئے تو نبوت مل گئی اور ساتھ ہی دو معجزے بھی۔ ویسے آپ کو نو معجزے عطا کیے گئے تھے۔ آپ کے بارے میں اور آپ کی قوم اور فرعون کے بارے میں تفصیلاً سورۂ طٰہٰ رکوع 1 میں گزر چکا ہے۔ سورۃ الاعراف میں بھی یہ واقعہ کوہِ طور پر ہوا جو سطح سمندر سے تقریباً 5 ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے۔ یہاں رومی سلطنت کے پہلے عیسائی بادشاہ قسطنطین نے یادگار کے طور پر 365ء کے قریب وہاں ایک کنیسہ بنوا دیا۔ فرعون کے عبرت ناک انجام کی یہ کہانی ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور قدرت کی عجیب نشانیاں

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ
عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ
الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ
جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ
قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ
عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ڮ اَمْ كَانَ مِنَ
الْغَاۗىِٕبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾
فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ
وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا
وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ
عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ السجدة ٨
بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا
اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا
تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ ع 2 17 17
قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ
اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا
وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ
بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ
اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ
لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ
بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ
تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ
اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ
فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ
فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ
لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ
مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ
قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ
سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ
مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع 3 13 18

اور ہم نے داود اور سلیمان کو علم بخشا اور انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے بہت سے مومن بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔(15) اور سلیمان داود کے وارث بنے اور کہنے لگے "لوگو! ہمیں اللہ کی طرف سے جانوروں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہر چیز عنایت کی گئی ہے بے شک یہ اس کا صریح فضل ہے۔(16) اور سلیمان کے لیے جنوں' انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور وہ جماعت وار کیے گئے تھے۔(17) یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔(18) تو سلیمان اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہنے لگے اے پروردگار! مجھے توفیق عطا کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں انکا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔(19) اور جب انہوں نے جانوروں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کیا سبب ہے کہ ہُدہُد نظر نہیں آتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟(20) میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنے بے قصور ہونے کی) واضح وجہ بیان کرے۔(21) ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہُدہُد آ موجود ہوا اور کہنے لگا کہ "مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں آپ کے پاس اس شہر سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔(22) میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور اسے ہر چیز میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔(23) میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال انہیں آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو رستہ سے روک رکھا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔(24) اور کیوں نہیں وہ اللہ کو سجدہ کرتے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔(25) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔(26) سلیمان نے کہا "اچھا ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے؟(27) یہ میرا خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔(28) ملکہ نے کہا کہ "دربار والو! میری طرف ایک نامۂ گرامی ڈالا گیا ہے۔(29) وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ: شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔(30) اس کے بعد یہ کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔(31) خط سنا کہ کہنے لگی کہ اے اہل دربار! میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو جب تک تم حاضر نہ ہو (اور مشورہ نہ دو) میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں۔(32) وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور جنگجو ہیں اور حکم آپ کے اختیار میں ہے جو حکم آپ دیں اس کے انجام پر آپ غور کر لیں۔(33) اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ بھی کریں گے۔(34) اور میں ان کی طرف کچھ تحفے بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتا ہے؟(35) جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اپنے تحفے سے تم ہی خوش ہوتے ہو گے۔(36) ان کے پاس واپس جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی انہیں طاقت نہ ہو گی اور ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔(37) سلیمان نے کہا کہ "اے دربار والو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ

فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔(38) جنات میں سے ایک مضبوط جن نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت بھی حاصل ہے اور میں امانتدار بھی ہوں۔(39) اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں، جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ اور کرم کرنے والا ہے۔(40) سلیمان نے کہا کہ (ملکہ کی عقل کے امتحان کے لیے) اس کے تخت کی صورت بدل دو' دیکھیں کہ وہ سوجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو سوجھ نہیں رکھتے۔(41) جب وہ آپہنچی تو پوچھا گیا'' کیا آپ کا تخت بھی اسی طرح کا ہے''؟ اس نے کہا کہ یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے اور ہم کو پہلے ہی سلیمان کی عظمت اور شان کا علم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہیں۔(42) اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کرتی تھی' سلیمان نے اس کو اس سے منع کیا اس سے پہلے تو وہ کافروں میں سے تھی۔(43) پھر اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے جب اس نے اس کے فرش کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا' اور کپڑا اٹھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمان نے کہا ''یہ ایسا محل ہے جس کے نیچے بھی شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ وہ بول اٹھی کہ ''رب العزت میں اپنے اوپر ظلم کرتی رہی تھی اور اب میں سلیمان کے ہاتھ پر رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔(44)

تشریح: سیدنا داود علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں سورۃ الحجر اور الانبیاء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داود علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور یہ 965ء قبل مسیح میں جانشین ہوئے اور چالیس سال حکومت کی۔ ان کی سلطنت میں فلسطین شرق اردن اور کچھ حصہ شام کا شامل تھا۔ ان کے اس پورے قصہ سے جہاں اور بہت سی باتیں پتہ چلتی ہیں وہاں رب العزت کی طاقت' قدرت اور وحدانیت کا خاص طور پر اظہار ہوتا ہے۔ اور پھر جب ہم فرعون اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ جاہ و حشم' مال و دولت' عزت و وقار سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مگر یہ سب بہت بڑی آزمائش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ جو تو ان کو پا کر شکر بجا لائے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام ہر وقت اس کی تسبیح و تقدیس اور ذکر و شکر میں مصروف رہتے تو وہ اللہ کے مقبول ترین بندے شمار ہوئے اور انہوں نے ذکر و شکر کی بدولت دنیا و آخرت میں اپنے لیے بڑے مقامات حاصل کر لیے جب کہ فرعون نے اسی مال و دولت' عزت و طاقت کو غرور کا نشان بنا لیا اور خود کو خدا بنا بیٹھا تو اس کو اس جرم کی سزا دنیا میں مل گئی اور آخرت میں شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ بے حد نصیحت آموز اور دلچسپ ہے۔ آپ کو حکومت اور نبوت دونوں ملیں۔ حکومت ایسی کہ نہ پہلے کسی کو ملی تھی نہ بعد میں کسی کو ملے گی اس لحاظ سے کہ انسان جنات حیوان چرند پرند اور ہوائیں بھی آپ کے تابع فرمان تھیں مگر آپ انتہائی منکسر المزاج اور صابر و شاکر اور پکے مومن تھے۔ نیکی کے تصور میں یہ چیزیں آتی ہیں۔ ایمان' عبادات' صبر' شکر اور معاملات۔ حضرت سلیمان علیہ السلام میں یہ تمام چیزیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی اخلاقی اچھائیاں موجود تھیں۔ اور وہ دنیا میں بڑے

بہترین حاکم اور نبی گزرے ہیں۔ ان کی مثال سامنے رکھتے ہوئے زندگی کے اصول بنانے چاہییں۔

قوم ثمود اور سیدنا صالح علیہ السلام کا واقعہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ
اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا
يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا
مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ
بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو وہ دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے۔ (45) صالح نے کہا کہ اے قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی کرتے ہو اور اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (46) وہ کہنے لگے تم اور تمہارے ساتھی ہمارے لیے شگون بد ہیں صالح نے کہا کہ تمہاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے۔ (47) اور شہر میں نو شخص تھے جو فساد کیا کرتے تھے زمین میں اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔ (48) کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شبخوں ماریں گے پھر اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت وہاں گئے ہی نہیں اور ہم سچ کہتے ہیں۔ (49) اور وہ ایک چال چلے اور ہم نے ان کی چال انہیں پر لوٹا دی اور وہ کچھ شعور نہیں رکھتے تھے۔ (50) تو دیکھ لو کہ ان کی چال کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا۔ (51) اب یہ ان کے گھر ان کے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں۔ جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانی ہے۔ (52) اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی۔ (53)

تشریح: قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ تفصیلاً گزر چکا ہے سورۃ الاعراف، ھود، الشعراء۔ جب بھی کوئی نبی آتا ہے تو عام طور پر پہلے دو گروہ ضرور بنتے ہیں۔ ایک جو ایمان لے آتے ہیں اور دوسرا جو کفار ہونے کی وجہ سے ان کی مخالفت کرتا ہے۔

شہر میں 9 شخص کا ذکر آیا ہے۔ اصل میں یہ ایک قبیلہ کے 9 سردار تھے جو اپنی جماعتوں کے ساتھ ہر وقت مخالفت میں تیار بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ تین دن بعد تم پر عذاب آئے گا تو ان سرداروں کے بیٹوں نے آپ کو قتل کر دینے کی سکیم بنائی جو اللہ کی حکمت سے ناکام ہو گئی۔ اور پھر وقت مقرر پر ان پر اتنا شدید زلزلہ آیا کہ پوری بستی نیست و نابود ہو گئی۔ اب اس پر کئی لوگ حجت کرتے ہیں کہ زلزلہ قدرتی آفات میں سے ایک ہے اس کو عذاب کیوں کہا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج اس قدر ترقی کر چکنے کے بعد بھی زلزلہ کی نشاندہی اس قدر یقینی نہیں ہو سکتی جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے صاف بتا دیا کہ تین دن بعد تم پر عذاب آئے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ حکیم و دانا ہے قدرتی آفات کا آنا اللہ کے حکم اور قدرت میں ہے وہ جب چاہے جہاں چاہے آفت نازل کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور معافی مانگتے رہنا چاہیے تاکہ جو بھی غلطی ہو معاف ہو جائے لیکن جو لوگ بجائے معافی مانگنے کے الٹا گناہ و نافرمانی پر ڈٹے رہتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے پروگرام کے مطابق وقت مقرر پر زمین کو گنہگاروں کی غلاظت سے صاف کرنے کے لیے ان پر یکدم ایسا عذاب ڈالتا ہے کہ پھر سنبھلنے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔ اس لیے اہل عرب بلکہ تمام کفار و مشرکین کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن کی یہ خبر کہ "عذاب آجاتا ہے۔" نہ جھوٹی ہے اور نہ بے بنیاد۔ بلکہ جب ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھتے ہو اور ان کے بارے میں قرآنی تفصیلات پڑھتے ہو تو سوچ لو تم پر بھی عذاب الٰہی نازل ہو سکتا ہے۔ اس لیے وقت ہے خبردار ہو جاؤ۔ اسی طرح سیدنا لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔

سیدنا لوط علیہ السلام کا وعظ، قوم کا جرم اور عذابِ الٰہی

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ
4 14 19 الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

اور لوط کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ "تم بے حیائی کے کام کیوں کرتے ہو؟ اور حالانکہ تم دیکھتے ہو۔ (54) کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت حاصل کرنے کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم احمق لوگ ہو۔ (55) تو ان کی قوم کے لوگ بولے تو یہ بولے اس کے سوا ان کا کچھ جواب نہ تھا۔ کہ لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک بننا

چاہتے ہیں۔(56) تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی مگر ان کی بیوی کے لیے ہم نے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی۔(57) ہم نے ان پر مینہ برسایا سو جو مینہ ان لوگوں پر برسا جن کو خبردار کر دیا گیا تھا' برا برسا تھا۔(58) کہہ دو کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا' بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔(59)

تشریح: پچھلی قوموں کے حالات بیان کرتے ہوئے اب سیدنا لوط علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے یہ بھی تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے مختصراً یہ ہے کہ یہ قوم غیر فطری انتہائی برے فعل میں مشغول ہو چکی تھی اور کسی صورت اس برے کام کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا تو الٹا ان کو ہی شہر سے نکال دینے کا کہنے لگے۔ آخر کار قوم لوط پر پتھروں کی ایسی شدید بارش ہوئی کہ وہ بدکردار قوم نیست و نابود ہو گئی اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بن گئی۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے رب العزت فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ ''سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا: ''بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ اللہ کا شریک بناتے ہیں؟'' (آیت 59)

اَمَّنْ خَلَقَ پارہ نمبر20

توحید ربوبیت کے دلائل اور حقیقی اللہ کی پہچان

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ
ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾
اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ
الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ؕ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا
دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ؕ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ
يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ؕ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ
وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ
اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا
عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا ع
هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا
يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ
رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا
مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ

رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ
الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا
أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اور کس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔ تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگاتے' تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ ناانصافی کررہے ہیں۔(60) بھلا کس نے زمین کو قرارگاہ بنایا؟ اور اس کے اندر نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے' اور کس نے دو دریاؤں کے درمیان اوٹ بنائی؟ یہ سب کچھ اللہ نے بنایا تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔(61) بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے؟ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے۔ اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟ اور کون تم کو اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ ہرگز نہیں مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔(62) بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے؟ اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے؟ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ کی شان اس سے بلند ہے۔(63) بھلا کون خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو لوٹائے گا' اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے)۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) فرمادیں (کہ مشرکو!) اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔(64) فرمادیں کہ آسمانوں اور زمین میں غیب (چھپی چیزوں) کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔(65) بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہوچکا ہے' بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہورہے ہیں۔(66) اور جو لوگ کافر ہیں کہتے ہیں' "جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر قبروں سے نکالے جائیں گے؟ (67) یہ وعدہ ہم سے اور ہم سے پہلے باپ دادا سے ہوتا چلا آیا ہے۔ (کہاں کا اٹھنا اور کیسی قیامت) یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔(68) کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ گنہگاروں کا انجام کیا ہوا ہے۔(69) ان کے حال پر غم نہ کرنا اور نہ ان کی چالوں سے تنگ دل ہونا جو یہ کررہے ہیں۔(70) اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟۔(71) فرمادیں کہ جس عذاب کے لیے تم جلدی کررہے ہو۔ شاید اس میں سے کچھ تمہارے پاس نزدیک آپہنچا ہو۔(72) اور آپ کا رب تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ مگر ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔(73) اور جو باتیں ان کے سینوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جو کام وہ ظاہر کرتے ہیں' آپ کا رب ان سب کو جانتا ہے۔(74) اور آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر وہ کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔(75) بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کردیتا ہے۔(76) اور بے شک یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔(77) آپ کا رب

قیامت کے روز ان میں اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا' وہ غالب اور علم والا ہے۔ (78) آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں آپ کھلے حق پر ہیں۔ (79) کچھ شک نہیں کہ آپ مردوں کو بات نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں۔ (80) نہ اندھوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت دے سکتے ہیں۔ آپ تو انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ (81)

تشریح: یہ تو بالکل صاف ظاہر ہے کہ اللہ جو بہترین خالق ہے' قادرِ مطلق ہے' جس نے آسمان اور زمین بنائے مینہ برسایا' پھل پھول اور فصلیں اگائیں' زمین کو رہنے کے لیے ٹھکانا بنایا' نہریں بنائیں' پہاڑ اور دریا بنائے' ایسے دریا کہ جن کے درمیان ایک پردہ ہے کہ دونوں دریاؤں کا پانی باوجود اس کے کہ ساتھ چلتا ہے مگر آپس میں ملتا نہیں۔ یعنی کھاری پانی علیحدہ رہتا ہے اور میٹھا علیحدہ رہتا ہے۔ یہ سائنس کا کرشمہ ہے جو اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ اسی طرح بحروبر میں راستے دکھانے کا بندوبست اور ہواؤں کا انتظام۔ سورج زمین سے تین لاکھ تینتیس گنا بڑا ہے۔ اسی وجہ سے ایک آدمی کا وزن سورج پر 54 گنا ہو جاتا ہے۔ کائنات کی یہ وسعتیں۔ افلاک کی بلندیوں میں سورج' چاند' ستارے یہ سب کس نے بنائے ہیں۔ جو انتہائی منظم طریقہ سے ہر وقت اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ کروڑوں اربوں سال گزر گئے سب کچھ ویسے ہی بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا چلا جا رہا ہے۔ جبکہ انسان کے کیے ہوئے انتظامات آئے دن فیل ہوتے رہتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کون کر رہا ہے؟ تو ایک ہی جواب ملتا ہے۔ ''اللہ''۔ جو اکیلا ہے سب سے عظیم ہے۔ تو پھر ان کفار و مشرکین کی عقل پر افسوس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ دیکھ کر جان کر' استعمال کر کے پھر بھی اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں جن سے دعائیں مانگتے ہیں۔ جب کہ دعا قبول کرنا اور عنایات کرنا صرف اور صرف اللہ الہ العلمین کا ہی کام ہے۔ اور کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ وہی تو ہے جو مصیبتوں میں ہماری دعائیں سنتا ہے اور پھر ان مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔ اور ہمارے لیے رزق پیدا کرتا ہے اور بے شمار آسانیاں اور سہولتیں دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا تمام کائنات پیدا کی۔ غیب کا علم سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کے اور کسی کو نہیں۔ کیونکہ پیدا کرنے والا نشوونما کرنے والا پھر مارنے والا اور پھر اس کے بعد دوبارہ زندہ کر کے حساب لینے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ کفار و مشرکین تو اس لحاظ سے بالکل اندھوں کے برابر ہیں۔ آخرت پر نہ انکو یقین ہے نہ انکے آباؤ اجداد کو یقین تھا اس لیے ان کو بتا دوائے پیارے نبی ﷺ! کہ جس عذاب کے لیے یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ''لے آؤ'' وہ کوئی دور نہیں بلکہ قیامت عنقریب آنے والی ہے۔ اللہ کے علم میں اس کا وقت موجود ہے۔ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اس نے تو تمہیں مہلت دے رکھی ہے۔ پیغمبر بھیجتا رہتا ہے اور اب آخری کتاب قرآن مجید تمہاری نجات کے لیے بھیجی ہے جو ہر صورت تمہارے لیے رحمت ہی رحمت ہے۔ اگر تم نبی پر ایمان لے آؤ قرآن کو غور سے پڑھو اس پر عمل کرو تو دنیا و آخرت اچھی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے قرآن کو رحمت کہا گیا ہے۔ اور پھر یہ بھی یقین رکھنا ضروری ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کی بھیجی ہوئی نہیں بلکہ اس غالب اور حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے جو ہماری اور ہماری تمام کائنات کا اکیلا خالق و مالک اور رازق ہے۔ وہ تمام کاروبار انتظامات کو خوب اچھی طرح جانتا اور چلاتا ہے۔

انگلستان کا ایک ماہر طبیعات جارج ارل ڈیوس کہتا ہے کہ ''میں مدت سے کائنات کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایک ذرے سے لے کر آفتاب تک ہر جگہ ایک حیرت انگیز نظم و نسق پایا جاتا ہے۔ روشنی کی ہر شعاع' قطرۂ شبنم کی ہر لرزش اور ہر کیمیائی اور فطری تغیر پابند آئین ہے۔ یہ امر ناقابل تصور ہے کہ یہ نظم و ضبط اور یہ ترتیب کسی ناظم کے بغیر خود بخود وجود میں آ گئی' انسانی بدن میں کان' آنکھ' دل' جگر اور دماغ اس قدر پراسرار اور پیچیدہ مشینیں ہیں کہ انسان انہیں سمجھ تک نہیں سکتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا خالق کون ہے؟ جواب ایک ہی ہے۔ ''اللہ''۔ (از خدا موجود ہے صفحہ 1)

پھر آخر میں اللہ رب العزت اپنے پیارے نبی کو تسلی دیتے ہوئے یہی فرماتا ہے۔ ''تو تم اللہ پر بھروسہ رکھو تم تو کھلے حق پر ہو۔'' 79 کچھ شک نہیں کہ تم مردوں (مشرکین) کو بات نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو۔'' 80 اور پھر فرمایا کہ ''تم تو انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔'' (81 النمل)

قیامت قریب ہے' نیکو کاروں کو خوشخبری اور بدکاروں کے لیے وعید

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ
ع 6 16 2 كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ
يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا
الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ
يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ
اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ
الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ
وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ
هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ
حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ
اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ
ع 7 11 3 الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور جب ان کے بارے میں عذاب کا وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا، بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔(82) اور جس روز ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی جماعت بندی کی جائے گی۔(83) یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے تو اللہ فرمائے گا کہ "کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا؟ اور تم نے اپنے علم سے ان پر احاطہ تو کیا ہی نہ تھا۔ بھلا تم کیا کرتے تھے؟۔(84) اور ان کے ظلم کے سبب ان کے حق میں عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ تو وہ بول بھی نہ سکیں گے۔(85) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو اس لیے بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن بنایا ہے کہ اس میں کام کریں بے شک اس میں مومن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(86) اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب گھبرا اٹھیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔(87) اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ اپنی جگہ پر کھڑے ہیں مگر وہ اس روز اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے بادل یہ اللہ کی حکمت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بے شک وہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔(88) جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ تیار ہے اور ایسے لوگ اس دن گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔(89) اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔ تم کو تو انہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔(90) فرما دیں مجھے یہی کہا گیا ہے کہ اس شہر مکہ کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم اور ادب کا مقام بنایا اور سب چیز اسی کی ہے۔ اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا فرمانبردار رہوں۔(91) اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں تو جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدہ کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اور جو گمراہ رہتا ہے تو فرما دیں کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں۔(92) اور فرمائیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں ہے۔(93)

تشریح: ان آیات میں قربِ قیامت کا ذکر کرتے ہوئے دابة الارض کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ایک جانور زمین میں سے نکلے گا اور انسانوں سے باتیں کرے گا۔ مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ (1) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔ (2) دخان۔ (3) دابہ۔ (4) خروج یاجوج ماجوج۔ (5) نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ (6) دجال۔ (7) تین خسوف' ایک مغرب میں دوسرا مشرق میں تیسرا جزیرۃ العرب میں ہوگا۔ (8) ایک آگ جو قصرِ عدن سے نکلے گی۔

سید قطب شہید صاحب رحمہ اللہ ظلال القرآن میں فرماتے ہیں:

کہ تشریح کرتے وقت ہمیں چاہیے کہ قرآنی نص اور صحیح احادیث پر اکتفا کریں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ زمین میں سے اس قسم کا جانور نکلے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب توبہ کے دروازے بند ہو چکے ہوں گے' اب جو

لوگ جس عقیدے اور جس حالت میں ہوں گے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس وقت یہ جانور نکلے گا یہ ان کے ساتھ بات کرے گا۔ جب کہ جانور بات نہیں کرتے۔ یا ہم ان کی باتوں کو نہیں سمجھتے۔ لیکن آج سب لوگ اس جانور کی بات سمجھیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ یہ نشانی ہے جسے قیامت سے قبل آنا تھا۔ اس سے قبل وہ آیات الٰہیہ پر ایمان نہ لاتے تھے نہ ان کی تصدیق کرتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ سورۃ النمل میں ایسے مشاہدات اور عجائبات کا ذکر ہے مثلاً حشرات الارض کی آپس میں گفتگو، طیور کی گفتگو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان کی گفتگو کو سمجھنا۔ اسی ضمن میں دابۃ الارض اور لوگوں کے ساتھ اس کی گفتگو مضمونِ کلام کی ہم آہنگی کا اظہار ہے۔ اس طرح قرآن کریم کی ہر سورت میں مناظر، مثالیں اور مضامین ومفاہیم ومعانی بھی باہم متناسب بیان ہوئے ہیں۔

دابہ کے بارے میں مکمل طور پر معلوم نہیں ہو سکا اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ بس جتنا قرآن میں بیان کیا گیا ہے اسی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قیامت کا وقت تو اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں بس اس کے بارے میں بڑی سخت دہشت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بار بار اس دن کی سختی کا ذکر قرآن میں بیان ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کی قبل از وقت اطلاع دی گئی ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ پہلے سے تیاری کر لو۔ پھر مہلت کا وقت گزر جائے گا۔ یہاں قیامت اور روزِ حشر کا نقشہ بڑا ہی ہولناک کھینچا گیا ہے۔ تو بندوں کو چاہیے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں شکر ادا کریں اور توبہ کریں۔ اور پھر ایک سچے اور پکے مسلمان کے کردار کی تعریف کی گئی ہے۔ اور مسجد الحرام کی عظمت کی تعریف کی گئی ہے۔ پھر اللہ کو مالک وخالق ماننا اسی کی عبادت کرنا۔ آخرت پر یقین رکھنا اور اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ اعمال سے اللہ ہرگز بے خبر نہیں بلکہ وہ علیم وخبیر ہے۔ (آیت: 93)

خلاصہ سورۃ النمل

سورۂ نمل معرفت الٰہی یعنی اللہ کو پہچاننے، عبادت صرف اللہ کو لائق ہے، اس کے بھیجے گئے رسول کی عزت واحترام اور فرمانبرداری کے طریقے، اللہ کی بھیجی گئی کتاب کی تلاوت، غور اور پھر عمل کرنے کی ترغیبات سے بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ صراط مستقیم اپنا کر بہترین زندگی گزاری جائے صراط مستقیم کی پہچان قرآن مجید سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ تمام آسمانی کتابوں کا مجموعہ اور بہترین کتاب ہدایت ہے۔ اسی لیے اسے آخری کتاب کہا گیا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ رحمٰن ورحیم، علیم وخبیر نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ جو بھی اس کو غور اور توجہ سے پڑھے گا بہترین انسان بن جائے گا۔ مسلم بننے کے لیے قرآن مجید کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ کے حکم سے فرمایا۔ ''اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان بن کر رہوں اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں۔'' (آیات 91-92 سورۃ النمل)

غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کے لیے بھی تلاوت قرآن ضروری تھی۔ کیونکہ اس کے بہت سے فائدے ہیں۔

(1) تلاوت قرآن سے روحانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

(2) ، پیغمبر کیونکہ مسلمانوں کے لیے عملی زندگی کا نمونہ ہوتا ہے۔اس لیے تلاوت قرآن پاک ضروری تھی۔

(3) جب پیغمبر کو تلاوت قرآن کا حکم ہے تو امتی کیسے اس حکم سے علیحدہ رہ سکتے ہیں۔لہٰذا ہر مسلمان پر تلاوت فرض ہے۔

(4) کسی بھی عبادت کو سمجھنے کے لیے تلاوت قرآن بے حد ضروری ہے۔کیونکہ بار بار پڑھنے سے قرآن کی تاثیر انسان کو ضرور متاثر کرتی ہے جس کی وجہ سے دل میں نرمی اور لطافت و سرور پیدا ہوتا ہے۔جس سے جہالت اور بے علمی دور ہونے لگتی ہے اور اس طرح دل میں ہدایت کا نور مزاج میں یادالٰہی' حب الٰہی اور قرب الٰہی پیدا ہونے لگتا ہے اور یوں قرآن کے مضامین آسان' دلچسپ اور پراثر دکھائی دینے لگتے ہیں تلاوت کرنے والے اور سننے والوں کی دلی حالتوں کا اللہ تعالیٰ یوں ذکر کرتے ہیں۔''جب اللہ رحمٰن کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں۔(آیت:58 مریم آیات سجدہ)

قرآنِ پاک کی خاصیت ہی یہ ہے کہ یہ بار بار پڑھنے کی کتاب ہے۔جب بھی پڑھو نئے نئے خزانے حاصل کرو اور دنیا و آخرت میں سکون ہی سکون حاصل کرلو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان دنیا کی کسی چیز کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور نہ ہی کسی چیز سے اس قدر محبت اور دلی لگاؤ رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی سے وہ اس قدر ڈر اور خوف رکھتے ہیں جس قدر کہ وہ اللہ سے رکھتے ہیں اور نہ کسی کو اللہ کا شریک بناتے ہیں۔وہ کسی کے رتبہ' امارت یا پوزیشن سے مرعوب نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ دنیاوی عیش و آرام مال و دولت اور عزت و احتشام کے پیچھے اندھا دھند بھاگتے ہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تبارک تعالیٰ کے احکام کو سامنے رکھتے ہیں اور یوں مطمئن زندگیاں گزارتے ہیں۔وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔الحمدللہ کہ سورۃ النمل مکمل ہوئی۔

تعارف سورۃ القصص

سورۂ الشعرا' سورۂ نمل اور سورۂ قصص آگے پیچھے نازل ہوئی تھیں۔ان کا زمانہ یعنی مکی زندگی کا تقریباً درمیانہ دور تھا۔اسی لیے ان کا مضمون بھی تقریباً ملتا جلتا ہے۔اس میں اٹھاسی (88) آیات اور 9 رکوع ہیں۔

کچھ حقیقتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے یہاں بیان کی گئی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ملتی جلتی ہیں۔مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور پھر فرعون کے گھر میں ان کی پرورش اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ جو کرنا چاہتا ہے وہ چاہے ناممکن ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہترین اسباب پیدا کر دیتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔یہی تو اس کی حکمت' عظمت اور شان ہے۔

دوسرا اللہ تعالیٰ کا نبوت دینے کا انداز بھی بڑا نرالہ ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے تو نبوت مل گئی۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت کے لیے بیٹھتے تو وہاں ایک دن اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت مل گئی۔یہ چناؤ اللہ کے علم میں تو پہلے ہی ہوتا ہے پھر وقت مقرر پر بندے کو بتا دیا جاتا ہے کہ تم نبی بنا دیے گئے ہو۔

تیسرا یہ کہ جب اللہ کسی بندے سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کام کی نوعیت سے اس کو صلاحتیں عطا کر دیتا ہے۔ نبی بننے کے لیے مال و دولت اور دنیاوی جاہ و حشم کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے نیک کردار' مخلص' نرم دل' مہربان' منکسر المزاج' درویش صفت اور عزم و ارادے کا پکا انسان چاہیے سو یہ تمام صفات حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اور پیارے نبی ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

چوتھا یہ کہ قریش اور کفار مکہ بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ ویسے ہی معجزے دکھائیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ جب معجزات دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہ لائے تو پھر عذاب کا آنا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ فرعون پر آیا۔

پانچواں یہ کہ باہر سے آ کر عیسائی ایمان قبول کر رہے تھے تو ان سے شرم دلائی گئی۔

چھٹا یہ کہ جس خوبی اور معقولیت سے آپ ﷺ نے تمام واقعات سنائے وہ اس بات کی دلیل تھے کہ آپ واقعی اللہ کے بھیجے گئے رسول ہیں اور اللہ نے ہی آپ کو تمام حالات وحی کے ذریعے سے بتائے ہیں۔ کیونکہ ان تمام واقعات کا اس وقت جان لینا کسی انسان کے اختیار میں ہرگز نہ ہوسکتا تھا۔ تو یہ آپ کے سچے نبی ہونے کی دلیل تھی۔

ساتواں اور آخری مضمون جو اس سورت میں تقریباً آیت 57 سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں کفار کے اس بہانے کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے کیا کہ ہم جس زمانے میں رہ رہے ہیں یکدم اپنے مذہب' ثقافت' تمدن اور نظام اخلاق کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس طرح ہم دنیا میں مارے جائیں گے۔ تو اس کا جواب اللہ رب العزت کی طرف سے یہ دیا گیا کہ حق و باطل کا فیصلہ اللہ کی طرف سے دنیوی مفادات کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اخلاق حسنہ اور توکل علی اللہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے مومنین کو سلامتی کی راہ پر چلنے اور نیکی کی راہیں اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور پرورش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي

الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧﴾ فَالْتَقَطَهُ
آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا
خَاطِئِينَ ﴿٨﴾ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا
أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِنْ كَادَتْ
لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠﴾ وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ
قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١١﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ
قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ﴿١٢﴾
فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ
أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ ع 1 13 4

طٰسٓمٓ۔ (حروف مقطعات میں سے ہے۔) (1) یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔ (2) (اے محمد ﷺ!) ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومن لوگوں کو سنانے کے لیے صحیح صحیح سناتے ہیں۔ (3) کہ فرعون ملک میں سرکش ہو چکا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ کو یہاں تک کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا بے شک وہ مفسدوں میں تھا۔ (4) اور ہم چاہتے تھے کہ ملک میں جو لوگ کمزور کر دیے گئے ہیں' ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں ملک کا وارث کریں۔ (5) اور ملک میں ان کو قدرت دیں فرعون ہامان اور ان کے لشکر کو وہ چیزیں دکھا دیں جن سے وہ ڈرتے ہیں۔ (6) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ جب تمہیں اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا' نہ خوف کھانا اور نہ رنج کرنا' ہم اس کو واپس تمہارے پاس پہنچا دیں گے اور پھر اسے پیغمبر بنا دیں گے۔ (7) تو فرعون کے لوگوں نے اسے اٹھا لیا اس لیے کہ نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لیے موجب غم ہو۔ بے شک فرعون ہامان اور ان کے لشکر چوک گئے۔ (8) اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ "یہ میری اور تمہاری دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا' شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں" اور وہ انجام سے بے خبر تھے۔ (9) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا اگر ہم اس کا دل مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس غصہ کو ظاہر کر دیں غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں۔ (10) اور اس کی بہن سے کہا کہ پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی' اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ (11) اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دائیوں کے دودھ حرام کر دیے تھے۔ تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ "میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لیے اس بچے کو پالیں اور خیر خواہی سے اس کی پرورش کریں۔ (12) تو ہم نے اس طرح ان کو ان کی ماں کے پاس واپس

پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن یہ اکثر نہیں جانتے۔(13)

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے۔ سورۂ کہف میں خضر علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے پھر سورۂ طٰہٰ میں سورۂ نمل میں اور اب سورۂ قصص میں کچھ کچھ حصہ ضرورت کے مطابق آیا ہے۔ یہاں تدبیر الٰہی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ فرعون نے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے تمام اسرائیلی نوزائیدہ بچوں کو قتل کر دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ مگر اللہ کی تدبیر کے سامنے وہ اندھا ہو گیا اور اسی خاص اسرائیلی بچے کو خود پرورش کیا جو اس کا اصل دشمن تھا۔ اور اللہ نے اپنی حکمت اور تدبیر سے اس بچے کو اس کی ماں کے سپرد بھی کروا دیا بلکہ ماں کو دودھ پلانے اور پرورش کرنے پر ایک دینار روزانہ بھی ملتا تھا۔ اور یوں وہ فرعون ظالم و جابر اور اس کے درباری اللہ کی تدبیر کے سامنے بے بس ہو گئے اور ان کو پتہ تک نہ چلا کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔

اصل میں بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں ہجرت کر کے مصر میں آ گئے تھے اور فرعون کو ان سے خطرہ تھا کہ کہیں بغاوت کر کے اس کا تختہ نہ الٹ دیں۔ اس لیے اپنی رعایا سے تو جو ظلم کرتا تھا وہ تو تھا ہی بنی اسرائیل کے ساتھ تو حد درجہ ظلم و ستم کرتا تھا اسی سلسلہ کی یہ کڑی تھی کہ بنی اسرائیل کے گھر جو بچہ پیدا ہوتا اسے قتل کر دینے کا حکم تھا۔ اگر بچی پیدا ہوتی تو قتل نہ کرتے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کو انتہائی ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر اپنے آپ سے دور کر دیا جائے یعنی ان کی اپنی قومی انفرادیت بالکل ختم کر دی جائے۔ مگر اللہ کی مرضی یہ تھی کہ اولادِ یعقوب کو ظلم و ستم سے نجات دلا کر وہاں کا سردار بنا دیا جائے اس کے بارے میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہاں خاص طور سے اللہ کی حکمت، تدبیر اور حق کی مدد کو نمایاں کیا گیا ہے اور آئندہ کامیابیوں کی بشارت دی گئی ہے۔ تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن اور مضبوط رہیں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کی تدبیر کے سامنے بندے کی تدبیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور حق کو اللہ کبھی تنہا نہیں چھوڑ دیتا۔ اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی اور ہجرت کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے جو اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

ظلم کے خلاف جہاد ہجرت اور مدین میں قیام

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾
وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ
شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ
فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ
بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا
يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ

مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ
تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا
تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ
يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ
مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢١﴾ ع 2 8 5

اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچے اور بھر پور جوان ہو گئے تو ہم نے ان کو علم اور حکمت عطا کیا اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(14) اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے تھے ایک تو موسیٰ کی قوم کا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا تو جو شخص اس کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو دشمنوں میں سے تھا اس کے خلاف مدد طلب کی تو انہوں نے اس کو مکہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا' کہنے لگے کہ یہ ہوا شیطان کے کام سے بیشک وہ انسان کا دشمن اور صریح بہکانے والا ہے۔(15) بولے کہ "یارب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے" تو اللہ نے ان کو بخش دیا' بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(16) بولے "اے رب العزت! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں آئندہ کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔(17) الغرض صبح کے وقت ڈرتے ڈرتے شہر میں داخل ہوئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے، تو اچانک وہی شخص جس نے کل مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے' موسیٰ نے اس سے کہا کہ "تو تو صریح گمراہی میں ہے۔(18) جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ یعنی موسیٰ کی قوم کا آدمی بول اٹھا" کہ جس طرح تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا' اسی طرح چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو۔ تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم وستم کرتے پھرو اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکوکاروں میں ہو۔(19) اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا اور بولا "موسیٰ شہر کے رئیس تمہارے بارے میں صلاحیں کرتے ہیں کہ تم کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔(20) موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے اور دعا کرنے لگے کہ "اے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔(21)

تشریح: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو بڑے خوبصورت پڑھے لکھے باشعور' پاکیزہ' نیک' نرم دل' متقی اور پرہیزگار جوان تھے۔ ملک میں چاروں طرف پھیلا ہوا ظلم وستم ان کو کسی صورت بھی اچھا نہ لگتا تھا۔ کیونکہ اس وقت کے حاکم اور وزراء کی پالیسی یہ تھی کہ رعایا کی بجائے اپنے تاج وتخت کی زیادہ فکر کی جائے تو اس کے لیے ان کو یہ پالیسی زیادہ پسند تھی کہ رعایا کو آپس میں کسی نہ کسی طرح لڑائے رکھو تا کہ وہ حکمرانوں کی زیادتیوں کی طرف نہ متوجہ ہوں اور نہ ہی احتجاج کریں بس آپس میں ہی لڑتے مرتے رہیں۔ اس لیے ملک میں امن وامان نام کی کوئی چیز نہ تھی اور خاص طور سے بنی اسرائیل کیونکہ باہر سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے اس لیے ان پر تو حد سے زیادہ ظلم وزیادتی کی جاتی تھی حضرت موسیٰ ان کو دیکھ کر بہت پریشان ہوتے تھے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں

بتایا گیا ہے کہ غلطی سے ایک قبطی کا قتل ان سے ہو گیا تھا جو کہ شیطان کا کام ہی لگتا تھا۔ بہر حال آپ نے اس پر توبہ استغفار کیا مگر حکومت کی طرف سے پکڑ کے خوف سے آپ وہاں سے ہجرت کر گئے آگے ملاحظہ ہو:

ہجرت، مدین میں قیام، فرعون کی طرف واپسی

موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے سرفرازی

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ
مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى
لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَآءَتْهُ
اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ
لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾
قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾ قَالَ
اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ
عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾ ع فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ ع 3/7 6
جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ
جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ
فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَاَنْ اَلْقِ
عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا
تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۟
وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ؕ

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ
يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا
يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا
بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ
مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا
يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ
لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا
يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾
وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا ع 4 14 7
مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا
كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ
ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ
الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾

اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے "امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا رستہ بتائے۔ (22) اور جب مدین کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہو رہے ہیں اور اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان کے ایک طرف دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے کہا "تمہارا کیا کام ہے"؟ وہ بولیں کہ "جب تک چرواہے اپنے جانوروں کو لے نہ جائیں ہم پانی

نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔(23) تو موسیٰ نے ان کے لیے بکریوں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف چلے گئے اور بولے ”پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔(24) تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک عورت جو شرماتی لجاتی چلی آ رہی تھی موسیٰ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ”تم کو میرے والد بلاتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی تم کو اجرت دیں۔“ جب وہ ان کے پاس آئے اور ان سے اپنا معاملہ بیان کیا تو انہوں نے کہا ”کچھ خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔(25) ایک لڑکی بولی کہ ”ابا جان ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے کہ جو توانا اور امانت دار ہو۔(26) انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ ”میں چاہتا ہوں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس معاہدے پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو گے اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہے اور میں تم پر زیادتی کرنا نہیں چاہتا تم ان شاء اللہ مجھے نیک انسانوں میں پاؤ گے۔(27) موسیٰ نے کہا کہ ”آپ میں اور مجھ میں یہ عہد پکا ہوا میں جو مقررہ مدت چاہوں پوری کر دوں گا پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔(28) جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر چلے تو طور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ ”تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آئی ہے شاید میں وہاں سے رستے کا کوئی پتہ لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم تاپو۔(29) جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی کہ ”موسیٰ میں تو اللہ رب العلمین ہوں۔(30) اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو۔ جب دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ہم نے کہا کہ ”موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن پانے والوں میں ہو۔(31) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔ اور خوف دور ہونے کی وجہ سے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو۔ یہ دو معجزے تمہارے رب کی طرف سے ہیں۔ ان کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔(32) موسیٰ نے کہا اے رب العزت! ان میں سے ایک شخص میرے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے سو مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں مجھے مار نہ ڈالیں۔(33) اور ہارون میرا بھائی کہ اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔(34) اللہ نے فرمایا ”ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے تو ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے، تم اور تمہاری پیروی کرنے والے غالب رہیں گے۔(35) اور جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ ”یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کھڑا کیا ہے اور یہ باتیں ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو کبھی سنی نہیں۔(36) اور موسیٰ نے کہا کہ ”میرا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے حق لے کر آیا ہے اور جس کے لیے عاقبت کا گھر (بہشت ہے) بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔(37) اور فرعون نے کہا کہ ”اے اہل دربار! میں تمہارا اپنے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا تو ہامان میرے لیے گارے کو آگ لگا کر اینٹیں پکا دو پھر ایک اونچا محل بنا دو تا کہ میں موسیٰ کے رب کی طرف

چڑھ جاؤں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔(38) وہ اور اس کے لشکر ملک میں خواہ مخواہ مغرور ہو رہے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔(39) تو ہم نے ان کو اور ان کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا میں ڈال دیا۔ سو دیکھ لو ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔(40) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا وہ لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔(41) اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں ہوں گے۔(42) اور ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت' ہدایت اور رحمت ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔(43) اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا تو آپ طور کی غرب کی طرف نہیں تھے اور نہ اس واقعہ کو دیکھنے والوں میں تھے۔(44) لیکن ہم نے موسیٰ کے بعد کئی امتوں کو پیدا کیا پھر ان پر مدت طویل گزر گئی اور نہ آپ مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے۔ ہاں ہم ہی تو پیغمبر بھیجنے والے تھے۔(45) اور نہ آپ اس وقت جب کہ ہم نے موسیٰ کو آواز دی طور کے کنارے تھے بلکہ آپ کا بھیجا جانا آپ کے رب کی رحمت ہے تا کہ آپ ان لوگوں کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا ہدایت کریں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔(46)

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام فرعون اور ہامان کا واقعہ پہلے موقع کی مناسبت سے بیان کیا جا چکا ہے یہاں پھر اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ واقعہ آپ کی زبانی اہل مکہ کو سنایا گیا تا کہ اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ آپ واقعی اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ پر اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ تمام حالات گزری ہوئی قوموں کے نازل ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس وقت نہ تو تاریخی کتابیں تھیں اور پھر آپ تو تھے بھی اُمی۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جس خوبصورت اور وضاحت سے آپ نے بیان کیا ہے حالانکہ نہ تو آپ اس وقت وہاں موجود تھے اور نہ ہی کسی سے آپ کو یہ تمام معلومات اتنی سچی اور پکی مل سکتی تھیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آپ سے صدیوں پہلے گزر چکا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی رحلت کے بعد بے شمار نسلیں آئیں اور گئیں جو کتاب تورات آپ پر نازل ہوئی تھی کچھ مدت طویل گزرنے سے اور دنیا طلب لوگوں کی بدنیتی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے مضامین کے لحاظ سے کافی حد تک بدل دی گئی تھی یا ختم کر دی گئی تھی یہاں تک کہ تورات میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا جو ذکر کیا گیا تھا وہ بھی لوگوں کے ذہنوں سے بالکل مٹ چکا تھا۔ تو ایسے حالات میں یہ واقعہ جو آپ لوگوں کو پوری صحت کے ساتھ سنا رہے ہیں یہ سوائے وحی یعنی اللہ کی رہبری کے آپ کیسے سنا سکتے تھے تو یہ بھی آپ کے نبی ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔ اور پھر آیت :46 میں یہی وضاحت کی گئی ہے کہ یعنی اللہ نے آپ کو اس قوم کی طرف بھیجا ہے جس میں مدت سے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ ہدایت نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی بلکہ ہر طرف جہالت' کفر' شرک اور بدامنی کی فضا پھیلی ہوئی تھی۔ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کو ہدایت دیں اور ان کو حق و باطل کی پہچان کروائیں دوزخ سے ڈرائیں اور جنت کی خوشخبری دیں۔

نبی کو بھیجنے کا مقصد' نیک وبد کا فرق اور مشرکین کا انجام

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا
رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا
قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا
سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى
مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ
اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ع 5 8 8
مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا
كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ النصف
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا
لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ
اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ
الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ
كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ
بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ
الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ ع 6 10 9
وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ
الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ
اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ
يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾

اور (اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ) ایسا نہ ہو کہ اگر ان اعمال کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت واقع ہو تو یہ کہنے لگیں کہ "اے رب تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے۔ (47) پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ "جیسی نشانیاں موسیٰ کو ملی تھیں ویسی اس کو (محمد ﷺ) کیوں نہیں ملیں۔" کیا جو نشانیاں پہلے موسیٰ کو دی گئی تھیں انہوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟ کہنے لگے کہ "دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے موافق اور بولے کہ ہم سب سے منکر ہیں۔ (48) فرما دیں کہ اگر سچے ہو تو تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ تاکہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔ (49) پھر اگر یہ آپ کی بات نہ مانیں تو جان لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (50) اور ہم پے در پے ان لوگوں کے پاس ہدایت کی باتیں بھیجتے رہے تاکہ نصیحت پکڑیں۔ (51) جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آئے۔ (52) اور جب قرآن ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے اور ہم تو اس سے پہلے کے فرمانبردار ہیں۔ (53) ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا۔ کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (54) اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ "کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ تم کو سلام۔ ہم جاہلوں کے چاہنے والے نہیں ہیں۔ (55) (اے محمد ﷺ!) آپ جس کو دوست رکھتے ہیں اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (56) اور کہتے ہیں کہ "اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اچک لیے جائیں۔" کیا ہم نے ان کو حرم میں جگہ نہیں دی؟ جو امن کا مقام ہے وہ جگہ جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ (57) اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی خوشحالی پر اترا رہے تھے۔ سو یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم اور ان کے پیچھے ہم ہی ان کے وارث ہوئے۔ (58) اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس وقت کہ وہاں

کے لوگ ظالم ہوں۔(59) اور جو چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے' اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟ (60) بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اس نے اسے حاصل کر لیا تو کیا وہ اس شخص سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے دیے پھر وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں ہو جو ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔(61) اور جس روز اللہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا؟ (62) تو جن لوگوں پر عذاب کا حکم صادر ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے کہ ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کو بھی گمراہ کیا تھا' اب ہم تیری طرف متوجہ ہو کر ان سے بیزار ہوتے ہیں یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔(63) اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ۔ تو وہ ان کو پکاریں گے اور وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور جب عذاب کو دیکھ لیں گے تو تمنا کریں گے کہ "کاش وہ ہدایت پا لیتے۔(64)

تشریح: کفار و مشرکین کی خصلتیں ہر زمانے اور ہر دور میں ایک سی ہی رہی ہیں۔ آج کا دور باوجود ترقی کرنے کے اور علم و فضل میں کافی ترقی کر جانے کے کفار وہی ہٹ دھرمی اور ضد رکھتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں رکھتے تھے۔ کبھی کہتے موسیٰ جیسے معجزے دکھاؤ کبھی کہتے موسیٰ علیہ السلام جیسی کتاب لاؤ۔ حالانکہ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی وہ لوگ ایمان نہ لائے تو اہل عرب کیسے ایمان لا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور حکیم ہے اس لیے وہ نبی بھیجتا رہا تا کہ قیامت کے دن یہ الزام نہ لگے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہ چلا۔ اصل میں انسان کامل کی صفت یہ ہے کہ وہ گمراہی سے بچ کر نیکی کی راہ اختیار کر لیتا ہے لیکن ایک خبیث فطرت انسان اس وقت تک نیکی اختیار نہیں کر سکتا جب تک میدان حشر میں اس کا سامنا اپنے اعمال کے مطابق دوزخ سے نہ ہو جائے۔ اور وہ وقت صرف افسوس کرنے کا ہو گا۔ جو لوگ انسان کامل ہیں یعنی ان کے اندر چار اخلاقی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ حکمت' شجاعت' عفت اور عدالت۔ تو ایسے لوگ نیکی بدی کا فرق بہت جلد سمجھ جاتے ہیں اور پھر اس کو اپنانے کے لیے ان کو زیادہ مشکل پیش نہیں آتی وہ بڑی جرأت سے باپ دادا کے غلط راستوں کو چھوڑ کر نیکی اور سعادت کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ان اخلاقی صفات سے محروم ہوتے ہیں وہ بھٹکتے رہتے ہیں اور سعادت مند لوگوں پر الٹے سیدھے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ احساس کمتری کا شکار ہو کر ہر قسم کا گناہ بڑی خوشی سے کرتے چلے جاتے ہیں اور بالآخر گناہوں اور بدکرداریوں کا خزانہ لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ نے پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ جو اہل ایمان ہیں وہ صبر کرتے ہیں۔ برائی کو دور کرتے ہیں۔ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ بیہودہ گفتگو اور کاموں سے دور رہتے ہیں۔ شر و فساد سے بچتے ہیں۔

فارابی ایک عظیم مفکر اور سائنسدان قدرت کے نظام کی یوں تعریف کرتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ اس دنیا کا منتظم اور مدبر ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ حق کی طرف رجوع کرے اور اللہ کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔ پاکیزہ اور فطری زندگی یہ

ہے کہ انسان تفکر اور تدبر سے کام لے وہ اس جاہلانہ زندگی کو ترک کر کے سعادت کی طرف لوٹ آئے۔ صحیح تفکر اور تدبر، پاکیزہ خیالات، اعمال صالح، حسن اخلاق انسان کے دل و دماغ کو روشن کر دیتے ہیں اللہ کی عظمت کا اظہار، نماز، روزہ، تسبیح و تقدیس اور اعمال صالح اس کی زندگی کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ اللہ بزرگ و برتر اس بندے سے خوش ہوتا ہے اور موت کے بعد وہ عظیم الشان صلہ کا مستحق ہوتا ہے۔'' (از مسلمان سائنسدان اور ان کی خدمات مصنف ابراہیم عمادی)

اوپر بیان کیے گئے اخلاقی اوصاف کے علاوہ جو بھی زندگی ہوگی وہ قابل سزا زندگی ہوگی۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر جو خود اپنے اوپر ظلم کرے تو اس کو سزا ضرور ملے گی۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآن میں آیا ہے۔ ''اور جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش وہ ہدایت پا لیتے۔'' (آیت: 64 القصص)

میدانِ حشر میں پوچھ گچھ اور اللہ کی قدرتیں

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور جس روز اللہ ان کو پکارے گا اور پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟ (65) تو وہ اس دن خبروں سے اندھے ہو جائیں گے اور آپس میں کچھ بھی نہ پوچھ سکیں گے۔ (66) لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کیے تو امید ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں ہو۔ (67) اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے ان کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک اور بالاتر ہے۔ (68) اور ان کے سینے جو کچھ چھپاتے اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں آپ کا رب اس کو جانتا ہے۔ (69) اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (70)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ بتایا گیا ہے کہ حشر کے میدان میں کفار و مشرکین حیران و پریشان بے سہارا سخت بے بسی کے عالم میں ادھر سے ادھر مارے مارے پھریں گے کوئی سفارش کرنے والا اور کوئی بچانے والا ان کو دکھائی نہ دے گا اور ان کے معبود بھی ان کا ساتھ چھوڑ جائیں گے یہ کہتے ہوئے کہ ''جب ہم نے ان کو گمراہی کی طرف بلایا اور پیغمبر نے ان کو حق کی طرف بلایا تو انہوں نے اپنی عقلوں سے کیوں کام نہ لیا؟ اور کیوں اندھوں کی طرح ہمارے پیچھے لگ گئے؟ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں یہ جانیں

اوران کا کام۔'' عام زندگی میں بھی ہر شخص کو یہ سوچ سمجھ کر دوسرے کی بات ماننی چاہیے۔ کہ آیا یہ راستہ ہمارے لیے دوزخ کا راستہ تو نہیں؟ جو لوگ آج اس دنیا میں اتنی سمجھ رکھتے ہیں تو وہ اپنے گزرے ہوئے یا ناسمجھی میں کیے گئے گناہوں پر نادم ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور اپنی زندگیوں کو آخرت کے لیے وقف کر دیتے ہیں تو ایسے ہی مقبول الٰہی لوگ اللہ کی عظمت کو پہچانتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ کارمختار قادرِ مطلق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ کیونکہ کوئی طاقت ایسی نہیں کہ جو اس کی طرح انسان کو اور تمام کائنات کو پیدا کر سکے۔ اور ہر مسلم یہ جانتا ہے کہ دنیا و آخرت کے تمام معاملات اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور اسی کی طرف مرنے کے بعد سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ ہی برتر و بالا ہے۔

اللہ کی برتری کی نشانیاں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع 7/15/10

کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کی تاریکی کیے رکھے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں۔ (71) فرما دیں تو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن کیے رکھے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے کہ تم کو رات لا دے جس میں تم آرام کرو، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟۔ (72) اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات کو اور دن کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اس میں اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ شکر کرو۔ (73) اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ ''میرے وہ شریک جن کا تمہیں دعویٰ تھا کہاں ہیں۔ (74) اور ہم ہر ایک امت میں سے گواہ نکال لیں گے پھر کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو تو وہ جان لیں گے کہ سچ بات اللہ کی ہے اور جو کچھ وہ بہتان باندھا کرتے تھے ان سے جاتا رہے گا۔ (75)

تشریح: یہ تمام باتیں اللہ کی نشانیاں، اس کی رحمتیں، برکتیں اور فضل و کرم جو اس نے انسانوں کی سہولیات کے لیے پیدا کر رکھا ہے۔ عقل مند، سوجھ بوجھ رکھنے والے اور نیک فطرت لوگوں کے لیے اللہ کی راہ اختیار کرنے اس کو معبودِ برحق ماننے کے لیے بہت کافی ہے۔ پھر راہبری اور ہدایت کے لیے ہر امت میں سے رسول، نبی اور پیغمبر بھیجے گئے۔ صرف اس لیے کہ لوگوں کی راہبری کریں۔

قارون کی سرکشی اوراس کا انجام بد

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ
لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾
وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ كَمَا
أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ
إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ
مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ
عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ
قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ
لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ
فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿٨١﴾ وَأَصْبَحَ
الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ
عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ۖ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٢﴾ ع 8/7 11
تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا
يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ
الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٨٥﴾

قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں جب اس سے اسکی قوم نے کہا کہ اتنا اتراؤ نہیں بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (76) اور جو مال تم کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کرو اور دنیا میں اپنا حصہ مت بھلاؤ۔ اور جیسی بھلائی اللہ نے تم سے کی ہوئی ہے ویسی بھلائی تم بھی لوگوں سے کرو اور ملک میں فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش نہ کرو (پسند) کیونکہ اللہ فساد پھیلانے والوں کو

دوست نہیں رکھتا۔(77) بولا کہ "یہ مال مجھے میری دانش مندی سے ملا ہے۔ کیا اس کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر تھیں اور تعداد میں اس سے زیادہ تھیں' ہلاک کر ڈالی ہیں۔ اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔(78) تو ایک دن قارون بڑی آرائش اور ٹھاٹھ سے اپنی قوم کے سامنے نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ "جیسا مال و متاع قارون کو ملا ہے' کاش ایسا ہی ہمیں بھی ملے۔ وہ تو بڑا ہی خوش نصیب ہے۔(79) اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ "تم پر افسوس' مومنوں اور نیکوکاروں کے لیے جو ثواب اللہ کے پاس تیار ہے وہ کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔(80) پس ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہوئی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔(81) اور وہ لوگ جو کل اس کے رتبہ کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے "ہائے شامت! اللہ ہی تو اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا' ہائے خرابی! کافر نجات نہیں پا سکتے۔(82) وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔(83) جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس سے بہتر صلہ موجود ہے' اور جو برائی لائے گا تو جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو بدلہ بھی اسی طرح ملے گا جس طرح کے وہ کام کرتے تھے۔(84) (اے پیغمبر!) جس اللہ نے آپ پر قرآن کے احکام کو فرض کیا ہے وہ آپ کو بہترین جگہ لوٹا دے گا۔ فرما دیں کہ میرا رب اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اس کو بھی جو صریح گمراہی میں ہے۔(85)

تشریح: قارون کا واقعہ' غرور' زر پرستی' اور اللہ سے دوری اور کفار کے اس اعتراض کا بہترین جواب ہے حضرت محمد ﷺ کے علاوہ نبوت عرب کے کسی امیر کبیر سردار کو کیوں نہیں سونپی گئی۔ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں سے ہونے کے باوجود فرعون و ہامان کے ساتھ جا ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بے شمار مال و دولت دے رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بجائے شکر گزار الٰہی ہونے کے کفر و شرک اور دولت کے نشے میں اپنی قوم سے بھی باغی ہو گیا تھا۔ اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین میں فرعون، ہامان اور یہ تیسرا قارون بھی شامل ہو گیا تھا۔ اس کے خیال میں زندگی بس یہی ہے کہ اللہ سے بالکل بے نیاز ہو کر اس کے نیک بندوں کی بجائے مدد کرنے کے خوب مخالفت کی جائے۔ اور دولت کے نشے نے اسے نیکی بدی کے فرق کا بھلا دیا تھا اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے کی بجائے وہ شیطان کا ساتھی بن گیا۔ لوگ اس کی دولت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہ بھی بھول جاتے تھے کہ یہ تو صرف آزمائش ہے اور فنا ہو جانے والی چیز ہے جبکہ نیکی' بھلائی اور تقویٰ ہی بہترین اعمال ہیں۔ کیونکہ جب آخرت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو صرف یہی نیک اعمال ہی ہمیں اللہ کی قربت اور جنت کا وارث بنائیں گے۔ اور پھر بہت بڑا فرق یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی ہر صورت ختم ہو جانے والی ہے جبکہ آخرت کی زندگی ہرگز ختم نہ ہوگی بلکہ وہ زندگی ہمیشہ

ہمیشہ رہنے والی زندگی ہوگی۔ آجکا مسلمان اس عقیدہ سے بالکل بے خبر ہے کہ اس نے اللہ کے سامنے حاضر ہوکر اپنی زندگی کے ہر لمحہ کا حساب کتاب دینا ہے۔ وہ صرف مال و دولت کے اکٹھا کرنے میں مصروف ہے۔ اس قدر مصروف ہے کہ نہ اسے اللہ یاد ہے اور نہ اللہ کے بتائے ہوئے زندگی گزارنے کے بہترین اصول۔ وہ اصول مختصراً یوں ہیں۔

(1) شرک سے بچو۔

(2) اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے ذریعے آخرت کی بھلائی تلاش کرو۔

(3) دنیا سے بغیر اعمال صالحہ کے خالی ہاتھ نہ جاؤ۔

(4) دنیا میں فساد مت پھیلاؤ۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کا رویہ رکھو جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائیاں کی ہیں۔

(5) غرور نہ کرو کہ اللہ کو ناپسند ہے۔

(6) ہر صورت اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ تکلیف میں بھی اور راحت میں بھی کیونکہ یہ دونوں اللہ کی طرف سے آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ اور یہی فرق ہے کافر اور مومن میں۔ کہ مومن ہر صورت شکر ادا کرتا ہے جبکہ کافر ہر چیز کو اپنی محنت کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ کبھی بھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے جو تکبر، غرور اور بے دینی کی اور غفلت کی زندگی گزارتے ہیں قارون کا قصہ عبرت کا باعث ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے غرور کا مزہ دنیا میں یوں چکھایا کہ اس کو اس کے ساتھیوں، پورے خزانے مال و دولت سمیت یوں زمین میں غرق کر دیا کہ اس کا نام ونشان ہی مٹ گیا اور عبرت کے لیے صرف اس کا قصہ باقی رہ گیا۔ آخرت میں تو اللہ کو معلوم کہ قارون کو کیا عذاب ہوگا البتہ اس کا تصور ہم قرآنی آیات کی روشنی میں بڑی اچھی طرح کر سکتے ہیں۔

فساد کی تعریف یہ ہے کہ عقیدے کا فساد ہو یا عمل کا کوئی کفر و شرک کرے یا فسق و فجور کرے قیامت کے دن سزا ضرور پائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ جو ہوس اقتدار میں مبتلا نہ ہو بلکہ خلوص سے نیک اعمال کرے تو اس کو ہر نیکی کا اجر کئی گنا زیادہ دیا جائے گا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سے وعدہ فرمایا کہ ''جس ذات پاک نے آپ پر قرآن نازل فرمایا اس کی تلاوت اور نشر و اشاعت کو آپ پر فرض کیا وہی آپ کی مدد فرما رہا ہے۔ ایک دفعہ آپ کو ہجرت کر کے مدینہ جانا پڑے گا۔ مگر پھر یہاں آپ کی واپسی اس شان و شوکت سے ہوگی کہ تمام دشمن آپ کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور ان کی قسمت کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔'' فرمایا ''اے نبی یقین جانو کہ جس ہستی نے یہ قرآن آپ پر فرض کیا ہے وہ تمہیں ایک بہترین انجام تک پہنچانے والا ہے۔'' (القصص آیت:85) اور یہ پیش گوئی 8ھ سے 10ھ تک سو فیصد درست ثابت ہوئی۔

8ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اور یہ فتح مسلمانوں کی بہترین فتوحات کی بنیاد بنی۔ 9ھ میں حج فرض ہوا۔ اور اعلان کیا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک اور غیر مسلم خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور حج و طواف کا پرانا طریقہ بالکل ختم کر دیا گیا۔ اور یہ مسلمانوں کے اقتدار کا واضح ثبوت تھا۔ غزوہ تبوک بھی 9ھ میں ہی ہوا۔ 10ھ میں تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمان حج میں شامل ہوئے۔

آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر اسلام کے سارے اصول سمجھائے۔ جاہلیت کی تمام رسموں' شرک و کفر کو مکمل طور پر ختم کرنے کا اعلان کیا اور امت کو الوداع کہا۔

نبوت اللہ کی عطا ہے کسی کی کمائی نہیں

وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ لَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾ ع 9/6/12

اور آپ کو امید نہ تھی کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی مگر آپ کے رب کی مہربانی سے نازل ہوئی تو آپ ہرگز کفار کے مددگار نہ ہونا۔(86) اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے بعد کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہوں۔ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہو جائیں۔(87) اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود سمجھ کر نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔(88)

تشریح: اصل میں یہ آیات پوری سورت کا خلاصہ بیان کر رہی ہیں۔ اور اس بات کی وضاحت بھی کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے قانون بہت پہلے سے بنائے ہوئے ہوتا ہے۔ انسان کو تو خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس کے ساتھ اگلے لمحہ میں کیا ہونے والا ہے۔ مثلاً نبوت ملنے کا نہ تو دعا سے تعلق ہے اور نہ ہی کسی خاص اعلان کا تعلق ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبوت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ البتہ نبوت کے لیے اللہ کا چناؤ ایک خاص معیار سے ضرور ہوتا ہے وہ یہ کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ کی زندگی شروع سے ہی صداقت' امانت' دیانت' راست بازی' پاکبازی' شرافت' امن پسندی' ایفائے عہد' اور خدمت خلق جیسے اوصاف سے بھری ہوئی تھی۔ جب کہ مکہ میں ہر طرف طوفان بدتمیزی پھیلا ہوا تھا۔ آپ کو لوگ بے حد عزت کی نظر سے دیکھتے تھے آپ کے ساتھ بے حد پیار کرتے تھے اور آپ کو صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کہہ کر پکارتے تھے۔ اکثر لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ آپ غار حرا میں اپنے طریقہ سے کی عبادت کرتے تھے کیونکہ آپ کو اپنے باپ دادا کی عبادت کا طریقہ اچھا نہ لگتا تھا۔ جب اللہ کو منظور ہوا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس غار میں آئے اور آپ کو نبی ہونے کا پیغام دیا۔ کیونکہ آپ کو تو اس بات کا کوئی خیال تک نہ تھا لہٰذا آپ اس اچانک واقعہ سے انسان ہونے کی حیثیت سے بڑے خوف زدہ ہوئے۔ اسی لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے اور اپنی مدد کا یقین دلاتا ہے۔ کہ یہ جو منصب آپ کو دیا گیا ہے اس پر پوری طرح ڈٹ کر اللہ پر مکمل یقین کر کے تبلیغ کا کام زبردست طریقہ سے شروع کر دو۔ بے شک یہ بے حد مشکل کام ہے اور اس راستے

میں آپ کو بے حد مشکلات' تکلیفیں اور دقتیں اٹھانی پڑیں گی مگر آپ اللہ کا پیغام لوگوں تک برابر پہنچاتے رہیں۔کوئی بھی پریشانی آپ کو اس کام سے روک نہ دے۔بس اللہ کو پکارتے رہو کیونکہ وہی اکیلا قادرِ مطلق' خالق و ملک ہے۔اس کے سوا کوئی ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ اس کی برابری کر سکے۔فرمایا''اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔''(88)

سلطان بشیر محمود صاحب اس کی وضاحت بڑے پیارے انداز میں کرتے ہیں۔لکھتے ہیں''یہ آیت مبارکہ اعلان کرتی ہے کہ کسی بھی چیز کو بقائے دوام نہیں۔ہر وہ چیز جس کا آغاز ہوا ہے اس کا خاتمہ بھی ہوگا۔یہی خالق کائنات کا قانون ہے۔کوئی بھی دنیا خواہ کتنی بھی بڑی کیوں نہ ہو ضرور ختم ہوگی۔اس اصول میں کوئی استثنا نہیں اور اس قانون الٰہی کے تحت ہم بلا شک وشبہ کہہ سکتے ہیں کہ بڑے مضبوط اور مستحکم فہم کے وہ ذرات جن کو سائنسدان نیوٹران اور پروٹان کہتے ہیں وہ بھی کوئی دائمی چیز نہیں ہو سکتے اور وقت کے ساتھ وہ بھی ضرور گل سڑ کر ختم ہو جائیں گے اور آخر ایک ایسا وقت بھی ضرور آئے گا کہ یہ تمام کائنات کلی طور پر نیست و نابود ہو جائے گی۔بقا صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے اور باقی تمام وجود اس کے طے شدہ پروگرام کے تحت ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔''مصنف موت کے بعد اللہ کی طرف لوٹائے جانے کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔لکھتے ہیں۔''زمین پر انسان کا سفر انتہائی محدود اور مختصر وقفہ کے لیے ہے۔موت کے بعد جہاں سے ایک انتہائی طویل سفر کا آغاز ہوتا ہے۔جس کی پہلی منزل عالم برزخ ہے جس کا آغاز قبر سے ہوتا ہے۔قیامت کبریٰ کے بعد ہر زمان ومکان سے انسان میدان حشر کی طرف بھاگے آئیں گے۔دنیا کی زندگی میں ہماری کارکردگی کا حساب یہیں ہوگا۔اس کے بعد پل صراط سے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز راستہ ہے گزر کر میدان عرفات سے ہوتے ہوئے لوگ اپنے اپنے جنت کے مقام کی طرف روانہ ہوں گے۔دوزخی پل صراط ہی سے دوزخ میں گرتے جائیں گے۔''(از قیامت اور حیات بعد الموت) استغفر اللہ۔

خلاصہ

اس سورت میں مادی' روحانی اور سیاسی ہر قسم کے موضوعات پر بڑے مدلل طریقہ سے بحث کی گئی ہے اور انسان کو زندگی کے ہر مرحلے پر اللہ و رسول کی پیروی کی تاکید کی گئی ہے تاکہ انسان دنیا میں بھی آرام سے رہے اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمتوں سے مالا مال ہو۔اور پھر آخرت اور میدان حشر میں حساب کا نقشہ بڑے ہولناک انداز میں کھینچا گیا ہے جو کہ انسانی زندگی جو ہم یہاں گزار رہے ہیں کا اصل مقصد اور انجام ہے۔اللہ ارحم الرحمین کی کچھ صفات کا ذکر بار بار مختلف انداز میں کیا گیا ہے تاکہ انسان اس سے ڈرے اور صرف اسی کے سامنے جھکے۔زندگی کو اس رحیم وکریم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق گزارے کسی جابر' ظالم اور فاسق سے ڈر کر اپنے عقیدہ کو خراب کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا انجام بھی اللہ اپنے پروگرام کے مطابق برا ہی کرتا ہے۔آخرت کا عذاب علیحدہ ہوگا۔حکمرانوں کو بھی خاصی تنبیہ کی گئی ہے کہ حکومت اقتدار اور طاقت کے نشے میں رعایا کی حق تلفی' ظلم وستم اور خود غرضی سے بچ کر انصاف اور اللہ کی شکر گزاری کے ساتھ اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق حکومت کریں۔ان کو یاد رکھنا

چاہیے کہ ان کا حساب ایک عام انسان کی نسبت زیادہ سخت اور مشکل ہوگا۔ جو کچھ اختیارات اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں یہ سب قوم کی امانت ہیں اگر وہ ذرہ برابر بھی ان اختیارات کو بے پرواہی یا ناجائز طریقے پر استعمال کریں گے تو اللہ کی پکڑ سے بچ نہ سکیں گے۔ کیونکہ اس مختصر زندگی کے بعد جانا تو اسی رب العزت کے پاس ہی ہے۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا۔

دعا: اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے اور ہمارے لیے اس کام میں (زندگی میں) درستی کا سامان مہیا کیجئے۔ آمین۔ الحمدللہ سورت القصص مکمل ہوگئی۔

تعارف سورة العنكبوت

یہ سورت بھی اپنے مضمون کے لحاظ سے بڑی اہم سورت ہے۔ مکہ کے تقریباً آخر دور میں نازل ہوئی جبکہ کفار کی مخالفت مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ اس میں 69 آیات اور سات رکوع ہیں۔ اس سورت میں مسلمانوں کو ہر صورت یہی ترغیب دی گئی ہے کہ حق و باطل کی جنگ بڑی زبردست ہوتی ہے جیسا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔ تم اس راستے میں ثابت قدم رہ کر کفر کا مقابلہ کرتے چلے جاؤ جس قدر مصیبتیں تم برداشت کرو گے اتنے ہی تمہارے رتبے اللہ کے پاس بڑھتے چلے جائیں گے اور پھر دنیا میں بھی تم فتح و کامرانی ضرور حاصل کرو گے۔ تم کفار کی سختیوں سے گھبرا کر ایمان کو مت چھوڑو بلکہ اس سرزمین کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور ایمان کی حفاظت کرنے کے لیے چھوڑ دو۔ اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔ تمہیں ایسی جگہ ضرور مل جائے گی جہاں تم امن و سکون سے رہ کر تبلیغ بھی کر سکو گے اور عبادت بھی۔ جیسا کہ حبشہ اور مدینہ مسلمانوں کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوئے۔ کفار کے کئی بے جا سوالوں کے معقول جوابات دیے گئے ہیں اور مشرکین کے بتوں اور جھوٹے الٰہوں اور اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسا مکڑی کا جالا ایک اشارے سے ختم ہو جاتا ہے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اسی طرح مشرکین کے عقائد اور ان کے معبود ہیں۔ یہ دنیا تو عارضی ہے۔ یہاں جو لوگ آخرت کو یاد رکھتے ہوئے اخلاق و کردار حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھ کر زندگیاں گزارتے ہیں وہی کامیاب لوگ ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ کفار، مشرکین اور بدکار لوگ اللہ کی پکڑ سے ہرگز بچ نہیں سکتے۔ عنقریب وہ اپنا برا انجام ضرور دیکھ لیں گے۔

ایمان داروں کی مصائب کی کسوٹی پر آزمائش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ② وَ لَقَدۡ فَتَنَّا
الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ③ اَمۡ حَسِبَ
الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ④

الٓمّٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔(1) کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ''ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔(2) اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا اور ان کو بھی آزمائیں گے سو اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔(3) کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے جو خیال یہ کرتے ہیں برا ہے۔(4)

تشریح: ایمان کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس اقرار اور یقین پر عمل بھی کیا جائے۔ مسلمان وہ ہے جو پورے کا پورا دین میں داخل ہو جائے۔ اس کی زندگی کے معمولات سے' اس کے رہن سہن تہذیب و تمدن غرض لباس اور عادات و اطوار سے خود بخود یہ دکھائی دینے لگے کہ یہ مسلمان ہے۔ یہ نہیں کہ دعوٰی تو اسلام کا کرے اور کام کرے ہندو عیسائی یا سکھوں جیسے۔ اور جب ایک سچا مسلمان ایمان کی وجہ سے آزمائشوں میں پڑتا ہے تو پھر وہ صرف ایمان کی حفاظت میں جان' ملک' مال باپ آل اولاد غرض دنیا کی ہر چیز قربان کر دیتا ہے۔ پھر اس کو اللہ کی طرف سے بے شمار نصرت اور انعام و اکرام ملتے ہیں۔ مگر جب جذبہ سچا ہو۔ شاعر کی زبان سے سنیے۔

دل ہو کہ جان کیوں کر تجھ سے عزیز رکھیے
دل ہے سو چیز تیری' جان ہے سو مال تیرا

خواجہ الطاف حسین حالی

تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اس سچے جذبے کی آزمائش میں ضرور کرتا ہوں اور پھر یہ بھی لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کریم تو سینے کی باتوں اور نیتوں تک کو جانتا ہے۔ وہ علیم و حکیم ہے۔ کوئی اس کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ لوگوں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے مگر اللہ کو دھوکہ دینا کسی بندے بشر کے اختیار میں نہیں۔ اس لیے کوئی برا انسان اللہ کی پکڑ سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ اور اچھے انسان کی تعریف یہ ہے کہ صرف اللہ کے احکام کی اطاعت کرے اس کے علاوہ وہ کسی اور کا حکم نہ مانے۔ عبادت کے خلوص یا ریاکاری کو اللہ تعالٰی بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔ خلوص ہی نجات کا باعث ہوتا ہے اور بناوٹ سزا کا موجب۔ اور اس کا علم اللہ کو خوب اچھی طرح ہو جاتا ہے کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے۔

برے لوگوں کے لیے خبر اور ایمان والوں کا انجام

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(5) اور جو

شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے محنت کرتا ہے اور اللہ تو تمام جہان سے بے پرواہ ہے۔(6) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے۔(7)

تشریح: اللہ کا وعدہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور نیک و بد کو اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ بلکہ برے کو صرف برائی کا بدلہ ملے گا جب کہ نیک کے چھوٹے موٹے گناہ اللہ ویسے ہی معاف کر دے گا اور نیکی کا بدلہ کئی گنا زیادہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اچھے لوگوں کی صفات اور اللہ کے احکامات

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ
لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا
سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْــَٔـلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ع 1 13 13

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کی حقیقت کی تمہیں خبر نہیں تو ان کا کہنا نہ مانو۔ تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے تھے میں تمہیں خبر دوں گا۔(8) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔(9) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے جب ان کو اللہ کے راستے میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی دی گئی ایذا کو یوں سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ کا عذاب، اور اگر تمہارے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں "ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔" کیا جو دنیا والوں کے سینوں میں ہے اللہ اس سے واقف نہیں؟(10) اور اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو سچے مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔(11) اور جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ "ہمارے طریقوں پر چلو ہم تمہارے گناہ اپنے سر لیں گے،

حالانکہ وہ ان کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے نہیں' کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔(12) اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کے بوجھ بھی اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان سے ان کی ضرور پوچھ ہوگی۔(13)

تشریح: یہاں والدین کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی وضاحت کر دی گئی کہ اللہ کو وحدہ' لاشریک ماننا اتنا ضروری ہے کہ والدین اگر ایمان باللہ سے منع کریں اور شرک کا حکم دیں تو ان کی بات مت مانو۔ اور پھر یقین رکھو اللہ پر اتنا مضبوط کہ منافقین اور کفار کی کوئی بات کوئی لالچ تمہیں اس سے پھیر نہ سکے یاد رکھو اللہ ہر بات جانتا ہے۔ ہر شخص کے اعمال کی اسے خبر ہے اور قیامت کے دن سب معاملات بڑے انصاف سے نمٹا دیے جائیں گے۔ اور دنیا میں بھی برے لوگ عذاب سے بچ نہیں سکتے جیسا کہ پچھلی قوموں کا انجام سب کے سامنے ہے۔ مثلاً سب سے پہلے تاریخی واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے پھر ان کو طوفان کے عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔(14) پھر ہم نے نوح اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔(15)

تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ تفصیلاً گزر چکا ہے۔ سورۃ الاعراف' ھود' المومنون' الشعراء اور ان کے علاوہ کئی سورتوں میں موقع کے مطابق ذکر آ چکا ہے۔ اب یہاں ان کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صبر اور ثابت قدمی کی مثال دی جا سکے کیونکہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال مخالفین کی بے حد مخالفتیں اور ظلم برداشت کیے اتنا طویل عرصہ ان کو سمجھاتے رہنا اور دکھ اٹھاتے رہنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس لیے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو بھی تبلیغ کے سلسلہ میں اگر تکالیف کا سامنا کرنا پڑے تو صبر و ثبات سے کام کیے جائیں۔ ساتھ ہی کفار کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ مہلت ضرور دیتا ہے مگر بالآخر اس کا عذاب بھی ضرور آ جاتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جب بالکل ہی باز نہ آئی تو پھر ان پر طوفان پانی کا بھیج کر پوری قوم کو غرق کر دیا گیا سوائے ان نیک لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ ان کی کشتی میں سوار ہوئے جو دوبارہ نسل انسانی کو بڑھانے کا موجب بنے۔ اس تاریخی واقعہ کو لوگوں کے لیے عبرت کا جیتا جاگتا ثبوت بنانے کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو کوہِ جودی پر ٹھہرا دیا۔" ابن جریر نے قتادہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ عہد صحابہ میں جب مسلمان الجزیرہ کے علاقے میں گئے تو انہوں نے کوہِ جودی پر اس کشتی کو دیکھا۔ موجودہ زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً یہ اطلاعات اخبارات میں آتی رہتی ہیں کہ کشتی نوح

کو تلاش کرنے کے لیے مہمات بھیجی جا رہی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بسا اوقات ہوائی جہاز جب کوہستان ارارا
پر سے گزرے ہیں تو ایک چوٹی پر انہوں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو ایک کشتی سے مشابہ ہے۔ (از تفہیم القرآن جلد سوم صفحہ 678)
اس کی تحقیقات جاری ہیں۔ بہر حال حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم ہر زمانے کے مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے لیے کھلی نشانی ہیں
عبرت حاصل کرنے کی۔ اسی سلسلے میں آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی تعلیمات

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ
الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَاِلَيْهِ
تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَاۗىِٕهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ يَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ ع 2/9/14
وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ
فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ
لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّىْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾

اور ابراہیم کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔(16) یقیناً تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور جھوٹ باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ سے ہی رزق مانگو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔(17) اور اگر تم میری تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی امتیں اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکی ہیں۔ اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔(18) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا پھر کس طرح اس کو لوٹائے گا یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔(19) کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا پھر اللہ ہی بعد کی پیدائش کرے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(20) وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔(21) اور اس کو نہ تم زمین میں عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں اور نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔(22) اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا اور اس سے ملنے سے انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان کو درد دینے والا عذاب ہوگا۔(23) تو ان کی قوم کے لوگ جواب میں بولے تو یہ بولے کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو، مگر اللہ نے ان کو آگ کی سوزش سے بچا لیا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔(24) اور ابراہیم نے کہا کہ "تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں آپس میں دوستی کے لیے، مگر پھر قیامت کے دن ایک دوسرے کی دوستی سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے، اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔(25) پس ان پر ایک لوط ایمان لائے اور ابراہیم کہنے لگے" میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔(26) اور ہم نے ان کو اسحق اور یعقوب بخشے اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر کر دی اور ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ دیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔(27)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے جلیل القدر رسول گزرے ہیں اور عربوں کو باوجود کفار ہونے کے ان سے بڑی عقیدت تھی اپنے آپ کو ان کی اولاد کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ تو اسی لیے ان کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جب تم ان کو اپنے جدامجد کا رتبہ دیتے ہو تو پھر ان کی تعلیمات بھی تو یہی تھیں جو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات ہیں یعنی انہوں نے بھی توحید کی ہی تعلیم دی اور شرک سے منع کیا۔

ان کی تعلیمات میں سب سے پہلے کہا گیا کہ:

(1) شرک سے بچو کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے اور مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔

(2) رزق دینے والا صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔

(3) اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔

(4) نعمتیں دینے والا، پیدا کرنے والا، مارنے والا اور دوبارہ زندہ کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔

(5) اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

(6) موت ضروری ہے۔ ہر کوئی مقررہ وقت پر مر جاتا ہے۔ اور دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا کیونکہ زندگی کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ لہٰذا اس کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں بڑے سائنٹفک طریقہ سے پیدا کیا اور پھر ہماری تمام ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے ہوا' بجلی' پانی' بارش' پہاڑ' سمندر' نظام شمسی کا بہترین اور شاندار نظام قائم کر دیا۔ اور یہ کام صرف اور صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کر سکتا تو ثابت ہو گیا کہ الہ کا مطلب ہے۔

(1) جس کی عبادت کی جائے۔ (2) جس کے بارے میں عقل حیران ہو۔ (3) جس سے بے پناہ محبت ہو۔ (4) جو انسانی عقل سے باہر اور پوشیدہ ہو لیکن اس کی قوت' عظمت اور غلبہ ہر جگہ دکھائی دے۔ اسی لیے ہر انسان میں فطری طور پر اللہ کا تصور ضرور پایا جاتا ہے مگر اپنی ہٹ دھرمی اور اجداد کی پیروری کرتے ہوئے انسان خواہ مخواہ شرک کی ظلمت میں پڑا رہتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توحید کے بارے میں فضائل اور شرک کے بارے میں نقصانات سن کر ان کی قوم تنگ آ گئی اور اپنا راستہ بدلنے کو تیار نہ ہوئی تو پھر قوم نے فیصلہ کر لیا کہ ان کو جلا کر ختم کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کی مدد کی اپنی حکمت سے ان کو جلنے سے بچا لیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ کے راستے میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بہت سی آزمائشوں کا سامنا کیا اور اب ایک اور فیصلہ' کہ ایمان کی حفاظت میں ہجرت کر جانے کا فیصلہ کیا۔ تو یہاں آنحضرت ﷺ کو ہجرت کر جانے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اکثر پیغمبروں کو تبلیغ کی راہ میں گھر بار' ملک اور عزیز و اقربا چھوڑ کر کسی دوسری سر زمین میں نکلنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی محبت سب سے برتر و اعلیٰ ہے اور پھر جب کوئی شخص اس حد تک اللہ کی محبت میں گم ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو دنیا و آخرت میں بہترین انعامات سے نوازتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبارک اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں عطا کی اور ان کی نسل میں نبوت کا اعزاز خاص کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی شان ہے آپ کو اللہ کا دوست ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور آپ کی یاد میں حج کے کئی ارکان خاص کر دیے گئے اور یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام مومنین کے لیے صبر' ثبات' قربانی' حب الٰہی اور نیکی و جان نثاری کی ایک بے مثال حقیقت اور نمونہ بن گئے اور یوں انہوں نے اس دنیا کی عارضی تکلیفوں کے بجائے آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی تمام آسائشیں اور اللہ کی رضا حاصل کر لی۔ دنیا کا ہر بندہ ان کی راہیں اختیار کر کے دنیا و آخرت میں سر بلند ہو سکتا ہے۔ دعا ہے۔ ''اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہمیں غالب کیجیے۔'' (البقرہ آیت:250)

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ

الْمُنْكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا ع 3/8 15
إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾
قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ
مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا
لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا
مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ
تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٣٥﴾

اور لوط کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ''تم عجیب بے حیائی کا کام کرتے ہو تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا۔(28) کیا تم لذت کے ارادے سے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو مسافروں کی راہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو۔'' تو ان کی قوم کے لوگوں نے جواب دیا۔ بولے کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ۔(29) لوط نے کہا ''اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما! (30) اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشی کی خبر لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ''ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کردینے والے ہیں کیونکہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں۔(31) ابراہیم نے کہا کہ ''اس میں تو لوط بھی ہیں۔ وہ کہنے لگے ''جو لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں۔ ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔(32) تو جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے تنگ دل اور ناخوش ہوئے۔ فرشتوں نے کہا'' کچھ خوف نہ کیجئے ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔(33) ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔(34) اور ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے اسی بستی سے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی۔(35)

تشریح: اس بستی کا اشارہ قوم لوط کی اس بستی کی طرف ہے جو اب بحیرہ مردار کا حصہ بن چکی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت فلسطین کے شہر جرون میں رہتے تھے اس شہر کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر بحیرہ مردار (Leand Seq) کا وہ حصہ واقع ہے جہاں پہلے قوم لوط آباد تھی۔ موجودہ زمانے میں یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ بحیرہ مردار کا جنوبی حصہ ایک شدید زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی وجہ سے وجود میں آیا اور یہ کھلی نشانی شاہراہ عام پر موجود ہے۔ جس کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے

کہ قوم لوط کی یہ تباہ شدہ بستی، جو ان کے اعمال بد کی وجہ سے عذاب کا نشانہ بنی آج بھی عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہے کیونکہ اہل مکہ کے تجارتی قافلے جب شام کی طرف جاتے ہیں تو یہ راستے میں موجود ہے۔ یہی علاقہ قوم لوط کا مرکزی شہر سدوم ہے۔ سورۃ الشعراء، ھود اور الاعراف میں بھی کافی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر بھی ان کی بدفعلی، رہزنی اور کھلے عام بے حیائی کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایسی بدکردار قوم کے ساتھ حضرت لوط نے کئی سال محنت کی مگر وہ راہِ راست پر نہ آئی تو آخر ہار کر انہوں نے اللہ سے فریاد کی "اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔" اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا فرشتوں نے اس خطہ زمین کو اپنے پروں پر اٹھایا، بلندی پر لے جا کر اس زور سے زمین پر الٹا کر مارا کہ وہ حصہ زمین میں دھنس گیا پھر اللہ نے اوپر سے پتھر برسائے اللہ نے اپنے پیغمبر اور ان کے گھر والوں کو عذاب سے بچا لیا مگر ان کی بیوی بھی عذاب کا شکار ہوئی کیونکہ وہ بھی انہی بدکاروں میں سے ایک تھی۔ اسی طرح اور بھی کئی قوموں اور پیغمبروں کے حالات مسلمانوں کے لیے تسلی اور عبرت بنی۔

عبرت کے نشان

قوم عاد، ثمود، فرعون، ہامان، قارون

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۗ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۗ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

اورمدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کے آنے کی امید رکھو اور ملک میں فساد نہ مچاؤ۔(36) مگر انہوں نے ان کو جھوٹا سمجھا سو ان کو زلزلے کے عذاب نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(37) عاد اور ثمود کو بھی ہم نے ہلاک کر دیا چنانچہ ان کے ویران گھر تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے اور ان کو سیدھے رستے سے روک دیا حالانکہ وہ بصیرت والے لوگ تھے۔(38) قارون' فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کر دیا اور ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لیکر آئے تو وہ ملک میں مغرور ہو گئے اور وہ ہمارے قابو سے نکل جانے والے نہ تھے۔(39) تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا' سو ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔ اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا' اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔(40) جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش یہ اس بات کو جانتے۔(41) یہ جس چیز کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں خواہ وہ کچھ ہی ہو اللہ اسے جانتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔(42) اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں اور اسے تو دانش مند ہی سمجھتے ہیں۔(43) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لیے اس میں نشانی ہو۔(44)

تشریح: الاعراف' ھود' شعراء اور کئی سورتوں میں ان کا ذکر آ چکا ہے۔ یہاں مختصراً دوبارہ ان قوموں کا ذکر کیا جا رہا ہے صرف اس حوالے سے کہ لوگ یہ اچھی طرح سمجھ جائیں کہ وہ قادر مطلق اپنی مخلوق سے بہت پیار کرتا ہے اسی لیے اچھے برے کی پہچان واضح کرنے کے لیے نبی بھیجتا رہا مگر اکثر قومیں اس قدر بگڑ چکی تھیں کہ اللہ کو پہچان کر بھی اللہ کی راہ اختیار کرنے کو تیار نہ تھیں اور اس طرح انہوں نے خود اپنے لیے تباہی و بربادی اور عذاب کے اسباب بنائے۔ مثلاً عاد کی قوم' قوم ثمود' مدین والے، ہامان' فرعون وغیرہ یہ سب اپنے زمانے کی مانی ہوئی طاقتور قومیں تھیں مگر اللہ کی پہچان سے خود کو دور رکھنے والے لوگ تھے اس لیے انہوں نے خود اپنے لیے اللہ کی ناراضگی مول لی جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ ایک حد تک تو ان کو ڈھیل دی گئی مگر بالآخر ان پر مختلف قسم کے عذاب آتے چلے گئے اور دنیا کو گناہوں اور گندگیوں سے برابر صاف کیا جاتا رہا۔ اس طرح کی سزائیں آج بھی قوموں کو اپنے برے اعمال کے بدلے میں وقتاً فوقتاً ملتی رہتی ہیں۔ مگر انسان ان کو قدرتی آفات سمجھ کر ٹال دیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کو ان کے اپنے ہی اعمال اور غلطیوں کی وجہ سے مصیبتوں' بیماریوں اور بے چینیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً بے حیائی' بے راہ روی' بے غیرتی اور غیر فطری عمل کو اپنا کر دنیا کے بیشتر حصوں میں ایڈز کی بیماری پھوٹ پڑی ہے۔ اسی طرح بے شمار عورت مرد ہم

جنسی کے سبب خاندانی سکون سے محروم ہو چکے ہیں جن ملکوں میں ہم جنس کی شادیاں رواج پا چکی ہیں وہاں بے شمار ذہنی امراض سر اٹھا رہے ہیں۔ اسی طرح بغیر شادی کے عورت مرد کا ایک ساتھ رہنا بچے پیدا کرنا، عورت، مرد، بچے اور پوری سوسائٹی عدم تحفظ کی شکار ہو کر بے شمار غیر قانونی کام کرنے لگتی ہے۔ تمام اخلاقی برائیاں یہاں سے پیدا ہونے لگتی ہیں۔ زنا، جھوٹ، قتل، فساد اور بے شمار جسمانی اور روحانی بیماریاں خود انسان کے اپنے بنائے ہوئے غیر فطری قانون اور غیر فطری طرز زندگی سے پیدا ہو جاتے ہیں اور یوں خود اپنے ہاتھوں خود کو عذاب کا شکار بنا دیتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف سے دی گئی مہلت جب ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی آفات جو آہستہ آہستہ ان کے بے راہروی کی وجہ سے تیار ہوتی رہتی ہیں یکدم ان پر عذاب کی صورت میں آ پڑتی ہیں بالکل ایسے ہی جیسے پچھلی گزری ہوئی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ہمیں بھی ایسی ہی سزائیں ملتی رہتی ہیں۔ ہمیں ہوش کرنا چاہیے۔ ایک قوم جب تک اخلاقی بلندی اللہ کی رضا اور اس کے خوف کو اپنائے رکھتی ہے باعزت اور کامیاب ہوتی ہے۔ جونہی اللہ کی راہ سے منہ موڑتی ہے اللہ کے قانون کے مطابق آہستہ آہستہ تباہی کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ قرآن پاک میں اس بات کی وضاحت بہت دفعہ موجود ہے کہ خرابی ایک انسان سے شروع ہو کر پوری سوسائٹی حتی کہ پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جس طرح ایک نبی، رسول یا پیغمبر یا ایم مرد مؤمن پوری قوم کو ہدایت دینے کا کام کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ تو پوری دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ ان کا سبق، مشن اور تبلیغ بھی وہی ہے جو تمام پیغمبر دیتے آئے ہیں۔ اور ان کو اس راستے میں بے پناہ دشواریاں پیش آتی رہیں۔ اور پھر حق کے مقابلہ میں باطل کا ہونا ضروری ہے۔ مگر حق مضبوط، پائیدار اور کامیاب ہونے والا ہے جبکہ باطل کی حیثیت انتہائی کمزور مٹ جانے والی اور ناپائیدار ہے۔ جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے گھر سے دی ہے۔ کہ ایک انگلی لگاؤ تو اس کا پورا گھر نابود ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انتہائی چھوٹی چھوٹی کمزور مخلوقات کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے۔ ذرا ان کی تہہ میں جائیں تو انسان کے لیے بڑے بڑے سبق موجود ہیں۔ مثلاً نمل (چیونٹی) کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جونہی بچہ انڈے سے نکلتا ہے ماں اللہ کے حکم سے دو باتیں اس کے ذہن نشین کر دیتی ہے۔ ایک باہمی اتفاق دوسرا سمت کی پہچان۔ ہم ماؤں کو غور کرنا چاہیے کیا ہم اپنے بچوں کی تربیت اسی خلوص اور تندہی سے کر رہی ہیں؟ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں زیادہ تر مائیں بچوں کو صحیح تربیت سے لاپرواہی برت رہی ہیں اور یہ بہت خطرناک کام ہے۔ اب ذرا مکڑی کی طرف غور سے دیکھتے ہیں۔ یہ انتہائی حقیر سا کیڑا ہے۔ جس کا گھر انتہائی ناپائیدار ہمارے خیال میں ہوتا ہے مگر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ماہر تعمیرات، ماہر فلکیات ماہر سائنسدان اس جیسا ایک دھاگہ بھی نہیں بنا سکتا۔ مکڑی کا گھر ترتیب، حساب اور نمونے کے لحاظ سے حیرت انگیز کام ہے۔ یہ اصل میں مکڑی کے غدود سے رس کر نکلتا ہے جو ایک ایسا مادہ ہوتا ہے جس سے انتہائی باریک ریشمی دھاگہ بنتا ہے جس کو مکڑی انتہائی

حسابی لحاظ سے اپنے اعصابی خلیات کی مدد سے حیرت انگیز طور پر ایک شاندار جالا تان دیتی ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور کوئی بڑے سے بڑا ماہر تعمیرات بھی اس جالے کا ایک انچ بھی نہیں بنا سکتا۔ کیا یہ سب کچھ اللہ کی قدرت' کمال اور وحدانیت کے جیتے جاگتے ثبوت نہیں ہیں؟ حیرت ہوتی ہے ان مشرکوں پر جو اس معبود برحق سمیع وبصیر قادرِ مطلق کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی اور خود بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور پھر اتنے مضبوط اور بھرپور طریقے سے اپنے ان بے معنی معبودوں کو پوجتے ہیں کہ کوئی پیغمبر کوئی دلیل اور بات کوئی نشانی ان کو اللہ کی طرف نہیں پھیر سکتی تو پھر اس کو اندھا پن ہی کہہ سکتے ہیں اور کیا کہیں۔ اللہ ہمیں شرک سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

تعارف ومقاصد "بیت القرآن"

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہدایت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان بنایا ہے۔ جس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ سورة القمر آیت 17

"اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے۔؟"

اب اسے ہر انسان تک پہنچانا اور اسکے متعلق اس تأثر کو دور کرنا کہ یہ بہت مشکل کتاب ہے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے "بیت القرآن" کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1: قرآن مجید کے ترجمہ کو آسان فہم بنانے کی کوشش کرنا۔

2: قرآنی تعلیمات پر مبنی ایسی عام فہم کتب کی اشاعت کرنا جن سے قرآن فہمی میں مدد ملے۔

3: قرآنی گرامر کو آسان تر بنانے کی کوشش کرنا۔

4: قرآن مجید سے متعلقہ موضوعات پر مختلف سیمینارز منعقد کرانا۔

5: قرآن فہمی کیلئے شارٹ کورسز کا انعقاد کرانا اور ان میں گرامر کے بغیر صرف علامات کے ذریعے قرآن مجید کا ترجمہ سکھانا۔

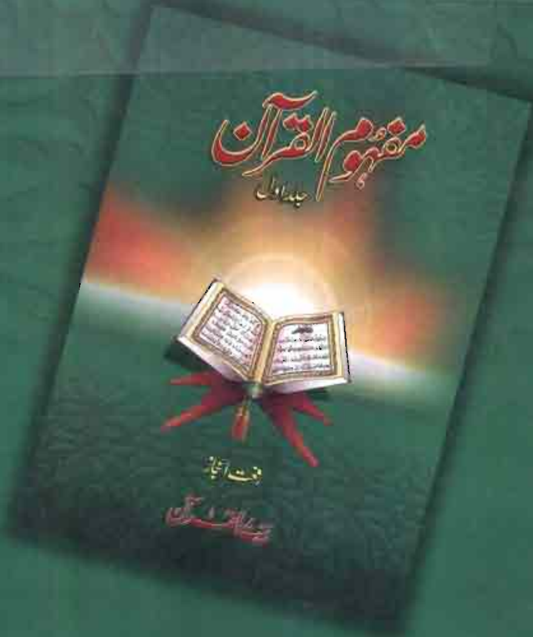
6: قرآن فہمی کے لیے ٹیچر ٹریننگ کورسز منعقد کرانا۔

7: انٹرنیٹ کے ذریعے فہم قرآن میں مدد دینا۔ (www.bait-ul-quran.org)

8: عامۃ المسلمین کو احکام الٰہی کے مطابق اپنے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ سے عقیدت ومحبت کے ساتھ آپ ﷺ کی مسنون زندگی کو اپنانے اور اس کی سیرت کو دنیا پر غالب کرنے کی کوشش کرنا۔

آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہو سکتے ہیں اور جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ "بیت القرآن" کی مطبوعہ کتب خرید کر عوام الناس میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

الداعی الی الخیر: "بیت القرآن" لاہور، پاکستان



BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاہور - پاکستان